کبڑا عاشق (ناول)

وِکٹر ھیوگو

www.PunjabiLibrary.com

کُبڑا عاشق

وِکٹر ہیوگو

فکشن ہاؤس
بک سٹریٹ 39- مزنگ روڈ لاہور، پاکستان
Ph: 042- 37249218, 37237430
E-mail:fictionhouse2004@hotmail.com

University of Gujrat
Acc 113834
Books Lover's Library
Book No.
B.I. Sargodha Road Gujrat.
Incharge

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب : کبڑا عاشق
مصنف : وکٹر ہیوگو
پبلشرز : فکشن ہاؤس
بک سٹریٹ 39-مزنگ روڈ، لاہور
فون:37249218-37237430
اہتمام : ظہور احمد خاں
کمپوزنگ : فکشن کمپوزنگ اینڈ گرافکس، لاہور
پرنٹرز : سید محمد شاہ پرنٹرز، لاہور
سرورق : ریاض ظہور
اشاعت : 2011ء
قیمت : -/140 روپے

ہیڈ آفس: بک سٹریٹ 39-مزنگ روڈ لاہور، پاکستان
سب آفس حیدر آباد: 52,53 رابعہ اسکوائر حیدر چوک گاڑی کھاتہ حیدر آباد
فون:022-2780608

Sang-e-Meel Pub. Bill 87 Date: 16-04-2013

احمقوں کا شہنشاہ

چھ جنوری ۱۴۸۲ء

پیرس کے باشندے اس صبح جب بیدار ہوئے تو سارا شہر گھنٹیوں کی آواز سے گونج رہا تھا۔ یہ گھنٹیاں نہ تو خطرے کی علامت تھیں کہ کسی دشمن ملک کے حملہ نہ کردیا ہو اور نہ ہی یہ گھنٹیاں بادشاہ معظم کی آمد کا اعلان کر رہی تھیں، اور تو اور یہ گھنٹیاں اس لئے بھی نہ بجائی جا رہی تھیں کہ چوروں اور عادی مجرموں کو چوراہے پر پھانسی دی جانے والی ہو کہ عوام الناس کو وہاں جمع ہونے اور عبرت حاصل کرنے کا موقعہ دیا جا رہا ہو۔ یہ گھنٹیاں ایک انوکھے تہوار کی خوشی میں بجائی جا رہی تھیں آج کا دن ''احمقوں کا جشن'' کا دن تھا۔ آج کی خاص تقریبات میں جہاں شہنشاہ احمقاں کا انتخاب شامل تھا۔ وہاں قصر انصاف میں ایک ڈرامہ بھی کھیلا جا رہا تھا۔ اور ایک بڑے رقص کا اہتمام بھی ہونے والا تھا۔ اس تہوار کی خوشی میں آج پیرس کی تمام دکانیں بند تھیں۔ صبح سے ہی لوگوں کی منڈلیاں اور ٹولیاں گھروں سے نکل پڑی تھیں۔ انسانوں کا جم غفیر، بے ترتیب قطاروں میں قہقہے لگاتا شور مچاتا، قصر انصاف کی طرف رواں دواں تھا۔ جہاں آج احمقوں کے بادشاہ کا چناؤ ہونا تھا۔ قصر انصاف کی طرف جانے والے بازاروں اور گلیوں میں انسان کے سر ہی سر نظر آ رہے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے انسانی سروں کا سمندر رواں دواں ہے، لوگوں کے

اشتیاق کا یہ عالم تھا کہ سینکڑوں لوگ گھروں کی دیواروں اور چھتوں پر بیٹھے ہوئے قصر انصاف کی طرف دیکھ رہے تھے۔ جہاں سے "احمقوں کے بادشاہ" کا جلوس نکلنے والا تھا۔ قصر انصاف کے ایک کونے میں سنگ مرمر کی ایک سل رکھی ہوئی تھی۔ سنگ مرمر کی ایسی سل دنیا میں اور شاید ہی کہیں موجود ہو۔ یہ ایک گرانڈیل اور وسیع سل تھی۔ جس پر ڈرامہ کھیلا جاتا تھا اور اس سے اسٹیج کا کام لیا جاتا تھا۔ سل کی اچھی طرح سے صفائی کردی گئی تھی۔ اس کے ارد گرد لکڑی کا جنگلہ لگا دیا گیا تھا۔ اس سل کے ارد گرد رنگ برنگی جھالریں لٹک رہی تھیں۔ ایک طرف اداکاروں کے لئے ایک عارضی ڈرائنگ روم بنا دیا گیا تھا۔ قصر انصاف کے چار محافظ چاق وچوبند وہاں کھڑے تھے۔ تاکہ عوام الناس کو قابو میں رکھ سکیں۔ اس تہوار میں شرکت کے لئے دور دور کے علاقوں کے لوگ بھی صبح سے آچکے تھے۔ ہجوم اور رش کی وجہ سے لوگوں کے قصر انصاف کے اندر اب کوئی جگہ نہ رہی تھی۔ بعض دلیر تماش بینوں نے بیرونی کھڑکیوں کے شیشے توڑ دیئے تھے۔ اور کھڑکیوں سے اندر جھانک رہے تھے۔ "احمقوں کے پوپ" اور "احمقوں کے بادشاہ" کا انتخاب بلاشبہ ایک دلچسپ تماشہ تھا۔ قصر انصاف کے اندر کان پڑی آواز سنائی نہ دے رہی تھی۔ وہ شور و غوغا تھا کہ الاماں! لوگ بے چین ہو رہے تھے۔ ڈرامہ دیکھنے کے لئے، فلمیش سفیر خاص طور پر تشریف لانے والا تھا۔ اس کا بے تابی سے انتظار ہو رہا تھا۔

گھڑیال کی آواز نے لوگوں کو چونکا دیا۔ دوپہر کا وقت ہو چکا تھا۔

ہجوم میں سے کسی نے ایک شخص کی طرف اشارہ کرکے چلاتے ہوئے کہا۔ "ارے وہ دیکھو۔ جیہان فرولو" جیہان فرولو سرخ بالوں والا، مناسب قد و قامت کا خوب صورت نوجوان تھا۔ وہ پیرس کے باسیوں کا جانا پہچانا تھا۔ آوارہ گرد، خوش طبع طالب علم، اور اس سے بھی زیادہ وہ اس لئے لوگوں کی نظروں میں رہتا تھا کہ وہ پیرس کے مشہور عالم گرجے نوٹرے ڈیم کے آرچ ڈیکن فرولو کا بھائی تھا۔

لوگوں کی نظریں اس خالی گیلری کی طرف اٹھ رہی تھیں جسے فلمیش سفیر کے لئے مخصوص کردیا گیا تھا۔ لوگ اب ڈرامہ دیکھنے کے لئے بے چین ہو رہے تھے۔ وہ چیخ رہے تھے "کھیل شروع کرو" "کھیل شروع کرو۔" "جہنم میں جائے فلمیش سفیر کھیل شروع

کرو ہم بہت انتظار کر چکے۔" جیہان نے چیخ کر کہا۔ "اگر اب بھی کھیل شروع نہ ہوا تو قصر انصاف کے کسی محافظ کو پھانسی پر لٹکا دیں گے' خوب تماشا رہے گا۔" اس کے اس اعلان پر ہجوم نے زور زور سے تالیاں بجائیں۔ اسی لمحے ایک شخص اسٹیج پر اترا۔ "خاموش... خاموش" لوگ خاموش ہوگئے۔ قدرے سہا ہوا ایک اداکار اسٹیج پر کھڑا ہو کر ناظرین کو خطاب کرنے لگا۔ "خواتین و حضرات" آج ہمیں یہ اعزاز حاصل ہو رہا ہے کہ ہم آپ کے سامنے ایک عمدہ اخلاقی اور اصلاحی کھیل "ہماری پاک کنواری خاتون کا دانش مندانہ فیصلہ" پیش کریں۔ معزز اور محترم جناب کارڈینل صاحب معزز سفیر کے ہمراہ تشریف لانے ہی والے ہیں۔ ان کے آتے ہی کھیل شروع کردیا جائے گا۔ "یہ اداکار یونانی طرز کے لباس میں ملبوس تھا اور اس کھیل میں جوپیٹر کا کردار ادا کرنے والا تھا۔ اس اعلان سے بے چین ہجوم کو قدرے قرار آگیا۔ لیکن یہ اطمینان عارضی تھا' ہجوم پھر چیخنے اور چلانے لگا۔ "کھیل ابھی شروع کرو۔ ہم اب انتظار نہیں کرسکتے۔" ایک گوشے میں بیٹھی ہوئی چند خوب صورت اور تیز طرار لڑکیاں سب سے زیادہ شور مچا رہی تھیں۔ ان کے خوبصورت چہرے شور مچانے سے گلنار ہو رہے تھے۔ انہوں نے اپنے قریب کھڑے ایک نوجوان کو گھیر لیا اور اس سے الٹے سیدھے سوال کرنے لگیں۔ نوجوان نے سوالوں کے جواب میں کہا۔ "ہاں۔ جو کھیل دکھایا جانے والا ہے۔ وہ ایک عمدہ کھیل ہے۔" ایک تیز طرار شوخ اور جاذب نظر لڑکی نے جملہ کسا۔ "بھلا آپ کو کیسے پتہ چلا ہے کہ یہ عمدہ کھیل ہے؟"

"خواتین میں جانتا ہوں کہ یہ ایک عمدہ کھیل ہے۔"

وہ ایک لمحے کے لئے رکا' پھر بولا "اس لئے کہ میں ہی اس کھیل کا مصنف پیری ہرینگوئر ہوں۔" لڑکیاں زور زور سے قہقہے لگانے لگیں۔ ادھر جیہان نے آوازہ لگایا۔ "کھیل شروع کرو۔ ورنہ ہم اپنا کھیل شروع کردیں گے۔" شور' بے چینی اور اضطراب اپنے عروج پر تھا کہ کھیل شروع کردیا گیا۔ چار اداکار کھیل کا ابتدائیہ کھیلنے کے لئے اسٹیج پر آگئے۔ ایک کردار نے بروکیڈ کا چغہ پہنا ہوا تھا۔ جس پر سیاہ لفظوں میں لکھا ہوا تھا میرا نام اشرافیہ ہے۔" ریشمی چغہ پہننے والے اداکار چغے کے پر "میرا نام رہبانیت ہے۔"

لکھا ہوا تھا۔ اونی لبادہ پہننے والے اداکار کے لبادے پر "میرا نام تجارت ہے۔" اور مہین ریشمی چغے والے اداکار کے چغے پر "میرا نام زراعت ہے۔" کے الفاظ لکھے ہوئے تھے۔ یہ کردار اپنے اپنے مکالمے ادا کر رہے تھے۔ ایک ستون کے قریب کھڑا ڈرامے کا مصنف گرینگوئر سب کچھ دیکھ رہا تھا کھیل کا آغاز اچھا ہوا تھا گرینگوئر کے چہرے پر مسرت کی چمک نظر آ رہی تھی۔ منظوم مکالموں کو غور سے سنتے ہوئے وہ مسکرا رہا تھا کہ وہ ہی ان مکالموں کا خالق ہے۔ اسی وقت ایک عجیب واقعہ رونما ہوا۔ چیتھڑوں میں لپٹا ہوا ایک بدہیئت کریہہ المنظر گداگر اٹھ کر کھڑا ہوا اور بھیک مانگنے لگا۔ اس کی تیز بھنبھنائی ہوئی کریہہ آواز نے سارا ماحول ہی بدل دیا۔ طالب علم جیہان نے زوردار قہقہہ لگایا۔ "ذرا اس بدمعاش کو تو دیکھو' یہ یہاں بھیک مانگنے چلا آیا ہے۔" وہ لوگ جو دل چسپی سے کھیل دیکھ رہے تھے۔ وہ قہقہے لگانے لگے اب ان کی ساری توجہ اس انوکھے گداگر پر مبذول ہو چکی تھی۔

"خدا کے لئے بھیک دو.... خدا کے نام پر بھیک...."

گرینگوئر کو یوں محسوس ہوا جیسے اسے برقی دھچکا لگا ہو۔ اداکار بھی بدحواس ہو رہے تھے۔ گرینگوئر نے چیخ کر کہا۔ "نکل جاؤ یہاں سے' نکل جاؤ...." پھر وہ اپنے اداکاروں پر برسنے لگا۔ "تم بولتے جاؤ.... کھیل شروع رکھو۔" چند منٹوں کے بعد ماحول پھر پرسکون ہو گیا۔ گداگر سکے جمع کر کے جا چکا تھا۔ لوگ ایک بار پھر کھیل کی طرف متوجہ ہو گئے۔ "اشرافیہ" اور "تجارت" کے درمیان زوردار مکالمہ بازی ہو رہی تھی کہ کسی نے چیخ کر اعلان کیا۔ "معزز کارڈینل اور محترم سفیر صاحب آ گئے۔"

بے چارہ گرینگوئر۔ اسے جس بات کا خدشہ تھا وہ ہو کر رہی اس کا ڈرامہ تباہ ہو رہا تھا۔ لوگ آنے والے مہمانوں کی طرف دیکھ رہے تھے۔ سب کی نظریں مہمانوں پر گڑی تھیں۔ شور' بدنظمی اسٹیج کی طرف کوئی بھی نہ دیکھ رہا تھا۔ اداکار بدحواس ہو کر سب کچھ بھول گئے تھے۔ جیہان اور اس کے ساتھی طالب علم شور مچا رہے تھے۔ کارڈینل اور فلمیش سفیر کو دیکھ کر لوگ تالیاں پیٹ رہے تھے۔ نعرے لگا رہے تھے۔ اس شور غوغا میں اداکار گرینگوئر کا واویلا بھی نہ سن سکے جو بار بار چیخ چیخ کر انہیں کہہ رہا تھا کہ وہ اپنا کام

جاری رکھیں۔ لیکن کھیل تباہ ہو گیا تھا۔ رہی سہی کسر' کارڈینل کے ساتھی' ژاکس کاپول نے گیلری میں کھڑے ہو کر تقریر شروع کر کے پوری کر دی۔

"پیرس کے شہریو!" میں نہیں جانتا کہ اس وقت اسٹیج پر کیا ہو رہا ہے۔ یوں نظر آ رہا ہے جیسے اسٹیج پر کھڑے لوگ ایک دوسرے کے ساتھ لڑنے والے ہوں۔ یقیناً یہ کھیل بے لطف اور بدمزہ ہو گا۔ اس سے بہتر تو یہ تھا کہ یہاں باکسر بلوائے جاتے اور ان کا مقابلہ ہوتا۔ یقیناً پیرس کے شہری اس سے زیادہ محظوظ ہوتے۔ خیر۔ نظرانداز کیجئے اس کھیل کو۔ میں جانتا ہوں کہ میری طرح یہاں سینکڑوں انسان۔ احمقوں کے پوپ' اور شہنشاہ حمقا کو دیکھنے آئے ہیں۔ ہاں اصل کام تو اس کا انتخاب ہے۔ کیوں نہ یہ کام شروع کیا جائے۔ جس شخص کا چہرہ سب سے بھدا' سب سے بدہیئت اور بدصورت ہو گا' ہم اسے احمقوں کا شہنشاہ چن لیں گے۔ پیرس کے شہریو! صلائے عام ہے۔ آیئے اور اپنے اپنے چہرے بگاڑ کر دکھایئے۔ تاکہ انتخاب ہو سکے۔"

لوگوں میں اشتیاق و جذبہ کی لہر دوڑ گئی۔ لوگ کھیل بھول بھال گئے۔ گرینگوئر کا جی چاہا کہ وہ چیخ چیخ کر لوگوں کو کھیل کی طرف متوجہ کرے۔ مگر اس نے اندازہ لگا لیا کہ لوگ اس کی کوئی بات نہ سنیں گے۔ لوگ ایک انوکھے کھیل میں شریک ہو چکے تھے ایک کھڑکی کا شیشہ توڑ دیا گیا۔ احمقوں کے بادشاہ کا اعزاز حاصل کرنے والے لوگ اس کھڑکی سے اپنا سر اندر کر کے عجیب عجیب شکلیں بناتے۔ لوگ دیکھ کر قہقہے لگاتے۔ اور پھر یوں سلسلہ جاری رہا۔

چاروں طرف تالیاں پیٹی جانے لگیں۔ شہنشاہ حمقاء اور احمقوں کے پوپ کا انتخاب کر لیا گیا تھا۔

آہ۔ وہ دنیا کا بدصورت ترین انسان تھا۔ پھیلا ہوا ٹوٹا ہوا خوفناک ناک۔ گھوڑے کی نعل کی طرح منہ' بائیں آنکھ بند' اس پر جھکی ہوئی سرخ رنگ کی کانٹوں جیسی پلکیں' بائیں آنکھ سوجھی ہوئی' اور عجیب وحشت ناک رنگ لئے ہوئے' بے ترتیب ٹوٹے ہوئے دانت' موٹے موٹے ہونٹ اور ان میں جھانکتا ہوا ایک بدنما دانت' جیسے ہاتھی کی سونڈ ہو۔ مڑی تڑی ٹھوڑی' کمر پر کب وہ یقیناً بدصورتی کی انتہا تھا۔ اس کا انتخاب متفقہ طور پر

ہوا تھا۔ ہجوم اسے احمقوں کے پوپ کا لباس پہنانے کے لئے بے تاب ہو رہا تھا۔ لوگ اسے دیکھ دیکھ کر نعرے لگا رہے تھے۔ آہ وہ اس کا بڑا سر جس پر سخت اور کھردرے سرخ رنگ کے بال تھے۔ بڑے بڑے مضبوط کندھے جھکے ہوئے' اور کمر کا کب... اونٹ کے کوہان کی طرح نمایاں' اس کی ٹانگوں کی ساخت بھی عجیب و غریب تھی مڑی تڑی' ٹیڑھی' ایک ٹانگ دوسری سے چھوٹی' پاؤں بڑے بڑے' ہاتھ کسی درندے کے پنجے کی طرح... اپنی تمام تر بدصورتی اور بد ہیئتی کے باوجود وہ ایک طاقتور انسان تھا۔ اس کی قوت۔ اس کی خوب صورتی تھی۔ احمقوں کا پوپ کسی ایسے دیو کی طرح تھا جس کے جسم کو توڑ پھوڑ کر ایک بار پھر بھدے انداز میں جوڑ دیا گیا ہو وہ بے حس و حرکت' ساکت و صامت کھڑا تھا۔ اس نے سرخ کوٹ پہن رکھا تھا۔ جس پر کتنی ہی گھنٹیاں لٹک رہی تھیں۔ لوگ اسے ایک ہی نظر میں پہچان کر چیخ رہے تھے۔ "یہ تو قاسیمڈو۔ گھڑیال بجانے والا ہے... نوٹرے ڈیم کا کبڑا۔ ٹیڑھی ٹانگوں والا قاسیمڈو۔ ہرا ہرا.... واقعی۔ وہ سب کا جانا پہچانا تھا۔ اور لوگوں نے اس بدبخت کے کئی نام رکھے ہوئے تھے۔

"حاملہ عورتوں کو چاہئے کہ وہ اس طرف نہ دیکھیں۔" کچھ طالب علم چیخے۔

"اور وہ جو حاملہ ہونا چاہتی ہیں؟" جیہان نے اونچی آواز میں جملہ کسا۔

عورتوں میں کھلبلی مچی ہوئی تھی۔ وہ اسے دزدیدہ نظروں سے دیکھتی تھیں اور ان کے چہرے پیلے پڑ جاتے تھے۔ "اوہ بصورت بوزنہ..." کسی نے کہا "اس سے زیادہ بدصورت تو کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔" ایک اور بولی۔ "یہ تو خود شیطان ہے۔ ایک اور نے اپنا دکھ بیان کیا۔ "میں نوٹرے ڈیم کے قریب رہتی ہوں۔ یہ ساری رات گرجے کی چھت پر بھاگتا رہتا ہے۔ یہ چڑیلوں کا ساتھی ہے۔ ایک دن یہ میرے دروازے پر جھاڑو رکھ گیا تھا۔" "کبڑا درندہ... اخ تھو..." ایک شریر نوجوان۔ قاسیمڈو کے قریب آکر ہنسنے لگا۔ قاسیمڈو نے اسے اچانک اپنے بازوؤں میں لے لیا اور سر سے دس فٹ اوپر لے جا کر ہجوم کی طرف اچھال دیا۔ کارڈینل کے نمائندے کاپنول نے اس کے قریب آکر کہا۔ "تم دنیا کی عمدہ ترین بدصورتی کا مجسمہ ہو۔ ایسی بدصورتی نہ دیکھی نہ سنی۔ تمہیں تو روم کا پوپ ہونا چاہئے تھا۔" قاسیمڈو بے حس و حرکت بے نیاز سا کھڑا رہا۔ کاپنول نے پوچھا۔

"کیا بات ہے... کیا تم بہرے ہو۔" قاسیمڈو واقعی بہرہ تھا۔ ایک بوڑھی عورت نے چیخ کر کہا۔ "میں جانتی ہوں یہ بہرہ ہے۔"

"واہ.... یہ عظیم الشان بے مثال بدصورتی اور پھر بہرہ بھی...."

"میں اسے جانتا ہوں۔" جیہان نے کہا۔ "یہ میرے بھائی کا خاص ملازم ہے۔ میرے بھائی فرولو کا ملازم.... نوٹرے ڈیم کی گھنٹیاں بھی بجاتا ہے۔ جب کبھی اس کا جی چاہے یہ بول لیا کرتا ہے۔ یہ گونگا نہیں۔ صرف بہرہ ہے۔"

جیب کتروں' بدقماشوں' چوروں' اچکوں' گداگروں اور طالب علموں کا ایک ہجوم قاسیمڈو کے لئے لکڑی کا بنا ہوا ایک تخت لے آیا تھا۔ اس کو پوپ کا جعلی لبادہ بھی پہنا دیا گیا۔ قاسیمڈو بڑے فخر کے ساتھ تخت پر بیٹھ گیا۔ بارہ احمق ساتھیوں نے اس کا تخت اٹھایا۔ قاسیمڈو کے بدہیئت چہرے پر ایک عجیب طرح کی مضحکہ خیز مسکراہٹ دکھائی دینے لگی۔ لوگ چیختے ہوئے نعرے لگاتے ہوئے' احمقوں کے شہنشاہ اور احمقوں کے پوپ کے تخت کے پیچھے جلوس کی صورت میں باہر نکل گئے!!

قصرانصاف میں انسانوں کا ہجوم چھٹ گیا تھا۔ اس سارے عرصہ میں شاعر۔ فلسفی اور ڈرامہ نگار گرینگوئر اپنے اداکاروں کو مجبور کرتا رہا کہ وہ کھیل کو جاری رکھیں۔ گرینگوئر کی امیدوں پر اوس پڑچکی تھی۔ پھر بھی ایک دھندلی سی امید ابھی باقی تھی کہ لوگ اس کا کھیل ضرور دیکھیں گے۔ جب قاسیمڈو کا جلوس روانہ ہوگیا تو اس نے اپنے آپ سے کہا۔ "ان بدمعاشوں سے تو نجات ملی۔" لیکن جب اس نے ہال کی طرف دیکھا تو ہال خالی ہوچکا تھا۔ یہ "بدمعاش" بھی اس کے ناظرین تھے۔ ہال میں گنتی کے چند بچے اور بوڑھے ہی پیچھے رہ گئے تھے۔ اور کچھ طالب علم کھڑکیوں میں جھکے ہوئے باہر کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اچھا گرینگوئر نے اپنے آپ سے کہا۔ "اب بھی کچھ لوگ یہاں موجود ہیں جو میرے کھیل کو آخر تک دیکھنے کے خواہشمند ہیں۔ یہ زیادہ تو نہیں لیکن یہ منتخب اور مہذب ناظرین ہیں۔"

اسی لمحے کھڑکی میں کھڑے ایک طالب علم نے نعرہ لگایا۔ "لاایمرالڈا...لاایمرالڈا" جانے اس لفظ میں کیا طلسم تھا کہ بڑے ہال میں جو چند بچے کھچے لوگ بیٹھے تھے وہ بھی اٹھ

کر کھڑکیوں کی طرف بھاگے۔ اور وہ بار بار کہہ رہے تھے "لاایمرالڈا' لاایمرالڈا" اسی وقت باہر سے تالیوں کی گونجدار آواز سنائی دی۔ "لاایمرالڈا" یہ کون کیا ہے 'کیا ہے' گرینگوئر سوچنے لگا وہ انتہائی مایوس ہوچکا تھا۔ اس نے دیکھا کہ وہ اداکار جس نے جوپیڑدیوتا کا کردار ادا کرنا تھا وہ جوپیڑدیوتا کے ملبوس میں' کھڑکی سے باہر کی طرف جھانک رہا ہے۔ "تم یہاں کیا کر رہے ہو۔ اسٹیج پر جاؤ۔" گرینگوئر نے اسے ڈانٹا۔ اداکار نے جواب دیا۔ "اسٹیج پر کیسے جاؤں۔ کچھ طالب علم اسٹیج پر جانے والی سیڑھی اٹھا کر لے گئے ہیں۔ گرینگوئر نے دیکھا۔ واقعی سیڑھی غائب تھی۔ اسٹیج پر پہنچنے والے تمام رسے کاٹ دیئے گئے تھے۔ "طالب علم سیڑھی کہاں لے گئے ہیں۔" اس نے پوچھا۔ "وہ دیکھئے وہ سیڑھی پر چڑھے باہر لاایمرالڈا کی طرف دیکھ رہے ہیں۔"

گرینگوئر کا کھیل تباہ ہوچکا تھا۔ تمام امیدیں دم توڑ چکی تھیں وہ قصرانصاف سے باہر جانے والے راستہ پر چل پڑا۔ "پیرس کے یہ لوگ کتنے احمق ہیں۔ وہ یہاں کھیل دیکھنے کے لئے آئے تھے۔ مگر کسی نے کھیل کی طرف توجہ نہیں دی۔ یہ سب لوگ گداگر طورلیفو' ژاکس کاپنول' اور قاسیمڈو میں دل چسپی لیتے ہیں۔ انہیں فنون لطیفہ سے کوئی رغبت نہیں۔ میں یہاں لوگوں کے مشتاق چہرے دیکھنے آیا تھا۔ لیکن دیکھنے کو کیا ملا۔ لوگوں کی بے اعتنائی۔ لیکن۔ لعنت ہو مجھ پر۔ یہ لاایمرالڈا کیا ہے یہ کس طرح کا لفظ ہے... کس زبان کا لفظ ہے؟"

انوکھی شادی

گرینگوئر جب قصرانصاف سے باہر نکلا تو رات سر پر آچکی تھی۔ کھیل کی ناکامی اور غیر متوقع تباہی کی وجہ سے وہ تنہائی چاہتا تھا۔ اس لئے سنسان اور تاریک گلیوں کو دیکھ کر اسے خاصی خوشی ہوئی۔ وہ شاعر تھا۔ لیکن ہمیشہ سوچ بچار اور فلسفہ میں پناہ لیتا تھا۔ اس کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ پچھلے چھ ماہ سے اس نے اپنے بھدے اور تنگ کمرے کا کرایہ ادا نہ کیا تھا اور مالک مکان نے اسے باہر نکال پھینکا تھا۔ اس کی تمام تر امیدیں اس کھیل پر لگی

ہوئی تھیں۔ جس کی تباہی نے اس کی بدقسمتی پر آخری مہر لگا دی تھی۔ باہر نکل کر وہ سوچنے لگا کہ آج کی رات اسے کہاں بسر کرنی ہے؟ سڑک کا کون سا گوشہ ایسا ہو سکتا ہے۔ جہاں اسے کوئی تنگ نہ کرے گا۔ جب وہ چوک میں پہنچا تو اس نے احمقوں کے پوپ کا جلوس دیکھا۔ اس منظر سے اس کے تازہ تازہ زخم پھر ہرے ہو گئے۔ اور وہ ایک سنسان گلی کی طرف بھاگ نکلا۔ وہ شدت سے خنکی محسوس کرنے لگا تھا۔ اس وقت اسے یاد آیا کہ آج تہوار کی خوشی میں کئی جگہ لوگوں نے الاؤ روشن کئے ہوں گے۔ کیوں نہ وہ کسی ایسی سمت کا رخ اختیار کرے۔ جہاں کوئی الاؤ روشن ہو۔ وہ چلتے ہوئے اپنے آپ سے باتیں بھی کر رہا تھا۔ "لعنت ہو اہل پیرس پر' مجھے آگ کی چنگاری سے بھی محروم کر رہے ہیں۔" چند گز کے فاصلے پر اسے لوگوں کا ایک مجمع دکھائی دیا لوگ دائرے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ "وہاں ضرور الاؤ روشن ہے اس نے اپنے آپ سے کہا اور اس طرف لپکا۔ اور ہجوم میں گھس گیا۔ وہاں الاؤ نہ تھا بلکہ ایک خوب صورت لڑکی رقص کر رہی تھی۔ جونہی گرینگوئر کی اس پر نظر پڑی۔ لڑکی کے حسن سے اس کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ چند لمحوں تک تو وہ یہ فیصلہ بھی نہ کر سکا کہ اس کے سامنے رقص کرنے والی۔ مخلوق لڑکی ہے یا کوئی پری۔ لڑکی متناسب اور کشیدہ قامت کی مالک تھی۔ اس کا رنگ دہکتا ہوا تھا۔ روسی اور اندلسی نسلوں کا خون شاید اس کی رگوں میں دوڑ رہا تھا۔ اس کی بڑی بڑی سیاہ آنکھیں ستاروں کی طرح چمک رہی تھیں۔ اس کا بے مثال سراپا ایک ایرانی قالین کے ٹکڑے پر رقص کر رہا تھا سب لوگوں کی آنکھیں اس پر جمی ہوئی تھیں اس کے بازوؤں میں ایک طنبورہ تھا۔ جس کو وہ بجا رہی تھی۔ ناچ رہی تھی۔ وہ کوئی غیر ارضی مخلوق دکھائی دے رہی تھی۔ "اوہ یہ تو جل پری ہے۔" "ارے نہیں۔" گرینگوئر نے اپنے آپ سے کہا۔ اس کی لانبے اور کھلے بالوں میں تانبے کے سکے پروئے ہوئے تھے۔ "ارے نہیں۔" گرینگوئر نے اپنے آپ سے کہا۔ "یہ دیوی نہیں جپسی ہے۔ خانہ بدوش لڑکی۔"

وہ رقص کرتی رہی۔ ایک شعلہ تھا جو ساز کی گت پر لرزاں تھا۔ انسانوں کے ہجوم میں۔ ہر شخص اس کے رقصاں جسم میں گم تھا۔ ان گنت چہروں میں ایک ایسا بھی چہرہ تھا خانہ بدوش رقاصہ لڑکی کے رقص میں سب سے زیادہ جذب تھا۔ وہ انسانوں کے ہجوم

میں پھنسا کھڑا تھا۔ اس لئے یہ پتہ نہ چل رہا تھا کہ اس نے کیسے کپڑے پہن رکھے ہیں۔ اس کی عمر پینتیس برس سے زیادہ نہ تھی۔ اگرچہ وہ مکمل طور پر گنجا ہو چکا تھا لیکن سر کے ارد گرد بالوں کی ہلکی سی جھالر تھی اور اس کی کنپٹیاں اسی عمر میں ہی سفید ہو گئی تھیں۔ اس کی فراخ پیشانی پر لکیروں نے قبضہ جمانا شروع کردیا تھا۔ وہ اپنی آنکھوں میں رقاصہ کو جذب کئے جا رہا تھا۔

اچانک رقاصہ لڑکی نے رقص ختم کیا لوگ بے اختیار تالیاں بجانے لگے۔

"جالی۔ ادھر آؤ۔" رقاصہ نے آواز دی۔ اور ایک سفید رنگ کی بکری' جو اب تک قالین کے ٹکڑے کے ایک کونے پر بیٹھی اپنی مالکن کا رقص دیکھتی رہی تھی' اٹھ کر اس کے قریب آگئی۔ بکری کے سینگوں کو رنگا ہوا تھا۔ اس کے سم بھی چمک رہے تھے۔ اس کے گلے میں ایک خوب صورت گلوبند تھا۔ "اب تیری باری ہے جالی" لڑکی نے پہلی آواز میں بکری سے کہا۔ بکری نے اثبات میں سرہلایا۔ "ہاں تو آج کونسا مہینہ ہے۔" رقاصہ نے اپنا طنبورہ بکری کے سامنے کردیا بکری نے اپنے ایک پاؤں سے طنبورے کو کھنکھٹانا شروع کیا۔ ایک بار کھٹکھٹا کر وہ رک گئی۔ لوگوں نے تالیاں بجا کر داد دی۔ واقعی یہ سال کا پہلا مہینہ جنوری تھا۔ "اچھا تو یہ مہینہ کا کونسا دن ہے؟" بکری نے طنبورے کو چھ بار کھٹکھٹا کر اعلان کردیا کہ یہ اس مہینے کا چھٹا دن ہے۔ اسی طرح بکری نے وقت بھی بتا دیا۔ واقعی اس وقت رات کے بارہ بج رہے تھے۔ "یہ جادو ہے... ٹونہ ٹوٹکا۔" مجمعے میں سے کسی نے کہا۔ یہ آواز اسی گنجے آدمی کی تھی۔ یہ آواز سن کر رقاصہ ایک بار تو لرز گئی۔ بکری اپنی خوب صورت مالکن کے اشاروں پر دل چسپ حرکتیں کرکے دکھاتی رہی۔ لوگوں کی چال ڈھال کی نقلیں اتارتی رہی۔ لوگ تالیاں بجاتے رہے اور گنجا آدمی چیختا رہا۔ "کفر... جادو..... بھوت پریت....." لڑکی نے گھوم کر پھر اس کو دیکھا پھر کانپی اور پھر لوگوں سے سکے وصول کرنے لگی۔ لوگوں نے اس پر سکوں کی برسات کردی۔ لڑکی گرینگوئر کے سامنے آکر کھڑی ہو گئی۔ "لعنت ہو مجھ پر' میرے پاس تو ایک دھیلا بھی نہیں۔" اس نے اپنے آپ سے کہا وہ حسینہ بے مثال اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے اس کے سامنے کھڑی تھی۔ اسی وقت ایک تیز آواز سنائی دی' جو چیخ سے مشابہ تھی۔

"خانہ بدوش چڑیل بھاگ جا یہاں سے..." یہ آواز چوک کے تاریک کونے سے آ رہی تھی۔ لڑکی نے مڑ کر دیکھا۔ اس کے چہرے پر خوف تھا۔ یہ آواز جسے اس نے خوفزدہ کر دیا تھا۔ زنانہ آواز تھی۔ کچھ لوگ بولے۔ "او یہ تو رولاں ٹاور میں رہنے والی بڑھی ہے۔ شاید آج اسے کھانے کو نہیں ملا۔" رقاصہ وہاں سے چلدی۔ مجمع چھٹ گیا۔ گرینگوئر ایک بار پھر سوچنے لگا' آج رات کہاں بسر کرے گا۔ وہ اپنے خیالوں میں گم تھا کہ اسے خانہ بدوش لڑکی کے گانے کی آواز سنائی دی اس کی آواز' اتنی ہی خوب صورت تھی جتنی کہ وہ خود تھی گرینگوئر جہاں اس کی آواز کی شیرینی پر سر دھن رہا تھا۔ وہاں یہ بھی سوچ رہا تھا کہ وہ کس زبان میں گیت گا رہی ہے۔ یہ زبان نہ اس نے پہلے کبھی پڑھی تھی نہ سنی تھی۔ خانہ بدوش لڑکی کا نغمہ داؤدی جاری تھا کہ پھر کسی عورت کی تیز اور چیختی ہوئی آواز فضا میں گونجی' "بند کرو یہ گیت خانہ بدوش چڑیل.... میں تم سب کا خون پی لوں گی" لڑکی کا گیت دم توڑ گیا۔ گرینگوئر جو دم بخود کھڑا گیت سن رہا تھا۔ وہ چونک کر رہ گیا۔ چاروں طرف سے آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ اس نے مڑ کر دیکھا۔ احمقوں کے پوپ کا جلوس اس طرف آ رہا تھا۔ گداگر' اچکے' بدقماش اور پیرس کے شہری اس جلوس میں شریک تھے۔ قاسیمڈو اپنی تمام تر گھناؤنی بدصورتی کے ساتھ تخت پر بیٹھا تھا جو لوگوں کے کندھوں پر رکھا ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر عجیب طرح کا فخر تھا۔ زندگی میں پہلی بار اسے فخر کرنے کا موقع نصیب ہوا تھا ورنہ اس روز سے پہلے' ساری عمر اس نے لوگوں کی حقارت اور نفرت ہی برداشت کی تھی۔ گرینگوئر نے دیکھا کہ اس کی طرح ایک اور اکیلا آدمی بھی جلوس کو دیکھ رہا تھا۔ یہ وہی گنجا آدمی تھا جس کی آواز نے کچھ عرصہ پہلے خانہ بدوش لڑکی کو لرزا دیا تھا۔ گرینگوئر نے اسے ایک ہی نظر میں پہچان لیا۔ "اوہ یہ تو کلائیڈ فرولو ہے۔ نوٹرے ڈیم کا بڑا پادری.... یہ یہاں کیا کر رہا ہے۔ کتنی خوفناک نظروں سے قاسیمڈو کو گھور رہا ہے۔" قاسیمڈو نے بھی پادری فرولو کو دیکھ لیا تھا۔ اسے دیکھ کر قاسیمڈو کا ردعمل لوگوں کے لئے بڑا ہیبت ناک تھا۔ قاسیمڈو جو تخت پر لوگوں کے کندھوں پر سوار تھا۔ اس نے اٹھ کر چھلانگ لگائی اور پادری فرولو کے قدموں میں گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ اس منظر کو دیکھ کر لوگ ششدر رہ گئے۔ عورتوں کی چیخیں نکل گئیں۔

پادری فرولو نے چند لمحوں میں قاسیمڈو کے سر سے تاج اتار کر پھینک دیا۔ پوپ کا جولبادہ اسے پہنا دیا تھا اسے نوچ کر پھینک دیا۔ قاسیمڈو۔ سر جھکائے' ہاتھ باندھے' ادب سے گھٹنوں کے بل بیٹھا رہا۔ اس کے بعد پادری اور قاسیمڈو میں عجیب و غریب اشاروں میں مکالمہ ہونے لگا۔ پادری فرولو بے حد غصے میں تھا۔ لوگ حیران تھے کہ قاسیمڈو پادری کے سامنے اتنا مسکین کیوں نظر آرہا ہے۔ وہ چاہتا تو اپنے ہاتھ کی ایک جنبش سے پادری کو کچل سکتا تھا۔ پادری فرولو نے قاسیمڈو کے بھاری اور مضبوط شانوں کو جھنجھوڑتے ہوئے اسے اٹھنے کا اشارہ۔ قاسیمڈو اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ اب وہ احمقوں کا پوپ تھا۔ نہ بادشاہ....وہ کبڑا' بدصورت اور کریہہ المنظر قاسیمڈو تھا جو کسی غلام کی طرح سر جھکائے پادری فرولو کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ چند منٹوں کے بعد وہ ایک تاریک گلی میں نظروں سے اوجھل ہوگئے۔ ”کیا منظر تھا؟“ گرینگوئر نے اپنے آپ سے کہا مگر مجھے کھانے کے لئے کہاں سے کچھ ملے گا؟“

کسی وجہ کے بغیر' گرینگوئر نے خانہ بدوش لڑکی کے تعاقب کا فیصلہ کرلیا۔ وہ پیرس کی گلیوں کا شناور تھا۔ انہی گلی کوچوں میں اس کی زندگی کے شب و روز بسر ہوئے تھے۔ ”کیوں نہ میں اس کا پیچھا کروں؟ آخر یہ کہیں نہ کہیں تو رہتی ہی ہوگی۔ ویسے بھی سنا ہے کہ جپسی بڑے نرم دل کے مالک ہوتے ہیں شاید مجھے شب بسری کے لئے جگہ اور پیٹ بھرنے کے لئے کھانا مل جائے۔“ وہ تاریک گلیوں میں رقاصہ لڑکی کا تعاقب کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد لڑکی کو بھی احساس ہوگیا کہ کوئی اس کا تعاقب کر رہا ہے۔ اس نے کئی بار مڑ کر پیچھے دیکھا۔

گرینگوئر کا اچھی طرح جائزہ لیا اور ناک بھوں چڑھا کر تیزی سے ایک موڑ مڑ کر گرینگوئر کی نظروں سے غائب ہوگئی۔

گرینگوئر چند لمحوں تک وہاں کھڑا رہا۔ اسے کچھ سجھائی نہ دے رہا تھا کہ اب کس طرف جائے۔ اچانک چیخ کی آواز سنائی دی۔ یہ خانہ بدوش لڑکی کی چیخ تھی۔ وہ بھاگا۔ موڑ مڑنے کے بعد اس نے دیکھا کہ کنواری مریم کے مجسمے کے سامنے جپسی لڑکی دو آدمیوں کے حصار سے نکلنے کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہی ہے۔ دو مرد اسے پکڑے ہوئے

تھے۔ جپسی لڑکی کی بکری خوف سے ممیا رہی تھی۔ گرینگوئر اسے بچانے کے لئے بہادری سے آگے بڑھا۔ ایک آدمی نے مڑ کر اسے اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا تو گرینگوئر اسے پہلی نظر میں ہی پہچان گیا۔ وہ کبڑا قاسیمڈو تھا۔ قاسیمڈو اس کی طرف بڑھا اور اس نے الٹے ہاتھ سے گرینگوئر کے ایک ایسی ضرب لگائی کہ وہ تیورا کر نیچے گرا اور بے ہوش ہوگیا۔ بے ہوش ہونے سے پہلے اس نے جو آخری آواز سنی وہ جپسی لڑکی کی چیخ تھی۔ "مدد مدد... یہ لوگ مجھے اغوا کر رہے ہیں... قتل کرنا چاہتے ہیں۔" قاسیمڈو نے جپسی لڑکی کو ایک بازو سے پکڑ کر اسے گھسیٹنا شروع کردیا قاسیمڈو کا پراسرار ساتھی چل رہا تھا۔ اور اس کے پیچھے ممیاتی ہوئی بکری تھی۔ اسی وقت ایک گھڑسوار سامنے سے نمودار ہوا۔ جس نے دبدبے سے چیخ کر کہا۔ "بدمعاش رک جاؤ۔ چھوڑ دو اس لڑکی کو...." یہ گھڑسوار نوجوان بادشاہ کے خاص دستے کا کپتان فوبیس تھا۔ اس نے لڑکی کو قاسیمڈو کے بازوؤں سے چھین کر گھوڑے پر بٹھایا۔ اور گھوڑا آگے بڑھا دیا یہ سب کچھ اتنی تیزی اور غیر متوقع صورت میں ہوا کہ قاسیمڈو حیران رہ گیا۔ جب اسے کچھ احساس ہوا تو وہ اپنے شکار کو چھیننے کے لئے کپتان کے پیچھے بھاگا۔ لیکن تب تک اسے پندرہ سولہ سپاہیوں نے جکڑ لیا۔ منٹوں میں قاسیمڈو کو پکڑ کر باندھ دیا گیا۔ وہ بڑبڑا رہا تھا۔ اور غصے سے چیخ رہا تھا۔ اس دوران میں تاریکی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کا پراسرار ساتھی وہاں سے رفوچکر ہونے میں کامیاب ہوچکا تھا۔

جپسی لڑکی۔ کپتان فوبیس کے گھوڑے پر سوار تھی۔ اس نے اپنے ہاتھ کپتان فوبیس کے کندھوں پر رکھے ہوئے تھے۔ وہ اسے محبت اور تشکر سے دیکھ رہی تھی۔ کپتان فوبیس بے حد وجیہہ اور خوب صورت جوان تھا۔ جپسی لڑکی نے اپنی شیریں آواز میں پوچھا۔ "جناب آپ کا کیا نام ہے۔" خوب صورت کپتان نے اپنی مونچھوں کو تاؤ دے کر کہا۔ "کپتان فوبیس۔" جپسی لڑکی نے پھر اس کی طرف محبت اور تشکر سے دیکھا۔ اور مسکراتی ہوئی گھوڑے سے اتر کر بولی۔ "شکریہ جناب" اور پھر بھاگ کر اندھیرے میں مدغم ہوگئی۔

گرینگوئر چند منٹوں تک بے ہوش پڑا رہا، پھر آہستہ آہستہ وہ ہوش کی دنیا میں واپس آیا، تو اس نے دیکھا کہ وہ کنواری مریم کے مجسمے کے قریب اکیلا ہی گرا پڑا ہے۔ قاسیمڈو

کو اس نے دل میں برا بھلا کہا۔ جس کے ایک ہاتھ نے اسے بے ہوش کردیا۔ وہ کیچڑ میں گرا تھا۔ اس لئے اس کا لباس کیچڑ سے لتھڑ چکا تھا۔ "اوہ پیرس کا کیچڑ کتنا بدبودار ہے۔" پھر وہ اپنے ذہن پر زور دے کر گزرے ہوئے واقعہ کی تفصیلات یاد کرنے لگا۔ اسے یقین ہونے لگا تھا کہ اس نے قاسیمڈو کے ساتھ جس شخص کو دیکھا تھا۔ وہ نوٹرے ڈیم کا بڑا پادری فرولو تھا۔ "لیکن کتنی عجیب بات ہے کہ پادری فرولو جیسی لڑکی کو قاسیمڈو کی مدد سے اغوا کرا رہا تھا۔ اوہ میرے خدا۔ یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے۔ مجھے سردی لگ رہی ہے۔" وہ اٹھ کر کھڑا ہوا تھا کہ شریر لڑکوں کی ایک ٹکڑی شور مچاتی ادھر آنکلی۔ ان بچوں نے اس کو کیچڑ میں لت پت دیکھا تو اس پر آوازے کسنے لگے۔ وہ شریر بچوں سے جان بچانے کے لئے وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔ اسے اب نہ سمت کا احساس تھا نہ یہ علم کہ وہ کن راستوں پر بھاگ رہا ہے۔ جب وہ بھاگتے بھاگتے ہانپنے لگا تو سانس لینے کے لئے رکا۔ اور اپنے آپ سے کہنے لگا۔ "اس وقت مجھے آگ کی ضرورت ہے۔ اگر آگ نہ ملی تو میں ٹھٹھر کر مرجاؤں گا۔" وہ تیزی سے پھر چل پڑا وہ ایک تاریک اور اندھی گلی سے گزر رہا تھا۔ اسے کچھ خبر نہ تھی کہ وہ اس وقت کہاں ہے۔ اسے دور آگ جلتی ہوئی نظر آئی۔ تو وہ خوش ہوگیا۔ وہ آگے بڑھتا گیا۔ گلی کیچڑ سے لت پت تھی۔ بھوک سے اس کا برا حال ہو رہا تھا۔ آگے بڑھا تو اسے ایک عجیب منظر نظر آیا۔ ایک بے ٹانگوں والا آدمی اس کی طرف ہاتھ پھیلائے ہوئے تھا۔ اس کے ہاتھ میں دھات کا پیالہ تھا۔ وہ تیزی سے آگے بڑھا۔ اس نے دیکھا کہ کتنے ہی اپاہج اور کریہہ المنظر گداگر بے ترتیب حالت میں بیٹھے ہوئے ہیں رات کی اس تاریکی میں وہ گداگروں کی گمنام بستی میں نکل آیا تھا۔ یہ ان لوگوں کی بستی تھی جو اپاہج بن کر سارا دن پیرس میں بھیک مانگتے تھے۔ ان کے دم سے جرائم ہوتے تھے۔ اس نے مڑنا چاہا لیکن کتنے ہی اندھے اور لولے لنگڑے بھدے اور گندے گداگر اس کو گھیرے میں لے چکے تھے۔ وہ ان کی مملکت میں بلا اطلاع اور بغیر اجازت گھس آنے کے جرم کا مرتکب ہوا تھا۔ اس نے چیخ کر پوچھا۔ "میں کہاں ہوں۔" ایک گھناؤنے چہرے والے گداگر نے جواب دیا "تم معجزوں کے دربار میں ہو۔" گرینگوئر اس عرصے میں ماحول کا جائزہ لے چکا تھا۔ وہ دیکھ چکا تھا کہ اندھے دیکھ رہے ہیں۔

لنگڑے شان سے چل رہے ہیں۔ اس کی حس ظرافت پھڑکی اور اس نے کہا۔ ''واقعی یہ معجزوں کی بستی ہے کہ اندھے دیکھ رہے ہیں۔ لنگڑے چل رہے ہیں۔ مگر یہاں کا مسیحا کہاں ہے۔''

وہ ایک بہت بڑے چوراہا نما صحن میں کھڑا تھا۔ اس کے اردگرد بدبو دار لباس پہنے ہوئے کتنے ہی عجیب الخلقت لوگ کھڑے تھے۔ وہ ان لوگوں کی بستی میں آگیا تھا جو پیسے کے لالچ کے لئے جعلی اندھے اور اپاہج بنے ہیں۔ جو قاتل' چور اور اٹھائی گیرے ہیں۔ گرینگوئر خوفزدہ ہوچکا تھا۔ کسی گداگر نے چیخ کر کہا۔ ''اسے بادشاہ سلامت کے پاس لے چلو۔'' تمام گداگر چیخنے لگے۔ ''ہاں بادشاہ سلامت کے پاس لے چلو بادشاہ سلامت کے پاس لے چلو گرینگوئر کو یہ محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ کوئی بھیانک خواب دیکھ رہا ہے۔ مگر یہ خواب نہ تھا۔ حقیقت تھی۔ گندے میلے اور بدنما ہاتھ اس کو آگے دھکیل رہے تھے۔ اس نے دیکھا کہ ایک بڑا الاؤ روشن ہے۔ اس کے اردگرد بے ترتیبی سے میزیں بچھی ہوئی ہیں۔ میزوں پر شراب سے بھرے ہوئے جگ پڑے تھے۔ ایک میز پر ایک موٹے تازے جسم والا بدصورت آدمی چٹخارے لے کر ایک کسبی کو چوم رہا تھا۔ ایک شخص سپاہی بنا سیٹی بجا رہا تھا۔ ایک شخص کچھ لوگوں کے سامنے کھڑا صابن چبا چبا کر منہ سے جھاگ نکال رہا تھا۔ کھدرے بلند بانگ قہقہوں اور گندے گیتوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ چار سال کا ایک اغوا شدہ بچہ آنسو بہا رہا تھا۔ ایک بہت بڑے تخت پوش پر ایک شخص بڑے ٹھاٹھ سے بیٹھا ہوا تھا۔ یہ بادشاہ سلامت تھے۔ گداگروں کی بستی کا بادشاہ! ''یہ بدمعاش کون ہے۔'' بادشاہ سلامت نے پوچھا۔ یہ آواز یہ حلیہ گرینگوئر کو کچھ جانا پہچانا لگا۔ اس نے غور سے دیکھا۔ وہ پیرس کا مشہور گداگر طورلیفو تھا۔ وہی جس نے آج اس کے ڈرامے کے درمیان بھیک مانگ کر اس کے ڈرامے کا بیڑہ غرق کردیا تھا۔ اس وقت اس کا کٹا ہوا بازو صحیح و سلامت نظر آرہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں سفید چمڑے کا ایک کوڑا پکڑا ہوا تھا۔ گرینگوئر نے بوکھلا کر کہا۔

''جناب! میرے آقا... حضور... میں آپ کو کس القاب سے خطاب کروں۔''

''آقا' حضور' شہنشاہ معظم' ساتھی جو تمہارا جی چاہے مجھے کہہ دو۔ مگر جلدی کرو۔ تم

اپنی صفائی میں کیا کہنا چاہتے ہو۔" گداگروں کے بادشاہ طورلیفو نے رعب سے کہا۔

"میں وہی ہوں جس کا ڈرامہ آج صبح..." گرینگوئر کو کچھ سوجھ نہ رہا تھا۔

"بدمعاش صرف اپنا نام بتاؤ۔ یاد رکھو اس وقت تم تین عظیم شہنشاہوں کے حضور کھڑے ہو۔ ایک میں ہوں جو شہنشاہ ہے۔ یہ زرد رنگ والا بوڑھا۔ اسے غور سے دیکھو یہ میتھالس ہے۔ مصر اور بوہیما کا ڈیوک' یہ تیسرا روسو ہے گیلیلی کا شہنشاہ تم بلا اجازت ہماری ریاست میں گھس آئے ہو۔ تم نے ہماری حکومت کے قوانین کو پامال کیا ہے۔ اگر تم چور اچکے یا بدمعاش نہیں ہو تو ہم تمہیں کڑی سزا دیں گے۔"

"مجھے افسوس ہے کہ میں ان میں سے کوئی بھی نہیں ہوں میں تو ایک مصنف ہوں..."

"بس تو پھر ٹھیک ہے۔" طورلیفو نے کہا۔ "ہم تمہیں پھانسی دیں گے۔ تم نے ہمارے قوانین کو ملیا میٹ کیا ہے۔"

"آگے بڑھو میرے دوست۔ مرنے سے پہلے اپنے یہ چیتھڑے ان خواتین میں تقسیم کردو۔ میں اپنی رعایا کی تفریح طبع کے لئے تمہیں پھانسی دینا چاہتا ہوں اور جو کچھ تمہارے بٹوے سے نکلے گا وہ ان میں بانٹ دوں گا تاکہ وہ تمہارے نام کی شراب پی سکیں۔"

گرینگوئر کے ہوش اڑ گئے۔ معاملہ سنجیدہ ہوتا چلا جا رہا تھا۔ "حضور والا' بادشاہو' شہنشاہو۔ میرا نام پیری گرینگوئر ہے۔ میں ہی وہ شاعر ہوں۔ جس کا کھیل آج قصر انصاف میں کھیلا گیا ہے۔"

"اچھا تو تم وہ ہو۔" گداگروں کے بادشاہ طورلیفو نے کہا۔ "میں اس کھیل کے دوران موجود تھا۔ آج صبح تم نے اس کھیل سے بے حد بور کیا۔ اس لئے کیوں نہ تمہیں پھانسی دے دی جائے۔" اپنی جان بچانے کے لئے گرینگوئر نے ایک اور کوشش کی۔ "آخر تم شاعروں کو اپنی برادری کا فرد کیوں نہیں سمجھتے ہو۔ ایسوپ آوارہ گرد تھا۔ ہومر بھکاری تھا۔ مرکری چور تھا۔" مگر اس کی اس دلیل کو بھی قہقہوں میں اڑا دیا گیا۔ طورلیفو۔ اپنے ساتھی بادشاہوں سے کچھ صلاح مشورہ کرنے لگا۔ پھر اس نے چیخ کر کہا۔ "خاموش سنو۔ اگرچہ تم نے ہمارا کچھ نہیں بگاڑا۔ پھر بھی ہم تمہیں کیوں نہ پھانسی دے دیں.... تمہارے

بچاؤ کی ایک صورت ہو سکتی ہے کہ تم ہمارے ساتھ شامل ہو جاؤ۔" اس تجویز کا گرینگوئر پر خاطر خواہ اثر ہوا۔ اس نے فوراً حامی بھرلی۔ "کیا تم ہماری رعایا میں شامل ہونا قبول کرتے ہو؟"

"بے شک، مجھے منظور ہے۔"

"مجرم بننا گوارا کرو گے۔"

"بالکل۔"

طورلیفو نے غور سے گرینگوئر کی طرف دیکھا۔ اور بولا اس کے باوجود تم پھانسی پر لٹکا دیئے جاؤ گے۔ مگر اب یہ سزا مشروط ہوگی۔ تمہیں ایک امتحان سے گزرنا پڑے گا۔" طورلیفو نے اشارہ کیا۔ کچھ گداگر اس کے حکم کی تعمیل کے لئے وہاں سے چلے گئے۔ چند منٹوں کے بعد وہ واپس آئے تو وہ ایک انسان کی ڈمی اٹھائے ہوئے تھے۔ جس کے جسم پر گھنٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔ ایک اسٹول اس ڈمی کے قریب رکھ دیا گیا۔ پھر طورلیفو نے ہدایات دینی شروع کیں۔ تمہیں اس اسٹول پر چڑھ کر پنجوں کے بل کھڑے ہو کر اس ڈمی کی جیب میں اس طرح ہاتھ ڈالنا ہوگا کوئی گھنٹی نہ بجے۔ اگر تم نے گھنٹی کی آواز پیدا کئے بغیر جیب تک ہاتھ پہنچا دیا تو ہم تمہیں اپنا دوست بنالیں گے۔ دوسری صورت میں تمہیں پھانسی پر لٹکا دیا جائے گا۔" گرینگوئر نے مایوسی سے ڈمی کی طرف دیکھا۔ ٹوٹے ہوئے اسٹول پر نظر ڈالی۔ یہ بڑا کڑا امتحان تھا۔ مگر جان بچانے کے لئے اس امتحان سے گزرنا ضروری تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اس مضحکہ خیز امتحان میں کامیابی کا ایک فصد بھی امکان نہیں ہے اور وہی ہوا جس کا اسے خدشہ تھا۔ وہ اسٹول پر لڑکھڑایا اور ڈمی کو چھوا ہی تھا کہ گھنٹیاں بج اٹھیں وہ تیورا کر زمین پر گر پڑا۔ گداگروں کے شہنشاہ نے حکم دیا "اسے اٹھا کر پھانسی دے دی جائے۔" عجیب و غریب چہروں والے گداگر اور بدقماش خوشی سے چیخنے لگے۔ نعرے لگانے لگے۔ موت اب گرینگوئر کے سر پر کھڑی تھی۔ وہ چیخ رہا تھا۔ "مجھے معاف کردو، مجھے بخش دو۔" مگر کوئی بھی اس کی فریاد نہ سن رہا تھا۔ پھر اچانک۔ طورلیفو نے ہجوم کو خاموش ہونے کا حکم دیا۔ اور بولا۔ "سنو ابھی ایک شرط اور بھی ہے۔ اگر ہماری بستی کی کوئی عورت تم سے شادی پر آمادہ ہو جائے تو تمہاری جان بچ سکتی

ہے۔ گرینگوئر کے لئے یہ دوسرا امتحان تھا۔ پہلے امتحان سے بھی کڑا۔ عورتیں اسے گھورنے لگیں۔ وہ چیخ رہی تھیں۔ ہمیں یہ مرد نہیں چاہئے اسے پھانسی پر لٹکا دو۔ مگر اس ہجوم میں تین عورتیں اس میں دل چسپی لے رہی تھیں۔ ان میں سے ایک چوکور چہرے والی لڑکی تھی۔ اس نے بڑی احتیاط سے گرینگوئر کا معائنہ کیا۔ پھر پوچھا "تمہارا کوٹ کہاں ہے۔" گرینگوئر نے جواب دیا۔ "وہ تو مجھ سے کھوچکا ہے۔" اور بٹوہ؟ لڑکی نے پوچھا۔ گرینگوئر نے جواب دیا۔ "افسوس وہ خالی ہے۔" لڑکی نے بڑی حقارت سے کہا۔ "اس کے پاس تو کچھ بھی نہیں اسے پھانسی پر لٹکا دو۔" دوسری عورت بے حد بدصورت تھی۔ اس نے گرینگوئر کا جائزہ لیا۔ پھر بڑبڑائی۔ "دبلا بہت ہے۔" اور اسے قبول کرنے سے انکار کردیا۔ تیسری لڑکی نے بھی اسے ٹھکرا دیا۔ طورلیفو نے جب دیکھا کہ کوئی عورت بھی اسے اپنانے کے لئے تیار نہیں تو اس نے کہا۔ "میرے دوست تم واقعی بدقسمت ہو۔ پھانسی تمہاری قسمت میں لکھی ہوئی ہے۔" ابھی یہ الفاظ اس کے منہ سے نکلے ہی تھے کہ بستی میں شور مچ گیا۔ سب گداگر خوشی سے پکار رہے تھے۔ "لاایمرالڈا....لاایمرالڈا۔" کسی ستم ظریف نے اس اثنا میں گرینگوئر کے گلے میں پھانسی کا پھندہ ڈال دیا تھا۔ لیکن اب ہر شخص دوسری طرف دیکھ رہا تھا۔ گداگر راستہ چھوڑ رہے تھے۔ اور گرینگوئر نے دیکھا کہ وہ جپسی لڑکی اپنی بکری کے ساتھ آرہی ہے.... ہر شخص اسے عزت و احترام سے دیکھ رہا تھا۔ وہ چلتی ہوئی گرینگوئر کے سامنے آکر رک گئی۔ اور پھر شیریں آواز میں بولی۔ "کیا تم اس شخص کو پھانسی دے رہے ہو؟"

"ہاں بہن۔" طورلیفو نے جواب دیا۔ اگر تم اسے اپنا شوہر بنا لو تو یہ بچ سکتا ہے۔ سب نے انکار کردیا ہے۔ جپسی ایمرالڈا نے ناک چڑھا کر گرینگوئر کی طرف دیکھا پھر بولی۔ "ہاں مجھے قبول ہے۔" اب گرینگوئر کو یقین ہوچکا تھا کہ آج صبح سے اس نے جو کچھ دیکھا ہے وہ سب کچھ ایک طویل خواب ہے اور جپسی لڑکی ایمرالڈا کا اسے شوہر قبول کرنا بھی اسی خواب کا ایک حصہ ہے۔ ایک لفظ کہے بغیر۔ "مصر کا ڈیوک" مٹی کا ایک جگ لے کر آیا۔ ایمرالڈا نے وہ جگ اس سے لے کر گرینگوئر کو پکڑاتے ہوئے کہا۔ "اسے زمین پر پھینک دو۔" گرینگوئر نے اسے زمین پر پھینک دیا۔ جگ کے چار ٹکڑے ہوگئے۔ بھائی

""مصر کی ڈیوک" نے اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ ہماری یہ بہن تمہاری بیوی ہے۔ تم اس کے شوہر ہو۔ چار برسوں کے لئے۔ اب جاؤ۔"

تھوڑی دیر کے بعد گرینگوئر نے اپنے آپ کو ایک چھوٹے سے گرم کمرے میں میز کے سامنے بیٹھے ہوئے پایا۔ وہ اس خوب صورت اور بے مثال حسن والی لڑکی جپسی لڑکی کے ساتھ اکیلا تھا۔ اسے یقین ہونے لگا تھا کہ وہ پریوں کی کہانی کا ہیرو ہے۔ ایمرالڈا اس کی طرف کوئی توجہ نہ دے رہی تھی۔ وہ چیزیں اٹھا کر ادھر ادھر رکھ رہی تھی۔ اپنی بکری سے باتیں کر رہی تھی۔ گرینگوئر اپنے آپ سے کہہ رہا تھا۔ بازاروں میں ناچنے والی اس خوبصورت ترین لڑکی نے میری زندگی بچالی ہے یہ یقیناً دل ہی دل میں مجھ سے پاگلوں کی طرح محبت کرتی ہوگی۔ آہ یہ کتنی خوبصورت ہے۔ شاعر کے خواب سے بھی زیادہ حسین....میں کتنا خوش قسمت ہوں کہ میں اس کا خاوند ہوں۔ وہ اٹھ کر لڑکی طرف بڑھا۔ وہ سمٹ گئی۔ "ایمرالڈا۔ سمٹتی کیوں جا رہی ہو۔" گرینگوئر نے پوچھا۔ "میں تمہارا دوست ہوں' خاوند ہوں" وہ یہ بات سن کر تیزی سے جھکی۔ جب تن کر کھڑی ہوئی تو اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا خنجر تھا۔ اس کا چہرہ غصے سے تمتمانے لگا تھا۔ گرینگوئر سے کوئی بات نہ بن رہی تھی اس نے ہمت کر کے کہا۔ "اگر ایسی ہی بات تھی تو تم نے میرے سے شادی کیوں کی؟"

"تو کیا میں تمہیں پھانسی پر لٹکوا دیتی؟" اس نے پوچھا۔ "اچھا تو تم نے میری بیوی بننا صرف اس لئے قبول کرلیا کہ میں زندہ بچ جاؤں؟" گرینگوئر نے پوچھا۔

"اس کے علاوہ اور کیا وجہ ہو سکتی تھی؟" ایمرالڈا نے ہونٹ سکوڑ کر پوچھا؟

گرینگوئر چند منٹوں تک خاموش کھڑا رہا۔ پھر بولا "اچھا تم اس خنجر کو چھپالو۔ میں شریف آدمی ہوں۔" پھر رک کر بولا۔ "مجھے کچھ کھانے کے لئے دے دو۔ بڑی بھوک لگی ہے۔" جپسی لڑکی نے کوئی جواب نہ دیا بلکہ بے ساختہ ہنسنے لگی۔ پھر چند منٹوں میں اس نے گرینگوئر کے سامنے کچھ کھانے پینے کی چیزیں رکھ دیں۔ بھوکا گرینگوئر کھانے پر پل پڑا۔ جب اس نے سب کچھ چٹ کرلیا تو اسے شرمندگی سی محسوس ہوئی اور اس نے پوچھا ایمرالڈا کیا تم کچھ نہ کھاؤ گی۔ ایمرالڈا نے انکار میں سر ہلایا اور چھت کو گھورنے لگی۔ وہ گہری سوچوں میں گم تھی۔ اپنی بکری کی آواز سن کر وہ اٹھی اور پھر اسے اپنے ہاتھوں سے کھلانے لگی۔ گرینگوئر دل

چسمی سے سب کچھ دیکھتا رہا۔ پھر ہمت کرکے پوچھا۔ "کیا تم مجھے اپنے شوہر یا عاشق کی حیثیت سے قبول نہ کروگی؟" ایمرالڈا نے دو ٹوک جواب دیا۔ "ہرگز نہیں۔"

"کیا تم مجھے اپنا دوست کی حیثیت میں قبول کرلوگی۔" ایمرالڈا نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا اور پھر بولی۔ "شاید" اس جواب سے گرینگوئر کو دلی مسرت ہوئی۔ اس نے ایمرالڈا کی طرف دیکھا تو وہ کچھ سوچ رہی تھی۔ خود ہی مسکرا رہی تھی۔ اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ گرینگوئر نے پوچھا۔ "تمہیں خوش کرنے کے لئے کسی شخص کو کیا کرنا چاہیے۔"

"اسے مرد بننا چاہیے۔ بہادر میں صرف اس شخص سے محبت کرسکتی ہوں جو میری حفاظت کرسکتا ہو۔" ایمرالڈا نے جواب دیا۔ ایمرالڈا کے اس جواب سے گرینگوئر کا چہرہ اتر گیا۔ وہ بڑی خفت محسوس کرنے لگا کہ ایمرالڈا نے جان بوجھ کر اس پر جملہ کسا ہے کیونکہ آج ہی وہ ایمرالڈا کو قاسیمڈو کے ہاتھوں سے بچانے سے ناکام رہا تھا۔ اس نے بات جاری رکھنے کے لئے پوچھا۔ "کیا تم کسی سے محبت کرتی ہو۔"

"میں ابھی نہیں جانتی۔ مگر پتہ چل جائے گا۔" اس نے عجیب انداز سے مسکرا کر کہا۔

گرینگوئر ایک بار پھر چپ ہوگیا۔ چند منٹ سوچ کر اس نے پوچھا کہ وہ قاسیمڈو سے کس طرح بچ گئی۔ قاسیمڈو کا نام سن کر ایمرالڈا لرز گئی اور بے اختیار اس کے منہ سے نکلا "اوہ وہ ایک دہشت ناک کبڑا" جب گرینگوئر نے یہ پوچھا کہ اس کے خیال میں قاسیمڈو اسے کیوں پکڑنا چاہتا تھا۔ تو ایمرالڈا نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس کی آنکھیں کسی خوب صورت یا دلکش واقعہ کی یاد سے چمک رہی تھیں وہ بے اختیار ہو کر گانے لگی۔ جس طرح اس نے اچانک گانا شروع کیا اسی طرح اس نے گیت ختم کردیا اور اپنی بکری بالی کو سہلانے لگی۔ گرینگوئر نے کہا "بڑی پیاری بکری ہے۔" ایمرالڈا نے مسکرا کر کہا۔ "یہ میری بہن ہے" گرینگوئر کہنے لگا۔ تمہارا نام بڑا عجیب ہے۔ کیا مطلب ہے اس کا؟ ایمرالڈا نے سر ہلا کر کہا "مجھے خود معلوم نہیں۔" پھر اس نے اپنے سینے کے اندر سے ایک چھوٹی سی تھیلی نکالی جسے وہ اپنی گردن میں ہار کی طرح باندھے ہوئے تھی۔ یہ تھیلی سبز رنگ کے ریشمی کپڑے کی تھی۔ اور اس کے وسط میں ایک مصنوعی ہیرا جگمگا رہا تھا۔ "شاید اس کی وجہ سے مجھے ایمرالڈا کہتے ہیں" اس نے مصنوعی ہیرے کی طرف اشارہ کرکے کہا۔ گرینگوئر نے اسے چھونا چاہا تو وہ بدک گئی۔ "اسے

مت چھو۔ اس میں خاص تاثیر ہے۔ تم نے چھوا تو اس کا اثر اڑ جائے گا۔" گرینگوئر اس سے چھوٹی چھوٹی باتیں پوچھنے لگا۔ ایمرالڈا نے اسے بتایا کہ شاید اس کا نام کوئی ہسپانوی لفظ ہو۔ وہ اپنے والدین کو بالکل نہیں جانتی۔ وہ چھوٹی سی تھی جب فرانس آئی تھی اور پیرس آئے تو اسے صرف ایک برس ہوا تھا۔ اس کے بعد گرینگوئر نے اسے اپنے بارے میں بتانا شروع کیا کہ اس کا نام کیا ہے اس کا باپ نوٹری تھا جسے پھانسی پر لٹکا دیا گیا تھا۔ ماں کو بھی بیس برس پہلے قتل کردیا گیا تھا۔ چھ برس کی عمر میں وہ یتیم ہوگیا تھا۔ چھ سے سولہ برس تک اس نے کتنے ہی دھندے کئے۔ نہ گھر تھا نہ کوئی ٹھکانہ۔ بالغ ہو کر اس نے کئی پیشے اپنائے۔ لیکن ہر پیشہ میں ناکام رہا۔ نہ سپاہی بن سکا۔ نہ آوارہ گرد نہ راہب' نہ چور' پھر ایک دن اس کی ملاقات نوٹرے ڈیم کے بڑے پادری فرولو سے ہوئی۔ جس نے اس میں دل چسپی لینی شروع کردی اور اسے تعلیم دلوانی شروع کی۔ گرینگوئر جوش بیان میں اپنی ادبی اور شعری صلاحیتوں کا ذکر کرتا رہا۔ پھر اس نے رک کر دیکھا تو اسے نظر آیا کہ ایمرالڈا نظریں جھکائے زمین پر دیکھ رہی ہے اور کچھ بڑبڑا بھی رہی ہے۔ گرینگوئر کو اپنی طرف دیکھ کر وہ بولی۔ "فوبیس... اس کا کیا مطلب ہے؟"

گرینگوئر کو یہ سوال سن کر بڑی مسرت ہوئی کہ اب اسے اپنے علم کے اظہار کا موقعہ مل رہا ہے۔ "فوبیس ایک لاطینی لفظ ہے۔ جس کا مطلب ہے سورج۔"

"سورج۔" ایمرالڈا نے دہرایا۔

"ہاں۔ سورج۔ اور فوبیس نام کا ایک دیوتا بھی گزرا ہے۔"

"دیوتا" ایمرالڈا نے دہرایا۔ وہ بے حد خوش نظر آرہی تھی۔ بے چین سی مضطرب سی' اس کے بازو سے ایک بازو بند کھل کر نیچے زمین پر گر پڑا۔ گرینگوئر اسے اٹھانے کے لئے جھکا۔ بازو بند اٹھا کر اس نے اوپر دیکھا تو ایمرالڈا اور اس کی بکری دونوں غائب ہو چکے تھے۔ پھر اس نے دوسرے دروازے کی اندر سے بند ہونے کی آواز سنی۔ "میں کہاں سوؤں گا۔" گرینگوئر کو اب دوسری فکر لگ گئی۔ جس کمرے میں وہ تھا وہاں کوئی بستر نہ تھا۔ ہاں لکڑی کا لمبا سا بینچ ضرور موجود تھا۔

"خیر میں اس پر سو جاؤں گا۔" اس نے اپنے آپ سے کہا اور پھر اس بینچ پر لیٹتے ہوئے

بولا:

"مجھے شکایت کرنے کا تو کوئی حق نہیں پہنچتا لیکن یہ شادی کی عجیب و غریب رات ضرور ہے۔"

اس کی دنیا اس کا آقا

جس رات قاسیمڈو کو احمقوں کا پوپ' منتخب کیا گیا اور کئی غیر معمولی واقعات پیش آئے' اس رات سے سولہ برس پہلے ایک صبح اجتماعی نماز کے وقت قاسیمڈو نوٹرے ڈیم کی دیوار کے پاس پڑا پایا گیا تھا۔ یہ دیوار مخصوص حیثیت رکھتی تھی۔ وہاں ایک بہت بڑا پیالہ خیرات کے لئے رکھا رہتا تھا۔ اور وہاں لوگ بے سہارا بچوں اور اپنی ناجائز اولادوں کو چھوڑ جایا کرتے تھے تاکہ جس کسی نے انہیں اپنانا ہو۔ وہ وہاں سے حاصل کر لیں۔

۱۴۶۷ء اتوار کا دن تھا۔ کمسن قاسیمڈو کے ارد گرد اس دیوار کے پاس لوگوں کا ہجوم جمع تھا۔ جس میں ننانوے فیصد بوڑھی عورتیں تھیں۔ اس ہجوم میں سب سے آگے وہ چار عورتیں تھیں جو اپنے لباسوں سے پہچانی جاتی تھیں کہ وہ راہبات ہیں۔ ان میں سے ایک راہبہ نے کہا۔ "یہ کیسا بچہ ہے؟" دوسری راہبہ نے کہا۔ "یہ بچہ کہاں ہے؟ یہ تو بوزنا ہے۔" تیسری راہبہ بولی۔ "یہ جلا دینا چاہئے یا ڈبو دینا چاہئے۔" پہلی راہبہ نے کہا۔ "دیکھتی نہیں ہو۔ اس کی عمر کم از کم چار سال ہے۔ اب تک تو یہ زندہ رہا ہے۔ کسی نہ کسی نے اسے پالا ہی ہو گا۔" راہبات اور دوسرے لوگ جو کچھ دیکھ رہے تھے جو کچھ کہہ رہے تھے وہ درست تھا۔ یہ ایک عجیب و غریب' عجیب الخلقت چیز تھی۔ مڑا تڑا بھدا سر' ایک آنکھ کج' ٹیڑھا منہ اور چند دانت۔ اس کی ایک آنکھ رو رہی تھی۔ دیکھنے والے تھرا رہے تھے لرز رہے تھے۔ مجمع میں سے ایک نے کہا۔ "یہاں تو بچوں کو چھوڑ جانے کی اجازت ہے۔ درندوں کو نہیں۔ یہ بچہ کیسے لوگوں کے ملاپ سے پیدا ہوا ہو گا۔" کوہان کی طرح اب بھی اس کا کب ابھرا ہوا تھا۔ وہ انسان کا بچہ تو دکھائی ہی نہیں دیتا تھا۔ لوگ چہ میگوئیاں کر رہے تھے کہ اسے کون اپنائے گا کون اپنے گھر لے جائے گا کہ ایک نوجوان راہب کھردرے چہرے' کھلی پیشانی اور چبھتی

آنکھوں کا مالک ہجوم کو چیرتا ہوا آگے بڑھا۔ اور بولا "میں اس بچے کو اپناتا ہوں۔" اس نے جلدی سے بچے کو ایک کپڑے میں لپیٹا۔ لوگ حیرت اور دل چسپی سے اسے دیکھتے رہ گئے۔ اور وہ بچے کو اٹھا کر نوٹرے ڈیم کے اندر داخل ہو گیا مجمع میں سے ایک نے کہا۔ "میں نہ کہتا تھا کہ نوجوان فرولو راہب طلسم اور بھوت پریت کے علم سے دلچسپی رکھتا ہے۔"

سچی بات تو یہ ہے کہ راہب فرولو معمولی انسان نہ تھا۔ وہ ایک ایسے خاندان سے تعلق رکھتا تھا جسے بورژوا اور نیم بورژوا کا درمیانی طبقہ کہا جا سکتا ہے۔ کبھی اس کے خاندان کے ایک بزرگ بشپ تھے۔ پیرس میں ایکس گھر تھے لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ خاندان کی دولت تمکنت اور جائداد گھٹتی گئی لیکن اب بھی فرولو پیرس میں ایک معقول جائیداد کا مالک تھا۔ اس کی کمسنی ہی میں اس کے والدین نے اسے پادری بنانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اس نے لاطینی پڑھی' یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کی۔ وہ ایک اداس اور غمزدہ سا ذہین طالب علم تھا جو آہستہ آہستہ ترقی کرتا چلا گیا۔ اس نے اپنی زندگی میں بڑے بڑے حادثات دیکھے تھے۔ ۱۴۶۶ء میں جب پیرس اور اس کے گرد و نواح میں طاعون پھیلا اور چالیس ہزار لوگ اس کی بھینٹ چڑھ گئے تو مرنے والوں میں اس کے بیشتر رشتہ دار بھی تھے۔ اس طاعون میں اس کے والدین بھی دنیا سے اٹھ گئے۔ اس کا چھوٹا بھائی جیہان موت کے زبردست ہاتھ سے محفوظ رہ کر زندہ بچ گیا تھا۔ فرولو نے اسے پنگوڑے سے اٹھایا' بازوؤں میں لے لیا اور باپ بن کر اس کی پرورش کرنے لگا۔ انیس برس کا فرولو دنیا میں تنہا تھا اور اپنے چھوٹے بھائی کی پرورش کی ذمہ داری اس کے کندھوں پر آ پڑی تھی۔ وہ نوجوان جسے صرف علم سے محبت تھی جو صرف کتابوں کا عاشق تھا اب وہ چھوٹے بھائی کو اپنی زندگی کی متاع عزیز سمجھنے لگا۔ اس نے اسے لاڈ پیار میں بگاڑ دیا۔ وہ اس کی ماں بن گیا۔ بیس برس کی عمر میں وہ نوٹرے ڈیم کا چھوٹا پادری مقرر ہوا۔ مذہبی اور دینی دنیا میں اس کے تقویٰ کی دھوم مچی ہوئی تھی اور اب وہی اس بدہیئت' غیر انسانی چہرے والے بچے کو اپنا کر ساتھ لے گیا تھا۔ وہ جسے دنیا نے ٹھکرا دیا تھا۔ اسے اس نے سینے سے لگا لیا تھا۔ اس نے اسے بپتسمہ دیا اس کا نام قاسیمڈو رکھا۔ اور اس کبڑے یک چشم بدہیئت ٹیڑھی ٹانگوں والے بچے کو انسان سمجھ کر پالنے لگا۔

۱۴۸۲ء تک قاسیمڈو جوان ہو چکا تھا۔ اور وہ نوٹرے ڈیم کی گھنٹیوں کو بجانے کے فرض پر

مامور کردیا گیا۔ تب تک اس کا محسن فرولو بھی ترقی کرتے کرتے آرچ ڈیکن بن چکا تھا۔ جو کلیسا میں بڑا اہم اور مقدس رتبہ ہوتا ہے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ قاسیمڈو اور نوٹرے ڈیم کے گرجے کے درمیان ایک عجیب سا رشتہ پیدا ہو گیا۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ قاسیمڈو کے والدین کون ہیں۔ وہ دنیا سے کٹ چکا ہے دنیا کے پاس اس کے لئے سوائے حقارت اور تضحیک کے اور کچھ نہ تھا۔ نوٹرے ڈیم کے گرجے نے اس کو پناہ دی تھی وہ اسی کی دیواروں سے مانوس ہو گیا۔ اسی کو اپنا گھر سمجھنے لگا۔ نوٹرے ڈیم ہی اس کا خول' اس کا گھونسلا' اس کا گھر' اس کا ملک اور اس کی کل کائنات تھا۔ بچپن کے زمانے سے ہی وہ نوٹرے ڈیم کی دیواروں فرش اور کونے کھدروں سے مانوس ہو گیا۔ یہاں گھسٹتا ہوا۔ لڑکھڑاتا ہوا وہ بڑا ہوا تھا۔ کسی جرثومے کی طرح وہ نوٹرے ڈیم کی عظیم اور وسیع عمارت کے جسم کی تمام رگوں اور ریشوں سے مانوس ہو چکا تھا۔ وہ نوٹرے ڈیم کے ایک ایک کونے اور گوشے کو جانتا تھا۔ یہیں اس کی زندگی بسر ہو رہی تھی۔ یہیں وہ سوتا اور جاگتا تھا۔ اور یہیں وہ پہلی بار رسوں پر چڑھ کر لٹکتے ہوئے گھنٹیاں بجانے لگا تھا اور اسے نوٹرے ڈیم کی گھنٹیاں بجاتے دیکھ کر پادری فرولو کو عجیب طرح کی خوشی ہوئی تھی۔ جیسے کوئی باپ پہلی بار اپنے بچے کو دیکھ کر مسرور ہوتا ہے۔ قاسیمڈو کو کسی بندر یا پہاڑی بکرے کی طرح نوٹرے ڈیم کی گھنٹیاں بجاتے دیکھ کر پادری فرولو کو عجیب طرح کی خوشی ہوتی تھی۔ جیسے کوئی باپ پہلی بار اپنے بچے کو دیکھ کر مسرور ہوتا ہے۔ قاسیمڈو کسی بندر یا پہاڑی بکرے کی طرح نوٹرے ڈیم کی ہر بلندی کو چھولیتا تھا۔ وہ چاروں طرف دوڑتا بھاگتا پھرتا۔ یہ دنیا اس کی اپنی دنیا تھی۔ پادری فرولو نے بڑی دقت اور بڑے تحمل کے ساتھ قاسیمڈو کو بولنا سکھایا تھا۔ ابھی وہ پوری طرح قوت گویائی پر عبور حاصل نہ کر سکا تھا۔ کہ اس بدبخت کبڑے کی یہ صلاحیت تقریباً ختم ہو گئی۔ وہ چودہ برس کا تھا جب وہ نوٹرے ڈیم کی گھنٹیاں بجانے لگا تھا۔ چھوٹی بڑی گھنٹیوں کی لاتعداد اور متنوع آوازوں نے اس کی سماعت پر بڑا اثر ڈالا اور وہ ہمیشہ کے لئے بہرہ ہو گیا۔ قدرت نے دنیا کے ساتھ رابطہ قائم کرنے کے لئے اس کے لئے جو دروازہ کھلا چھوڑا تھا وہ بھی ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا۔ بہرے پن کی وجہ سے اس کی قوت گویائی بھی مجروح ہوئی۔ اس دکھ نے قاسیمڈو کو غمزدہ کر دیا۔ اس کی روح کی گہرائیوں میں ایک دائمی اداسی رچ بس گئی۔ وہ خاموش رہنے لگا۔

لوگوں کے بے رحم قہقہوں اور تیز جملوں سے بھی وہ کوئی اثر نہ لیتا۔ زبان کے استعمال کو اس نے متروک قرار دے دیا۔ اور نتیجہ یہ نکلا کہ اب اگر وہ کبھی کبھار کسی اندرونی تحریک سے مجبور ہو کر بولتا بھی تھا تو لفظ عجیب انداز سے ٹوٹ پھوٹ کر اس کے حلق سے نکلتے تھے۔ اس کی آواز ڈراؤنی اور بوجھل تھی اور الفاظ اور لہجے کا ابہام اس کو عجیب و غریب صورت بخش دیتا تھا کہ سننے والے کو اس کی آواز سے بھی کراہت محسوس ہونے لگتی تھی۔ حالات اور قسمت نے قاسیمڈو کے ساتھ ایسا سلوک روا رکھا تھا کہ اس کا ذہن ہمیشہ واہموں میں گھرا رہتا۔ اس کے دماغ میں عجیب و غریب طرح کے خاکے بنتے، مبہم سوچیں جنم لیتی تھیں اور پھر کبھی کبھی تو وہ نیم پاگلوں کی سی حرکتیں کرنے لگتا۔ اور کبھی احمق نظر آتا۔ وہ جانتا تھا کہ وہ بدہیئت ہے۔ خارجی مظاہر اور دوسرے انسانوں کے مشاہدے نے اس کے اندر غیض و غضب اور تلخی کا جذبہ پیدا کر دیا تھا۔ کیونکہ وہ ان جیسا نہ تھا۔ اس کی فطرت وہی تھی جو عام انسانوں کی ہوتی ہے لیکن اس کی بدہیئتی نے اس کی سوچوں کو ڈس لیا تھا۔ انسانوں کے بارے میں اس کا جتنا بھی تجربہ تھا وہ تلخ تھا۔ انسانوں کے ساتھ پہلے رابطے نے ہی اسے یہ سمجھا دیا کہ انسان اس کا مذاق اڑاتے ہیں اس کی تذلیل کرتے ہیں۔ اسے اپنے آپ سے مختلف سمجھ کر رد کر چکے ہیں۔ جوں جوں وہ جوان ہوا۔ اس کے احساس میں اضافہ ہوتا چلا گیا کہ آس پاس کی دنیا میں اس کے لئے نفرت کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ اس کا ردعمل یہ ہوا کہ اس نے بھی انسانوں سے منہ پھیر لیا۔ اس کے لئے نوٹرے ڈیم کا گرجا ہی سب کچھ تھا۔ نوٹرے ڈیم کے گرجے میں شہنشاہوں' ولیوں اور بشپوں کے سنگ مرمر کے مجسمے کم از کم اس کی ہنسی تو نہ اڑاتے تھے۔ بھوتوں اور جنوں کی تصویریں اور مجسمے بھی اسے اچھے لگتے تھے کیونکہ وہ اسے دیکھ کر گھورتے نہ تھے۔ ولی اور شیطان کے نمائندے۔ دونوں اس کے دوست تھے۔ بعض اوقات وہ گھنٹوں ان مجسموں کے سامنے کھڑا ان کو استغراق سے دیکھتا رہتا تھا۔ گرجا۔ اس کا معاشرہ تھا اور یہی اس کی دنیا تھی۔

اسے سب سے زیادہ محبت نوٹرے ڈیم کی گھنٹیوں سے تھی۔ گھنٹیوں کی آواز اس کی روح کو جگا دیتی اور اس کے وجود کو ایسے بال و پر اور توانائی بخش دیتی کہ وہ بے کراں خلاء میں اڑنے لگتا۔ گھنٹیوں کی آواز کبھی کبھی اس کی روح کی دائمی اداسی کو مسرت میں تبدیل کر دیتی

تھی۔ وہ ان گھنٹیوں سے عشق کرتا تھا۔ ان کو محبت سے سہلاتا تھا۔ ان سے ہمکلام ہوا کرتا تھا۔ وہ ان کی آواز کو سمجھتا تھا۔ وہ ٹاور اور ایک گھڑیال والا کمرہ اس کی جنت تھے۔ گھنٹیوں کی آوازوں نے اس کی سماعت کو چھین لیا تھا لیکن اب بھی اگر وہ کوئی آواز سن سکتا تو وہ گھنٹیوں کی آواز ہی تھی۔ ان گنت چھوٹی بڑی گھنٹیوں اور گھڑیال میں سب سے بڑی گھنٹی میری تھی۔ اس سے تو وہ واقعی دل کی گہرائیوں سے عشق کرتا تھا۔ وہ جوش میں آکر اس کے بڑے لٹکن کے ساتھ لٹکنے لگتا تھا۔ اسے گھنٹیوں کو بجانے سے بھی عشق تھا۔ ادھر فرولو اسے اشارہ کرتا' ادھر وہ بھاگ نکلتا۔ اس وقت اس کی رفتار میں حیرت انگیز تیزی پیدا ہو جاتی تھی۔ پلک جھپکتے میں وہ بلندیوں کو سر کرتا میری کے پاس پہنچ جاتا۔ بڑبڑا کر اسے کچھ کہتا اور پھر رسہ کھینچ کر' اسے جھولے دے کر بجانے لگتا۔ گھنٹی کی پہلی آواز سن کر وہ مسرت سے چیختا "واہ" اور پھر قہقہے لگانے لگتا وہ قہقہے جو گھنٹیوں کی پر شور آوازوں میں گھل مل جاتے تھے۔ اس وقت اس کی واحد آنکھ جو عموماً بھنچی ہوئی رہتی تھی کچھ اور زیادہ کھل جاتی۔ اور اس کی چمک میں بھی اضافہ ہو جاتا۔ وہ جانتا تھا کہ جہاں وہ کھڑا ہو کر گھنٹیاں بجا رہا ہے وہاں سے دو سو فٹ نیچے لوگ کھڑے گھنٹیوں کی آواز سن رہے ہیں۔ گھنٹیوں کی آوازیں سن کر' ان کو حرکت میں دیکھ کر کبھی کبھی وہ وفور جذبات سے اس پر عجیب سا دورہ پڑ جاتا تھا۔ وہ اچانک اپنی پوری قوت کے ساتھ چھلانگ لگا کر کسی گھنٹی کے لٹکن کے ساتھ چمٹ جاتا یا کسی گھنٹی کو اپنے مضبوط لیکن بدوضع بازوؤں کی گرفت میں لے لیتا۔ میری کو اپنی آغوش میں لئے وہ اسے جھولے کی طرح جھلاتا رہتا۔ ٹن ٹن ٹن کی بھاری اور سریلی آواز اس کے خون کو گرم کر دیتی۔ وہ خواب سا سماں دیکھتا اور اس وقت اپنے وجود کو گھنٹی کے وجود میں مدغم ہوتے ہوئے محسوس کر کے خوشی سے قہقہے لگانے لگتا۔

نوٹرے ڈیم کے گرجے میں ساری رونق۔ گویا قاسیمڈو کی وجہ سے تھی۔ قاسیمڈو کی روح گرجے کے ان گنت دالانوں اور گیلریوں میں ہر وقت رواں دواں نظر آتی۔ وہ اونچے سے اونچے مینار پر بے خوفی سے چڑھ کر اس کی صفائی کرنے لگتا۔ پرندوں کے گھونسلے اتار کر باہر پھینکتا۔ نیچے کھڑا ہوا آدمی اس کو کسی مینار پر چڑھتے ہوئے دیکھ لیتا تو دہشت سے دم بخود ہو جاتا۔ وہ کسی کے اشارے یا حکم کے بغیر خود ہی گرجے کی صفائی میں جتا رہتا گھنٹیوں کو لشکاتا

اور چمکاتا رہتا۔ مجسموں کو جھاڑتا رہتا۔ پتھر اور دھاتوں کے بنے ہوئے انسانی اور غیر انسانی چہروں کے ساتھ اس کی آشنائی تھی۔ پتھر کے بنے ہوئے کتے' سانپ اور عجیب الخلقت چیزیں اس کو ہراساں نہ کر سکتی تھیں۔ اگر قاسیمڈو اسی کردار کے ساتھ۔ عہد قدیم کے مصر میں ہوتا تو اسے یقیناً مندر کا دیوتا تسلیم کر لیا جاتا۔ اب لوگ عہد وسطی میں اسے گرجے کا بھوت سمجھتے تھے۔ آج جو لوگ جانتے ہیں کہ کبھی نوٹرے ڈیم میں کوئی کبڑا بدہیئت قاسیمڈو بھی رہتا تھا تو انہیں شدت سے احساس ہوتا ہے کہ نوٹرے ڈیم کا گرجا اس کے بغیر اداس ہے' بے روح ہو چکا ہے۔ اس کا جسم روح سے محروم ہو چکا ہے۔ نوٹرے ڈیم کا گرجا۔ قاسیمڈو کے بغیر اس کھوپڑی کی طرح ہے جس کے ماتھے کے نیچے دو خالی گڑھے تو ہیں مگر آنکھیں نہیں۔

اس کی دنیا میں صرف ایک ایسا انسان تھا جس سے نہ تو وہ نفرت کرتا تھا اور نہ ہی اس کے لئے اس کے دل میں کوئی رنجش تھی۔ اس انسان سے وہ شاید اپنے گرجے سے بھی زیادہ محبت کرتا تھا۔ اور وہ تھا پادری فرولو۔ اس کی یہ محبت اس کی فطرت اور روح کی پاکیزگی کی غمازی کرتی تھی۔ فرولو نے اسے پناہ دی تھی۔ اسے پالا پوسا تھا۔ لڑکپن میں جب کتے اور شریر بچے اسے دیکھ کر اس پر جھپٹتے تو وہ پادری فرولو کی ٹانگوں میں ہی چھپ کر اپنی جان بچایا کرتا تھا۔ یہ پادری فرولو ہی تھا۔ جس نے اسے نوٹرے ڈیم کی گھنٹی بجانے والا بنایا تھا اسی نے اسے بولنا' لکھنا اور پڑھنا سکھایا تھا۔ پادری فرولو کو قاسیمڈو کے روپ میں دنیا کا وفادار ترین غلام مل گیا تھا۔ وہ اس کا آقا تھا اور قاسیمڈو اس کے لئے جان دے سکتا تھا۔ جب قاسیمڈو اپنی قوت سماعت سے محروم ہو گیا تو آقا اور غلام کے درمیان۔ ایک پراسرار اشاراتی زبان نے جنم لیا۔ ان اشاروں کنایوں کو وہ دونوں ہی سمجھ سکتے تھے۔ کیونکہ کسی تیسرے کے بس میں نہ تھا کہ وہ بھی اس پراسرار زبان کے تجربے میں شریک ہو سکتا۔ پادری فرولو کے ایک اشارے پر قاسیمڈو بلا چوں و چراں سینکڑوں فٹ کی بلندی سے چھلانگ لگانے پر آمادہ ہو جاتا تھا۔ یہ حیران کن بات تھی کہ قاسیمڈو جیسا قوی اور شہ زور۔ پادری فرولو کے سامنے تنکے کی طرح کانپنے لگتا تھا۔ اگر مثال سے ہی اس کی وفاداری کو ظاہر کرنا ہو تو پھر بڑے یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ آج تک کوئی کتا اور کوئی گھوڑا اپنے مالک کا اتنا وفادار نہیں ہوا' جتنا وفادار۔ قاسیمڈو تھا۔

پادری فرولو۔ ان تمام حقائق سے آگاہ تھا۔ لیکن اس کی دنیا اور اس کی دلچسپیاں قاسیمڈو سے مختلف تھیں۔ پادری فرولو کو اپنے چھوٹے بھائی جیہان سے بے حد محبت تھی۔ اس کی دلی خواہش تھی کہ اس کا بھائی پڑھ لکھ کر اعلیٰ منصب تک پہنچے۔ لیکن نوجوان جیہان نے اپنے بھائی کی تمام خواہشوں اور امیدوں کو دھندلا دیا تھا۔ وہ آوارہ، عیاش، فضول خرچ اور نکما بن چکا تھا۔ اپنے بھائی کی وجہ سے پادری فرولو بے حد اداس رہا کرتا تھا۔ اپنے غم کو بہلانے کے لئے وہ سائنس پر زیادہ سے زیادہ توجہ صرف کر رہا تھا۔ وہ سائنسی تجربوں میں دن رات منہمک رہنے لگا۔ وہ عالم تھا۔ علم کے ساتھ اس کی محبت بے پایاں تھی۔ کلیسا جن علوم کے مطالعے کی اجازت نہیں دیتا۔ اس نے ان علوم پر بھی عبور حاصل کیا تھا۔ دنیا کے کئی دوسرے مقدس اور مذہبی لوگوں کی طرح فرولو بھی "شجر ممنوعہ" کا ذائقہ چکھنا چاہتا تھا۔ وہ فطرت کی گہرائیوں میں چھپے ہوئے صدیوں کے حقائق کو پانا چاہتا تھا۔ وہ ان موضوعات اور تجربوں پر کام کر رہا تھا۔ جن کے لئے بعض اوقات انسان کو اپنی روح کی بھی قربانی دینی پڑتی ہے۔ عہد وسطیٰ کی مخصوص روایات کے تحت اس نے بھی ابن رشد، ولیم آف پیرس اور نکولس فلمیل کا راستہ اختیار کیا تھا۔ وہ ستاروں کے علم کے علاوہ کیمیا میں بھی بڑی دل چسپی لیتا تھا۔ وہ مس خام کو ٹھوس سونے میں تبدیل کرنے کے بھی تجربے کرتا رہتا تھا۔ وہ عزلت نشین ہوگیا تھا۔ اس نے پیلس ڈی گریو کی طرف ایک اونچے مینار میں اپنے تجربات کے لئے ایک کمرہ مخصوص کرلیا تھا۔ یہ پراسرار حجرہ تھا۔ جہاں کوئی شخص حتیٰ کہ پیرس کا بشپ بھی اس کی اجازت کے بغیر داخل نہ ہو سکتا تھا۔ مدتوں پہلے یہ حجرہ بشپ ہیوگو نے تعمیر کرایا تھا۔ اور اس کمرے میں وہ کالے جادو کے تجربات کیا کرتا تھا پیرس کے ان گنت لوگوں کا ایمان تھا کہ قاسیمڈو ایک بھوت ہے۔ معمول ہے اور پادری فرولو عامل اور جادوگر۔ پادری فرولو جب کبھی لوگوں کو نظر آتا تو وہ دیکھتے کہ وہ اپنی آنکھیں جھکائے رکھتا ہے۔ وقت سے پہلے ہی اس کا سر گنجا ہوچکا ہے اس کا سینہ ہمیشہ اتھل پتھل ہوتا رہتا ہے اور جب کبھی وہ نظریں اوپر اٹھاتا تو لوگ یوں محسوس کرتے جیسے اس کی آنکھیں انگارے اگل رہی ہیں۔

پادری فرولو ہمیشہ عورتوں سے بدکتا تھا۔ اسے عورتوں کی قربت سے شدید نفرت تھی۔ عورتوں کے ریشمی لباس کی سرسراہٹ سن کر ہی اس کا وجود غیض و غضب سے بھر جاتا تھا۔

وہ جپسی عورتوں سے تو بے حد خوفزدہ رہتا تھا اور اس نے خاص طور پر بشپ سے درخواست کی تھی کہ ایک حکم کے ذریعے جپسی عورتوں کو مجبور کیا جائے کہ وہ نوٹرے ڈیم کے چوک میں رقص کا مظاہرہ نہ کریں۔ ان دنوں پادری فرولو ان قدیم مخطوطات اور تعزیراتی کتابوں کا مطالعہ کر رہا تھا جن میں ایسے جادوگروں' چڑیلوں کو سزائیں دینے کے نظائر تھے۔ جو بکریوں یا سوروں کی اعانت سے کالے جادو کا عمل کیا کرتے تھے۔

کبھی کبھار جب پادری فرولو اور قاسیمیڈو ایک ساتھ جاتے دکھائی دیتے تو عورتیں انہیں دیکھ کر رک جاتیں ان کے چہروں پر خوف کی چھاپ صاف دکھائی دینے لگتی اور پھر کوئی عورت کہہ اٹھتی۔ "جتنا بدصورت اور مڑا تڑا جسم اس شیطان قاسیمیڈو کا ہے اتنی ہی بدصورت اور گھناؤنی روح پادری فرولو ہے۔ پادری فرولو پچھلے کئی دنوں سے گہری سوچوں میں گم رہنے لگا تھا۔ بہرہ قاسیمیڈو اپنے آقا کے ہر اشارے کا مطلب سمجھ لیتا تھا۔ مگر وہ اپنے آقا کے دل کی گہرائیوں میں جھانک کر نہ دیکھ سکتا تھا کہ وہاں کیسے کیسے طوفان پل رہے ہیں۔

آنسو اور پانی

رابرٹ ایسٹوٹیول کا شمار پیرس کے چند خوش نصیبوں میں ہوتا ہے۔ وہ وائیکاؤنٹ آف پیرس تھا۔ شہنشاہ کا درباری اور مصنف بھی۔ اس کے اعزازات کی فہرست بڑی طویل تھی۔ لیکن' جنوری ۱۴۸۲ء کو جب وہ صبح کے وقت بیدار ہوا تو اس کا موڈ خاصا بگڑا ہوا تھا۔ اگر اس سے پوچھا جاتا کہ اس کا موڈ کیوں خراب ہے تو شاید وہ خود بھی اس کی وضاحت نہ کر سکتا۔ ممکن ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ اس دن آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے۔ وہ اس مطلق العنان شخص کے بس میں نہ تھا کہ وہ گدلے بادلوں کو پیرس کے آسمان سے دور بھگا سکتا۔ یہ بھی ممکن ہو سکتا ہے کہ اس کا وہ کمربند جس میں تلوار لٹکی رہتی تھی' تنگ ہو گیا تھا کیونکہ پیرس کا یہ مصنف دن بدن پھیلتا جا رہا تھا۔ ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ آج اسے کچھ سرکاری کام بھگتانے تھے۔ پچھلا دن تہوار کا دن تھا۔ اس لئے عدالت بند تھی اور آج وہ گدلے آسمان کے نیچے عدالت جانا پسند کرتا ہو۔ اپنے خراب موڈ کی وجہ سے اس نے پوری کوشش کی کہ

آج وہ تاخیر کے ساتھ عدالت پہنچے۔ اسی لئے عدالت میں اس کی موجودگی کے بغیر ہی ملزموں کی قسمت کا فیصلہ ہونے لگا۔ یہ فیصلہ اس کا نائب ماسٹر فلوریان کر رہا تھا۔ چند ملزموں کا فیصلہ کرنے کے بعد اس نے بولنا شروع کیا۔ "ارے یہ کون لایا جا رہا ہے۔ دیکھو تو کتنے ہی سپاہی اسے لئے آرہے ہیں۔ یہ تو کوئی جنگلی ریچھ ہے۔ جسے یہ پکڑ کر عدالت میں لے آئے ہیں۔" عدالت میں اس وقت کتنے ہی لوگ تماشائیوں کی حیثیت سے بیٹھے ہوئے تھے ان میں ایک جیہان بھی تھا۔ پادری فردلو کا نوجوان بھائی نائب منصف نئے ملزم کو پہچان کر چیخا۔ "اوہ یہ تو وہی ہے جسے کل احمقوں کا پوپ بنایا گیا تھا۔ ہمارا کبڑا قاسیمڈو۔" واقعی وہ قاسیمڈو تھا۔ جسے کڑی نگرانی میں باندھ کر عدالت لایا گیا تھا۔ سپاہیوں کے ساتھ کپتان فوبیس بھی موجود تھا قاسیمڈو اس وقت خاموش اور پرسکون دکھائی دے رہا تھا نائب منصف نے اس فائل کا مطالعہ شروع کیا۔ جس میں قاسیمڈو پر الزامات لگائے گئے تھے۔ نائب منصف خود بہرہ تھا۔ لیکن وہ پوری کوشش کرتا تھا کہ اس کی یہ خامی کسی پر عیاں نہ ہونے پائے۔ قاسیمڈو پر جو الزامات لگائے گئے تھے۔ ان کا مطالعہ کرنے کے بعد اس نے تمکنت سے کرسی سے سر کو ٹکا کر آنکھوں کو قدرے بند کر کے ملزم سے سوالات پوچھنے شروع کئے۔ "تمہارا نام؟" افسوس! عدالت کے مقدس کمرے میں جو کچھ ہو رہا تھا انصاف اور قانون نے اس کی کبھی اجازت نہ دی تھی۔ قانون یہ بھی اجازت نہیں دیتا کہ ایک بہرہ آدمی دوسرے بہرے سے سوال پوچھے نائب منصف کو کیا علم تھا کہ ملزم بہرہ ہے۔ لیکن اسے اپنے بہرے پن کا تو علم تھا نا؟ اپنے بہرے پن کو چھپانے کے لئے اس نے فرض کر لیا کہ ملزم نے اس کے سوال کا جواب دے دیا ہے۔ اس لئے اس نے کہا "اچھا... ٹھیک ہے تو تمہاری عمر کیا ہے؟" قاسیمڈو نے اس سوال کا بھی کوئی جواب نہ دیا۔ کیونکہ اس نے سوال ہی نہ سنا تھا لیکن منصف نے اپنی دانست میں اس کا جواب سن لیا تھا۔ اس نے پوچھا۔ "اچھا تو یہ بتاؤ کہ تم کیا کرتے ہو؟" قاسیمڈو حسب معمول خاموش رہا۔ لیکن اس دوران میں تماشائیوں میں کھسر پھسر شروع ہو چکی تھی۔ ادھر منصف صاحب نے اپنے منشی کو مخاطب کر کے کہا "منشی۔ کیا تم ملزم کے جواب لکھ چکے ہو۔" منشی نے تعجب سے منصف کی طرف دیکھا اور پھر عدالت کا کمرہ قہقہوں سے گونج اٹھا۔ قہقہوں کی آواز اتنی پر شور اور گونج دار تھی کہ بہرہ منصف اور بہرہ ملزم بھی

چونکے بغیر نہ رہ سکے۔ قاسیمڈو نے لوگوں کے کھلے منہ دیکھے تو حیران رہ گیا۔ بہرے منصف نے سوچا کہ لوگ اگر قہقہے لگا رہے ہیں تو اس کی صرف ایک ہی وجہ ہو سکتی ہے کہ ملزم نے کوئی نامعقول بات کہہ دی ہے۔ وہ غصے سے چیخا۔ "بدمعاش، تم نے میرے سوال کا جو جواب دیا ہے اس کے بدلے میں تمہیں پھانسی دی جاسکتی ہے۔ کیا تم بھول گئے کہ تم کس کے سامنے کھڑے ہو۔" جلتی آگ پر تیل ڈالنے کا جو اثر ہوتا ہے وہی اثر لوگوں کے قہقہوں پر بہرے منصف کے اس جملے نے کیا۔ اب تو لوگوں کے قہقہے۔ عدالت کے باہر بھی سنے جا رہے تھے۔ قاسیمڈو کا چہرہ اسی طرح بے تاثر تھا۔ کیونکہ اسے تو کچھ خبر نہ تھی کہ وہاں کیا ہو رہا ہے لیکن منصف کا پارہ اور زیادہ چڑھ گیا۔ وہ چیخ چیخ کر تماشائیوں کو ڈانٹنے لگا۔ نائب منصف کے کان کے قریب جاکر اس کے نائب افسر اور بھیدی نے یہ بتانے کی کوشش کہ اصل میں عدالت میں کیا ہو رہا ہے؟ افسوس کہ منصف صاحب کے پلے اب بھی کچھ نہ پڑا۔ اور اس نے سختی سے قاسیمڈو کو اشارے کے ساتھ مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "کیا تم جانتے ہو کہ تمہیں یہاں کس الزام کی وجہ سے لایا گیا ہے؟" قاسیمڈو چونکہ مصنف کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس لئے اس نے سوچا کہ اس سے اس کا نام پوچھا گیا۔ اس نے اپنی طویل خاموشی کو توڑتے ہوئے اپنی غیر انسانی آواز میں کہا۔ "قاسیمڈو" تماشائی ایک بار پھر ہنسنے لگے۔

"بدمعاش" مجھے دھوکہ دے رہے ہو۔ "لوگوں کے کھلے منہ دیکھ کر منصف نے سمجھا کہ قاسیمڈو نے اس کے سوال کا جواب غلط دیا ہے اور قاسیمڈو نے یہ سمجھا کہ منصف نے اس سے اس کا پیشہ پوچھا ہے۔ اس لئے اس نے جواب دیا۔ "میں نوٹرے ڈیم کا گھنٹیاں بجانے والا ہوں۔" اس کے جواب کے ساتھ ہی ایک بار پھر عدالت کا کمرہ اونچے اور پر شور قہقہوں سے گونجنے لگا۔ ان قہقہوں میں اس وقت اور زیادہ اضافہ ہو گیا۔ جب قاسیمڈو نے قدرے بلند اور غیر مبہم آواز میں پوچھا۔ "کیا حضور میری عمر کے متعلق پوچھ رہے ہیں۔ میں بیس برس کا ہو چکا ہوں....." لوگوں کے قہقہوں کا طوفان تھمنے کا نام ہی نہ لیتا تھا۔ منصف نے مشتعل ہو کر حکم سنایا۔ "سپاہیو! اسے پیلس ڈی گریو کے چوراہے میں شکنجے میں کس کر کوڑے مارے جائیں۔ اور ایک گھنٹہ تک۔ شکنجے میں کسا رہنے دیا جائے۔ عوام الناس کو مطلع کر دیا جائے۔ تاکہ وہ اس کی سزا سے عبرت حاصل کر سکیں۔" منشی نے منصف کے حکم کو جلدی

جلدی کاغذ پر لکھا اور پھر حکم نامہ منصف کے سامنے رکھ دیا تاکہ وہ اس پر اپنے دستخط کرنے کے بعد عدالتی مہر ثبت کر سکے اس وقت اس نے منصف کے کان میں کہا۔ "جناب والا' ملزم بہرہ ہے" نائب منصف ماسٹر بلوریان سے یہ بات منشی نے اس لئے کہی تھی کہ وہ اپنے بہرے پن کی وجہ سے شاید ملزم پر ترس کھا کر سزا میں کچھ کمی کر دے۔ لیکن منصف یہ جملہ بھی نہ سن سکا۔ اور اس نے یہ فرض کر لیا کہ اس کا منشی ملزم پر عائد کئے جانے والے کسی الزام کی سنگینی کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ اس نے غضبناک چہرہ بنا کر کہا۔ "اچھا تو یہ بات ہے۔" اور پھر حکم نامہ میں ترمیم کر دی کہ ملزم کو دو گھنٹوں تک شکنجے پر کسا رہنے دیا جائے اور مہر لگا دی۔

پیلس ڈی گریو کے چوراہے میں لوگ جمع ہو چکے تھے۔ چار سپاہی ہجوم پر قابو پانے کے لئے ادھر ادھر ٹہل رہے تھے۔ ملزم آنے والا تھا اس زمانے میں ملزموں کو سزائیں چوراہے میں دی جاتی تھیں تاکہ لوگ عبرت پکڑ سکیں۔ لیکن لوک عبرت حاصل کرنے کی بجائے تفریح حاصل کرتے تھے۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگ اس خاص جگہ کے قریب جمع ہو چکے تھے۔ جہاں ملزم کو سزا دی جانے والی تھی گھروں کی چھتوں' دیواروں اور کھڑکیوں میں مرد و زن کے سر ہی سر نظر آ رہے تھے۔ بالآخر لوگوں کی بے چینی کو قرار آ گیا۔ ملزم کو لایا جا رہا تھا۔ اسے ایک چھکڑے کی پشت پر باندھا ہوا تھا۔ لوگ اسے دیکھ کر قہقہے لگانے لگے' تالیاں بجانے لگے۔ تالیاں پیٹنے لگے۔ لوگوں نے نوٹرے ڈیم کے کبڑے قاسیمڈو کو پہچان لیا تھا۔

اس بدبخت کے لئے یہ ایک تکلیف دہ لمحہ تھا یہی وہ چوک تھا جہاں ایک دن پہلے اسے احمقوں کا پوپ بنا کر تخت پر بٹھایا تھا۔ خوشی سے نعرے لگائے گئے تھے اور آج یہاں اسے سزا دینے کے لئے رسوں میں باندھے ہوئے لایا گیا تھا۔ شاہی نقارچی نے نقارہ بجا کر ہجوم کو خاموش ہونے کی تلقین کی۔ اور پھر گونجدار آواز میں سزا کا حکمنامہ پڑھ کر سنایا۔ قاسیمڈو اب تک سارے منظر سے بے نیاز نظر آ رہا تھا۔ جب اسے چھکڑے کی پشت سے کھول کر شکنجے میں کسنے کے لئے آگے دھکیلا گیا۔ تب بھی اس نے کوئی مزاحمت نہیں کی۔ اس نے کسی قسم کے جذبات کا مظاہرہ نہیں کیا۔ اس کا چہرہ بے تاثر تھا یوں لگتا تھا جیسے وہ بہرہ ہی نہ ہو۔ اندھا بھی تھا۔ جب اسے شکنجے میں کس کر' کمر تک ننگا کر دیا گیا' اس وقت بھی مطمئن رہا۔ ہجوم میں کھڑے جہیان نے قہقہہ لگا کر اپنے ایک دوست سے کہا۔ "اس سے زیادہ احمق آدمی دیکھنے

میں نہیں آسکتا بے وقوف کو اتنا بھی احساس نہیں کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔" جب لوگوں نے قاسیمڈو کا ابھرا ہوا کوہان دیکھا تو قہقہے لگانے لگے۔ اس کے گھنے بالوں والے سینے اور طاقت ور بالوں بھرے بازوؤں کو دیکھ کر وہ چیخ رہے تھے۔ اسی لمحے ایک آدمی سیڑھیاں چڑھ کر شکنجے کے پاس پہنچا اور سارا مجمع تالیاں بجانے لگا۔ نووارد شاہی جلاد تھا۔ اس نے اپنا کوٹ اتارا ایک ہاتھ میں پکڑے ہوئے کوڑے کو ہوا میں لہرانے لگا۔ چمڑے کے کوڑے کے سرے پر دھات کی مٹھی بنی ہوئی تھی۔ پھر اس نے اپنی دونوں آستینیں اوپر چڑھا لیں۔ اس وقت خوش مزاج آوارہ گرد ہیان کو انوکھی سوجھی۔ وہ ہجوم میں سے آگے نکل کر' بازو اوپر اٹھا کر زور زور سے کہنے لگا: "خواتین و حضرات! آج آپ انتہائی دلچسپ تماشا دیکھیں گے۔ ماسٹر قاسیمڈو کو کوڑے لگائے جائیں گے۔ ماسٹر قاسیمڈو جو عجیب الخلقت انسان ہے ذرا ملاحظہ کیجئے اس کی پشت پر ابھرا ہوا اونٹ جیسا کوہان' اور اس کی ٹیڑھی ٹانگیں۔" لوگ بے اختیار ہنسنے لگے۔ ان قہقہوں میں بچوں کے معصوم اور دوشیزاؤں کے کنوارے قہقہے بھی شامل تھے۔

شکنجے میں جکڑا ہوا قاسیمڈو یوں اچھلا جیسے وہ نیند سے یکدم بیدار ہوا ہو۔ اب اسے محسوس ہونے لگا تھا کہ اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ درد اور تعجب نے اس کے اعصاب کو جھنجھوڑ دیا تھا۔ اس کا بدصورت چہرہ اور زیادہ گھناؤنا ہو گیا۔ اس نے رسوں کو توڑنے کی کوشش کی۔ اسی لمحے شاہی جلاد نے اس کی پشت پر پہلا کوڑا برسا دیا۔ پھر دوسرا' پھر تیسرا' پھر ایک اور اس کے کاندھوں سے خون بہنے لگا جلد ادھڑتی چلی گئی ایک بار پھر اس نے رسوں کو توڑنے کی کوشش کی کہ اس کی آنکھیں ابلنے لگیں۔ رسے اور آہنی شکنجے یقیناً ٹوٹ جاتے اگر جلاد کوڑے پر کوڑے برسا کر اسے نیم بیہوش نہ کر دیتا اس کا سر اس کے سینے پر جھک گیا۔ کوڑے برستے رہے' خون بہتا رہا۔ اب وہ بے ہوش تھا۔ اذیت اب اسے تکلیف نہ دے رہی تھی دور گھوڑے پر بیٹھا ہوا ایک شاہی محتسب سارے منظر کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے اپنا ہاتھ ہلایا۔ جلاد نے کوڑے والا ہاتھ روک لیا۔ جلاد کے دو نائبین نے جلدی جلدی قاسیمڈو کے جسم کے ان حصوں کو دھو کر کوئی مرہم لگا دی جہاں سے خون بہہ رہا تھا۔ خون رک گیا پھر انہوں نے اس کے اوپر پیلا کپڑا پھینک دیا تب جلاد اپنے کوڑے سے خون کے دھبے دھو چکا

تھا لیکن ابھی قاسیمڈو کی عقوبت اور اذیت کا دور ختم نہ ہوا تھا۔ ابھی اسے کم از کم دو گھنٹوں تک اسی شکنجے میں کسا رہنا تھا۔ پیرس کے وہ لوگ جو پہلے ہی اس سے نفرت کرتے تھے۔ جنہوں نے اسے نفرت اور حقارت کے سوا کچھ نہ دیا تھا۔ خوش ہو رہے تھے۔ اس ہجوم میں کوئی بھی ایسا نہیں تھا جسے اس سے ہمدردی ہو۔ سب ہنس رہے تھے۔ سب خوش تھے۔ کوئی بھی نہیں تھا جو اس بدہیئت کبڑے کی تکلیف پر دکھ محسوس کر رہا ہو۔ بلکہ لوگ تو برملا اپنی' نفرت کا اظہار کر رہے تھے۔ ایک نے کہا۔ "اچھا ہوا مسیح کے دشمن کو سزا ملی۔" ایک اور نے چیخ کر کہا۔ "ذرا اس کے غمزدہ چہرے کو تو دیکھنا۔ بخدا اگر گزرا ہوا کل آج پھر آجائے تو ہم اسے ایک بار پھر احمقوں کا پوپ منتخب کرلیں کسی اور نے کہا۔ "آج اسے کوڑے لگے ہیں۔" کسی دن یقیناً اسے پھانسی پر لٹکا دیا جائے گا۔ کوئی اور بولا "کسی عورت کا حمل گرانا ہو تو کسی دوائی کی ضرورت نہیں اس کبڑے کا چہرہ دیکھ لینا کافی ہے۔" ان گنت تضحیک اور تذلیل آمیز جملے' ان گنت قہقہے اور پھر لوگ اسے پتھر مارنے لگے۔ قاسیمڈو کو اب ہوش آچکا تھا۔ جو بھی پتھر لگتا وہ اسے احساس دلاتا کہ لوگ اس سے نفرت کرتے ہیں وہ انکسار اور تحمل کی تصویر بنا سب کچھ دیکھتا رہا۔ مکھیاں اس کے زخموں کے اردگرد چکر لگانے لگی تھیں۔ ایک بار پھر اس نے اپنے آپ کو رسوں سے آزاد کرنے کی کوشش کی لیکن وہ کامیاب نہ ہوسکا اس کے چہرے پر غصہ تھا۔ اس کا سینہ اتھل پتھل ہو رہا تھا لیکن اس معاشرے نے جو کچھ اسے دیا تھا اس کا رد عمل شرمندگی کی صورت میں ظاہر نہیں ہو رہا تھا۔ غصے' نفرت اور مایوسی نے اس کے چہرے کو اور بھیانک کردیا تھا۔

یک دم اس کے چہرے کا تاثر بدل گیا جب اس نے چوراہے میں کھڑے ایک پادری کو دیکھا۔ قاسیمڈو کا چہرہ ملائم پڑگیا۔ غضب آلود چہرے پر پھیکی سی مسکراہٹ دکھائی دینے لگی۔ پادری ہجوم کو چیر کر جوں جوں قریب آرہا تھا قاسیمڈو سمجھ رہا تھا کہ اس کی نجات کا لمحہ آگیا لیکن جب اس کا نجات دہندہ اس کے قریب پہنچا تو اس نے آنکھیں جھکالیں اور تیزی سے آگے گزر گیا وہ پادری فرولو تھا۔ اس کے جاتے ہی قاسیمڈو کا چہرہ پھر سیاہ پڑگیا وہ اپنے آپ کو بے یار و مددگار محسوس کرنے لگا۔ وقت گزرتا گیا۔ لوگ قہقہے لگاتے رہے اس پر جملے کستے رہے اور پھر وہ اپنی مبہم منمناتی ہوئی آواز میں کسی وحشی جانور کی طرح چیخا۔ "پانی"

اس کی اس چیخ نے لوگوں کو اور محظوظ کیا لوگ اور ہنسنے لگے قاسیمڈو کے ماتھے پر پسینے کے قطرے صاف نظر آرہے تھے اس کے منہ سے جھاگ نکل رہی تھی۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ ہزاروں انسانوں کے ہجوم کے سامنے جکڑا ہوا وہ اذیت سے پانی کے چند قطرے مانگ رہا تھا اور لوگ ہنس رہے تھے اس نے مایوسی کے ساتھ پھر ہجوم کو دیکھا اور چیخا۔ "پانی پانی" اور ہر شخص ہنسنے لگا۔ ایک طالب علم نے کیچڑ میں بھگویا ہوا اسفنج کا ٹکڑا اس کی طرف اچھالتے ہوئے کہا۔ "لو پانی پی لو۔" ایک عورت نے اس پر پتھر پھینکتے ہوئے کہا۔ "رات کے وقت شیطان گھنٹیاں بجانے والے! اب تمہیں سبق آجائے گا۔" ہانپتے ہوئے قاسیمڈو نے تیسری بار پھر چیخ کر کہا۔ "پانی"

تب قاسیمڈو نے دیکھا کہ ہجوم کو چیرتی ہوئی عجیب و غرب لباس پہنے ہوئے ایک نوجوان لڑکی آگے بڑھ رہی ہے اس کے پیچھے نوک دار سینگوں اور روغن زدہ سموں والی سفید بکری چل آرہی ہے۔ اور لڑکی کے ہاتھ میں تنبورہ پکڑا ہوا ہے۔ قاسیمڈو کی آنکھ چمک اٹھی۔ یہ وہی لڑکی تھی جسے اس نے پچھلی رات اغوا کرنے کی کوشش کی تھی۔ اور اسی جرم میں اسے یہ سزا دی گئی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ یہ لڑکی یقیناً اپنا انتقام پورا کرنے کے لئے اسے کوئی سزا دینے چلی آئی ہے۔ ان گنت دوسرے انسانوں کی طرح وہ بھی اسے اذیت دے گی غصے میں پھنکتے ہوئے وہ اسے دیکھتا رہا۔ وہ سیڑھیاں چڑھتے ہوئے شکنجے کی طرف بڑھ رہی تھی۔ اگر اس یک چشم کبڑے کی آنکھ میں بجلی گرانے کی قوت ہوتی تو وہ اس لڑکی پر بجلی گرا کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا۔ لیکن وہ لڑکی ایک لفظ کہے بغیر اس کے پاس پہنچی اور پانی کا مشکیزہ نکال کر قاسیمڈو کے سوکھے ہوئے ہونٹوں سے لگا دیا۔

اس کی واحد آنکھ جو ابھی تک خشک تھی۔ اس سے ایک بہت بڑا آنسو نکلا اور اس کے بدہیئت چہرے پر بکھر گیا۔

شاید یہ پہلا آنسو تھا جو اس نے اپنی پوری زندگی میں بہایا تھا وہ اتنا جذباتی ہو گیا تھا کہ پانی پینا بھول گیا۔ خوبصورت جپسی لڑکی نے ہونٹ سکوڑ کر بے چینی کا اظہار کیا۔ پھر مسکرا کر پانی کا مشکیزہ اس کے منہ سے لگا دیا۔ وہ لمبے لمبے گھونٹوں میں پانی پینے لگا۔ جب اس کی پیاس مٹ گئی تو اس بدبخت نے اپنے سیاہ ہونٹ آگے بڑھا کر ان ہاتھوں کو چومنے کی کوشش کی جو

اس کے لئے پانی لے کر آئے تھے۔ لیکن اسی وقت اس خوب صورت جپسی لڑکی کو شاید پچھلی رات کا واقعہ یاد آگیا تھا۔ جب یہی نیم انسان اسے اغوا کرنے والا تھا اس نے اپنے ہاتھ یوں پیچھے کھینچ لئے جیسے کوئی بچی اس ڈر سے ہاتھ پیچھے کھینچ لیتی ہو کہ کوئی درندہ انہیں کاٹ کھائے گا۔ قاسیمڈو نے اس کی طرف دیکھا اور سراپا اداسی بن کے اس خوب صورت لڑکی کو دیکھا جو اس کے لئے پانی لے کر آئی تھی' اسے اپنی ساری تکلیف بھول گئی۔ وہ یہ بھی بھول گیا کہ ابھی ہزاروں انسانوں کے سامنے اسے کوڑے لگائے گئے تھے۔ اس لڑکی کی پاکیزگی' اس کا حسن' اس کی ہمدردی ایک ایسا مداوا بن گیا کہ وہ خوش ہوگیا۔ اسی وقت رولاں کے مینار میں رہنے والی بڑھی چیخی۔ ”لعنت ہو تجھ پر مصر کی بیٹی۔ لعنت ہو تجھ پر۔“ لاایمرالڈا کا رنگ زرد پڑ گیا وہ تیزی سے نیچے اتر آئی۔ بڑھی کی آواز پھر گونجی۔ ”شیطان جپسی۔ کسی دن تمہیں یہاں پھانسی دی جائے گی۔“ لوگ بڑبڑانے لگے۔ رولاں کے مینار کی بڑھی چیخ رہی تھی۔ اور وہ وقت آگیا تھا جب قاسیمڈو کو شکنجے سے آزاد کیا جانے والا تھا۔ ہجوم چھٹنے لگا تھا قاسیمڈو کی آنکھیں اس ہجوم میں جپسی لڑکی کو تلاش کر رہی تھیں۔

وہ تیزی سے بھاگ چکی تھی!

قحبہ خانے کی رات

کیپٹن فوبیس اپنی منگیتر فلیورڈی لیز کے گھر گپ شپ میں مصروف تھا کہ اچانک اس کی منگیتر نے پوچھا۔ ”ڈیڑھ دو مہینے ہوئے جب تم نے مجھے ایک جپسی لڑکی کے بارے میں بتایا تھا کہ تم نے اسے بدمعاشوں سے نجات دلوائی تھی۔ فوبیس نے اثبات میں جواب دیا تو کہنے لگی۔ ”ذرا کھڑکی سے باہر جھانک کر تو دیکھو۔ کیا یہ وہی جپسی لڑکی تو نہیں۔ وہ جو چوک میں ناچ رہی ہے!“ فوبیس نے کھڑکی سے باہر جھانکا۔ چوک میں لاایمرلڈا ناچ رہی تھی۔ ”ہاں یہ وہی ہے اس کی بکری بھی وہی ہے۔“ فوبیس نے پہچان کر کہا۔

”واہ کتنی خوب صورت بکری ہے؟“ فلیور ڈی لیز کی ایک سہیلی نے کہا۔ ”یوں لگتا ہے جیسے اس کے سینگ اصلی سونے کے بنے ہوئے ہوں۔“ فوبیس' اس کی اصلی منگیتر اور اس

کی سہیلیاں چوک میں دیکھنے لگیں جہاں ایمرالڈا رقص کر رہی تھی اچانک اس کی ایک سہیلی کی نظر نوٹرے ڈیم کے ایک مینار پر جا پڑی جس کی کھڑکی میں جھک کر ایک آدمی چوک میں ناچتی ہوئی جپسی رقاصہ کو دیکھ رہا تھا۔ لڑکیوں نے چند لمحوں ہی میں اس آدمی کو پہچان لیا۔ جو کسی مجسمے کی طرح ساکت ناچتی ہوئی رقاصہ پر نظریں گاڑے ہوئے تھا یہ نوٹرے ڈیم کا پادری ہے۔ تعجب ہے وہ رقاصہ کو اس طرح گھور رہا ہے۔ فوبیس کی منگیتر نے فرمائش کر دی کہ چونکہ وہ جپسی لڑکی کو جانتا ہے اس لئے کیوں نہ اسے اوپر بلا لیا جائے خوب مزا رہے گا۔ فوبیس نے لیت لعل سے کام لینا چاہا کہ وہ اس کا نام نہیں جانتا۔ ممکن ہے وہ اسے بھول گئی ہو۔ لڑکیوں کے اصرار کے سامنے اس کی ایک نہ چلی اور اس نے کھڑکی سے جھک کر اونچی آواز میں پکارا۔ "میڈموزیل۔"

وہ اس وقت اپنا تنبورہ نہ بجا رہی تھی اس نے اس طرف دیکھا جہاں سے آواز آئی تھی۔ فوبیس کو دیکھ کر اس کے رقص کرتے ہوئے پاؤں چند منٹوں کے لئے تھم گئے وہ اسے پہچان گئی تھی۔ ان چند منٹوں میں اس کے رخسار شعلہ رنگ ہو گئے پھر وہ آہستہ آہستہ بھیڑ کو چیرتی ہوئی فوبیس کی طرف بڑھی۔ اس وقت اس کی حالت اس مسحور پرندے جیسی تھی جس نے سانپ کو دیکھ لیا ہو۔ گم صم' چپ چاپ وہ دہلیز کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ لڑکیوں پر اس کی آمد کا عجیب ردعمل ہوا۔ فوبیس کی منگیتر اور اس کی سہیلیاں خوب صورت دوشیزائیں تھیں۔ لیکن ایمرالڈا ان سب سے بڑھ کر تھی۔ اس کے حسن کے سامنے وہ خفت محسوس کرنے لگیں۔ ایک لمحے میں سب لڑکیوں کے چہرے بجھ گئے۔ کسی سے کوئی بات نہ بن رہی تھی۔ فوبیس کی منگیتر اور اس کی سہیلیوں نے جپسی لڑکی کو اپنا مشترکہ دشمن سمجھا۔ ایمرالڈا اس ٹھنڈے استقبال سے بڑی مایوس ہوئی۔ خفت اور اپنے الجھے ہوئے خیالات کی وجہ سے وہ آنکھ بھی اوپر نہ اٹھا سکی۔ خاموشی کا طلسم کیپٹن فوبیس نے توڑا۔ " فلیورڈی لیز۔ دیکھو تو۔ یہ کتنی خوب صورت ہے! تمہارا کیا خیال ہے۔" اپنے منگیتر اور پھر مرد کے منہ سے دوسری عورت کی تعریف سن کر وہ تو جل بھن گئی۔ "بری نہیں!"

ایمرالڈا کو اندر بلا لیا گیا۔ بات کرنے کے لئے فوبیس نے کہا۔ "تم مجھے پہچانتی ہو نا؟ کیا تم اس دن مجھ سے خوفزدہ تھیں کہ اتنی جلدی بھاگ گئیں؟" بے چاری ایمرالڈا کیا جواب

دیتی۔ وہ تو اسے اپنے دل میں بسا بیٹھی تھی۔ فوبیس کہہ رہا تھا۔ "تمہارے بعد ہم نے اس یک چشم کبڑے کو پکڑ لیا تھا۔ وہی پادری کا آدمی جو جنم سے ہی حرامزادہ اور شیطان ہے۔ آخر وہ تمہیں کیوں اٹھا رہا تھا؟" اب تو ایمرالڈا کو جواب دیتے ہی بنی اس نے اپنی شرمائی ہوئی میٹھی آواز میں کہا۔ "مجھے کیا پتہ؟"

"حیرت ہے کہ وہ کبڑا بدمعاش لڑکی کو اغوا کر رہا تھا۔" فلیور ڈی لیز کی ایک سہیلی نے کہا۔ اس قسم کے چند جملوں کا تبادلہ ہوا۔ پھر لڑکیوں نے جپسی لڑکی ایمرالڈا کے لباس پر دبے لفظوں میں کیڑے نکالنا شروع کر دیا۔ ایمرالڈا کی حالت دیدنی تھی۔ وہ ہر بات سن رہی تھی مگر خاموش تھی۔ اس سے کوئی بات بن ہی نہ رہی تھی۔ کبھی کبھار وہ نظریں اٹھا کر کیپٹن فوبیس کی طرف دیکھ لیتی تھی۔ کیپٹن فوبیس اس کا خوب صورت خواب تھا وہ سوتے جاگتے ہر روز دن رات میں کتنی بار دیکھا کرتی تھی۔ لیکن اب وہ سامنے کھڑا تھا اور وہ اس سے اپنے دل کی بات نہ کہہ سکی۔ پیرس کی ان اونچے گھرانوں کی خوب صورت لڑکیوں میں کھڑی وہ اپنے آپ کو بے مایہ اور کمزور محسوس کر رہی تھی۔ وہ یہ محسوس نہ کر سکی تھی کہ شاہی فوج کے ایک دستے کے کپتان کو اس کے حسن نے مسحور کر لیا تھا۔ فوبیس اسے دیکھ کر دل ہی دل میں کہتا تھا۔ "کیا حسن پایا ہے۔ آہ یہ جنگلی حسن۔"

ایمرالڈا کی بکری کو دیکھ کر پہلے تو لڑکیوں نے ہنستے ہوئے چیختی ہوئی آوازوں میں تعجب کا اظہار کیا۔ پھر اس کے رنگدار سنہری سینگوں اور سموں کو دیکھ کر دلچسپی کا اظہار کرنے لگیں۔ ایک لڑکی نے کہا۔ "کیوں نہ اس بکری کے کرتب دیکھے جائیں۔" پھر اس نے ایمرالڈا سے کہا۔ "اپنی بکری سے کہو کہ وہ ہمیں کوئی انوکھا کرشمہ دکھائے۔" بے چاری ایمرالڈا کے پلے یہ بات نہ پڑی تو اس لڑکی نے کہا کوئی جادو کا کھیل، کوئی ایسا کارنامہ جو بکری چڑیلوں اور بھوتوں کے اشارے پر کر سکے۔ ایمرالڈا خاموش کھڑی رہی۔ اب بھی وہ اس محفل میں اپنے آپ کو اجنبی محسوس کر رہی تھی ایک لڑکی بکری کو ایک طرف لے گئی اور اسے بسکٹ کھلانے لگی۔ بکری کے گلے میں لٹکتے ہوئے ایک چھوٹے سے تھیلے کو کھول کر اس نے اس کی ایک ایک چیز باہر نکال دی۔ اب عجیب و غریب قسم کے حروف اور اشیاء کے ٹکڑے فرش پر بکھرے ہوئے تھے بکری نے اپنی چیزوں کو دیکھا تو سر جھکا کر اپنے سموں سے ان لفظوں کو ایک خاص

ترتیب سے جوڑنے لگی۔ جب بکری نے ایک نام کے حروف کو ترتیب دے دی تو فیلورڈی لیز کی سہیلی کی آنکھیں پھٹ گئیں اور وہ بے ساختہ پکار اٹھی۔ "ارے دیکھو تو۔ اس بکری نے یہ کیا کیا ہے۔" تمام لڑکیاں اور فیلورڈی لیز اس طرف لپکے۔ بکری نے لفظوں کو ایک خاص ترتیب دے کر ایک لفظ لکھ دیا تھا اور وہ لفظ تھا۔ فوبیں۔

"کیا واقعی یہ لفظ بکری نے لکھا ہے۔"

جب اس کی سہیلی نے اس کی تائید کی تو فیلورڈی لیز کا چہرہ اتر گیا۔ لو بھلا یہ کیا بات ہوئی کہ اس کے محبوب اور منگیتر کا نام جپسی لڑکی کی بکری تک جانتی ہے اور اس کو لکھ سکتی ہے۔ ایمرالڈا کی حالت یوں تھی کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔ وہ اس وقت فوبیں کے سامنے یوں کھڑی تھی جیسے کوئی ملزم کسی منصف کے سامنے کھڑا ہوتا ہے۔ فیلورڈی لیز نے سسکی بھرتے ہوئے کہا۔ "اس رقاصہ کی یادداشت بہت اچھی ہے۔" پھر زور سے چیخی۔ "تم ایک چڑیل ہو۔ میری رقیب ہو"۔ فیلورڈی لیز کی ماں نے اپنی بیٹی کی یہ حالت دیکھی تو چیخ کر کہا۔ "اے جپسی لڑکی نکل جاؤ یہاں سے دفع ہو جاؤ ہمارے گھر سے..." ایمرالڈا نے وہ بد قسمت الفاظ جلدی جلدی فرش سے اٹھائے انہیں تھیلے میں ڈالا اپنی بکری جالی کو اشارہ کیا اور پھر ایک لمحے میں وہ اس گھر سے باہر نکل گئی۔

وہ پادری جو نوٹرے ڈیم کے گرجے کے مینار میں کھڑا باہر کی طرف دیکھ رہا تھا۔ وہ پادری فرولو تھا۔ وہ مینار کے جس کمرے میں کھڑا تھا یہ وہی حجرہ تھا۔ کہاں وہ اکیلا گھنٹوں عجیب و غیرب طرح کے تجربوں میں مصروف رہتا۔ جہاں وہ گھنٹوں انوکھی باتیں سوچا کرتا تھا۔ یہ ایک اونچا مینار تھا۔ اس کے حجرے کی کھڑکی سے سارا پیرس نظروں کے سامنے آجاتا تھا۔ ان گنت گھروں کی چمنیاں اور چھتیں یہاں سے صاف نظر آتی تھیں۔ دور دور کی پہاڑیاں اور پھر افق کی لکیر۔ لیکن پادری راہب یہ پھیلا ہوا دلفریب منظر نہ دیکھ رہا تھا۔ اس کی نظریں تو چوک میں رقص کرتی ہوئی رقاصہ پر گڑی تھیں۔ پادری دیکھ رہا تھا کہ جب لوگوں کا ہجوم رقاصہ کے اور قریب ہوتا اور گھیرا تنگ ہونے لگتا تھا تو ایک عجیب و غریب ڈھیلے ڈھالے سرخ اور زرد رنگ کے کپڑے کے کوٹ میں ملبوس آدمی آگے بڑھ کر ہجوم کو پیچھے ہٹنے کا اشارہ کرتا ہے اور دائرے کو وسیع بنا دیتا ہے۔ اس شخص کو دیکھ کر پادری فرولو کی توجہ رقاصہ

سے قدرے ہٹ گئی تھی۔ وہ سوچنے لگا تھا کہ یہ آدمی کون ہو سکتا ہے؟ اس سے پہلے تو رقاصہ ہمیشہ اکیلی ہی نظر آتی رہی ہے؟ وہ تیزی سے مڑا اور پھر حجرے سے نکل کر پر پیچ سیڑھیاں اترنے لگا۔ جب وہ گھنٹیوں والے مینار کے قریب سے گزرا تو اس نے ایک حیران کن بات دیکھی۔ کبڑا قاسیمڈو بھی بڑی توجہ اور انہماک سے چوراہے میں ناچنے والی رقاصہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ پادری تیزی سے اس کے پاس سے گزر گیا۔ قاسیمڈو کو احساس تک نہ ہو سکا کہ اس کا آقا اور مربی وہاں سے گزرا ہے۔ پادری فرولو نے اپنے آپ سے کہا "حیرت ہے کہ قاسیمڈو اس استغراق سے رقاصہ کو دیکھ رہا ہے۔ آخر کیوں؟" چند منٹوں کے بعد پادری فرولو تیزی سے چلتا ہوا نوٹرے ڈیم کے گرجے کے باہر پہنچ گیا۔ لیکن وہاں وہ خانہ بدوش لڑکی موجود نہ تھی۔ یہ وہی لمحہ تھا جب ایمرالڈا کو فوبیس نے آواز دے کر بلا لیا تھا۔ "کہاں چلی گئی وہ؟" پادری فرولو نے حیرت سے اپنے آپ سے پوچھا۔ پادری نے آگے بڑھ کر دیکھا کہ سرخ اور زرد رنگ کے کپڑے کا کوٹ پہننے والا مرد اب رقاصہ کی جگہ چند سکے حاصل کرنے کے لئے مداریوں کے سے کرتب دکھا رہا ہے۔ اس نے اپنے دانتوں سے کرسی کو اوپر اٹھا رکھا ہے اور اس کرسی پر ایک بلی بیٹھی ہوئی ہے۔ "اوہ میرے خدا" پادری نے اس مرد کو دیکھ کر حیرت سے کہا۔ "یہ تو گرینگوئر ہے۔ اسے کیا ہو گیا؟ یہ یہاں کیا کر رہا ہے؟" پادری فرولو نے جوش میں اسے آواز دی تو گرینگوئر پر اس آواز کا اتنا شدید اثر ہوا کہ اس سے توازن برقرار نہ رکھا جا سکا اور کرسی اس کے دانتوں سے نکل کر نیچے گر پڑی۔ اور کرسی پر بیٹھی ہوئی بلی زور سے خرخرانے لگی۔ لوگ جو پہلے اس تماشے کو دلچسپی سے دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے زوردار قہقہہ لگایا۔ "ادھر آؤ۔ میرے ساتھ چلو۔" پادری فرولو نے گرینگوئر کو حکم دیا۔ گرینگوئر چوں وچراں کئے بغیر وفادار کتے کی طرح پادری کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ گرجے کے قریب جا کر ایک ستون کے پیچھے پادری رک گیا۔ پادری کی آنکھوں میں بے پناہ غصہ تھا۔ اس کا چہرہ بے حد سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔ اس کی آواز بوجھل اور چبھتی ہوئی تھی۔ گرینگوئر میں نے دو باتیں کرنے کے لئے تمہیں بلوایا ہے پہلے تو یہ بتاؤ کہ پچھلے دو ماہ سے تم کہاں ہو تمہاری صورت تک نظر نہیں آئی اور اب تم نظر بھی آئے تو اس مضحکہ خیز لباس میں جو آدھا سرخ اور آدھا زرد ہے۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ گرینگوئر نے چند ثانیوں کے لئے پادری فرولو کی طرف دیکھا اور اب

سے کہا۔ "جناب آپ درست فرماتے ہیں۔ واقعی میرا یہ کوٹ بڑا مضحکہ خیز ہے۔ لیکن میں مجبور ہوں۔ بدقسمتی سے میرا اپنا کوٹ کھو چکا ہے۔ میرے پاس کوئی دوسرا لباس نہیں اور انسانی تہذیب نے ابھی ترقی کے اتنے مرحلے طے نہیں کئے کہ وہ ہمیں ننگا رہنے کی اجازت دے سکے۔ اسی لئے جب یہ کوٹ مجھے پہننے کے لئے دیا گیا تو میں نے اسے بصد شکریہ قبول کرلیا۔" گرینگوئر نے بات ختم کی تو پادری نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "اور تم نے جو پیشہ اختیار کیا ہے۔ وہ بھی خوب ہے۔" گرینگوئر پادری فرولو کے طنز کو بھانپ گیا تھا۔ بولا "جناب آپ بجا فرماتے ہیں۔ یقیناً فلسفہ کے نظریات میں گم رہنا اور شعر کہنا۔ دانتوں سے کرسی پکڑنے سے زیادہ شریفانہ کام ہے لیکن آپ ہی بتایئے کہ میں کیا کروں؟ دنیا کی خوب صورت اور فکر انگیز شاعری بھی روٹی کے ایک لقمے سے کمتر ہے۔ آپ کو تو علم ہی ہے کہ میں نے وہ مشہور اصلاحی کھیل لکھا۔ لیکن اس شہر نے مجھے اس کے صلے میں کیا دیا۔ اس کھیل پر جو اخراجات اٹھے تھے وہ بھی کسی نے ادا کرنے کی زحمت گوارا نہ کی کھیل لکھنا اور ایسے لوگوں کے سامنے پیش کرنا اب میرے بس کی بات نہیں رہی کیونکہ میرے جبڑے مضبوط ہیں اور پیٹ روٹی مانگتا ہے۔ جبکہ کھیل لکھنے کا صلہ بھوک اور موت ہے۔ اپنے مضبوط جبڑوں کی وجہ سے میں نے یہ کرتب اور مداری کے تماشے بھی سیکھ لئے ہیں۔ اس سے کم از کم مجھے پیٹ بھرنے کے لئے روکھی سوکھی روٹی تو مل جاتی ہے مجھے احساس ہے کہ میں اپنی تمام عالمانہ صلاحیتوں کو اس طرح ضائع کر رہا ہوں۔ لیکن آپ ہی بتایئے کہ انسان بغیر کچھ کمائے اور کھائے پیئے کس طرح زندہ رہ سکتا ہے۔" پادری فرولو اس کی گفتگو بڑے تحمل سے سنتا رہا۔ جب گرینگوئر اپنی بات ختم کر چکا تو پادری فرولو نے پوچھا۔ "تم نے جو کچھ بتایا وہ افسوسناک ہے لیکن یہ تو بتاؤ کہ تم نے اس جیسی رقاصہ کا ساتھی بننا کس طرح گوارا کرلیا۔"

"وہ اس لئے جناب۔ کہ وہ میری بیوی ہے اور میں اس کا شوہر ہوں۔" گرینگوئر نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔

یہ جوان سن کر پادری کی آنکھیں شعلوں کی طرح آگ برسانے لگیں۔ "کیا بکواس کرتے ہو۔ بدمعاش، بدبخت، تمہیں یہ جرات کیسے ہوئی کہ تم خدا کو بھول کر اس لڑکی کو چھونے کی ہمت کر سکے؟" یہ کہہ کر پادری نے اس کا بازو اپنے آہنی ہاتھ کی گرفت میں لے لیا۔

"جناب میں آسمانوں کے رب کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے اسے آج تک نہیں چھوا۔" گرینگوئر پادری کے غضبناک لہجے سے کانپنے لگا تھا۔ لیکن حضور آپ کس بات پر پریشان ہیں۔

"ابھی تم بیوی اور شوہر کے بارے میں کیا کہہ رہے تھے؟"

پادری نے اسے جھنجھوڑتے ہوئے پوچھا۔

گرینگوئر کے اس بازو میں درد ہونے لگا تھا۔ جسے پادری نے ابھی تک پکڑ رکھا تھا۔ گرینگوئر نے بڑی نرمی سے اپنا بازو پادری فرولو کی گرفت سے چھڑایا۔ پھر گھبرائے ہوئے لہجے میں ایک ایک تفصیل سنانے لگا۔ احمقوں کا پوپ انتخاب کرنے کی رات 'ڈرامے کی ناکامی۔ گداگروں کی بستی اور پھر جو کچھ وہاں ہوا تھا اس نے سب کچھ پادری فرولو کو بتادیا۔ پھر اس نے دیکھا کہ جوں جوں وہ پادری کو اپنی داستان سنا رہا ہے پادری کے چہرے کی کرختگی میں کمی ہوتی جا رہی ہے جب اس نے یہ بتایا کہ بیوی بننے کے باوجود ایمرالڈا نے اسے اپنے آپ کو چھونے کی اجازت نہیں دی تو پادری کے چہرے پر ایک عجیب سا اطمینان جھلکنے لگا۔ "جناب جو مایوسی مجھے ہوئی میں اس کا اظہار بھی نہیں کر سکتا۔ اور میری مایوسی اور بدقسمتی کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ میری شادی ایک ایسی کنواری سے ہوئی ہے جو سدا کنواری رہنا چاہتی ہے اور میں اس کا شوہر ہونے کے باوجود کچھ بھی نہیں کر سکتا۔"

"آخر ایسا کیوں ہے۔ اصلیت کیا ہے۔" پادری فرولو نے پوچھا۔

جناب میں نے اس راز کی تہہ تک پہنچنے کی بڑی کوشش کی ہے۔ ایمرالڈا کی اس ضد کے پیچھے ایک وہم کام کر رہا ہے مجھے گداگروں کی بستی کے ایک بادشاہ مصر کے ڈیوک نے بتایا ہے کہ ایمرالڈا اپنی گردن میں ایک چھوٹی سی تھیلی ہار کی صورت میں ہر وقت پہنے رکھتی ہے وہ سمجھتی ہے کہ اس تھیلی میں ایک ایسی قوت موجود ہے کہ وہ اس کی وجہ سے ایک نہ ایک دن اپنے کھوئے ہوئے والدین کو دوبارہ مل سکے گی۔ لیکن اگر اس نے اپنی عصمت گنوادی تو اس تھیلی کا سارا جادو اور اثر ضائع ہو جائے گا اور وہ اپنے کھوئے ہوئے والدین سے کبھی نہ مل سکے گی۔ اگر اس نے اس ہار نما تھیلی کو گلے سے اتار دیا یا کسی نے اسے چھولیا تو اس کی ساری تاثیر ختم ہو جائے گی۔ ایمرالڈا کو اس پر اتنا یقین ہے کہ وہ کسی کو اپنے قریب پھٹکنے

نہیں دیتی۔"

اندرونی طمانیت اور مسرت سے پادری کا چہرہ بے حد مسرور نظر آرہا تھا۔ اس نے ایک عجیب سوال پوچھا۔ "تو تمہیں یقین ہے کہ اس لڑکی کو ابھی تک کسی مرد نے نہیں چھوا۔"

"حضور ایک آدمی کسی واہمے کے خلاف کس طرح لڑسکتا ہے اس لڑکی کے دل میں یہ واہمہ پختہ ہوچکا ہے وہ اس کو اپنے دماغ سے کبھی نکال نہیں سکتی۔ میں نے تو اس مسئلے پر جتنا غور کیا ہے میرے تعجب میں اضافہ ہوا ہے۔ ذرا آپ ہی سوچئے کہ پیرس جیسے شہر میں ایک بے مثال حسن کی مالک ہو کر' اور پھر ایک نچلے طبقے سے تعلق رکھنے کے باوجود یہ جپسی لڑکی ابھی تک اپنی عصمت کے نگینے کو محفوظ کئے ہوئے ہے۔ کوئی مرد اس کی طرف اپنے ہاتھ نہیں اٹھا سکتا۔ وہ اپنی حفاظت کرنا خوب جانتی ہے۔ اس کے پاس ہر وقت ایک خنجر ہوتا ہے۔ جناب یہ جپسی لڑکی ایک مغرور انوکھی لڑکی ہے۔"

گرینگوئر کی زبان کھلی تو وہ پھر بولتا ہی چلا گیا۔ وہ زور بیان میں پادری کو بتا رہا تھا کہ ایمرالڈا ایک معصوم' بے خطا اور بھولی بھالی لڑکی ہے۔ اس کا بھوتوں' پریتوں اور چڑیلوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہ حسن مجسم ہے' مکمل خوب صورتی ہے' اس کے بارے میں یہ سوچنا کہ وہ بھوت پریت یا چڑیل ہے' زیادتی اور ظلم ہے۔ یہ درست ہے کہ وہ ہمیشہ گھومتی پھرتی ہے لیکن یہ کوئی بری بات نہیں۔ وہ جپسی ہے اس کا بچپن اسپین اور دوسرے ملکوں میں گزرا ہے۔ پادری فرولو دل چسپی سے ایمرالڈا کے بارے میں گرینگوئر کی باتیں سنتا رہا۔ جب گرینگوئر اپنی اور ایمرالڈا کی انوکھی شادی کے بارے میں باتیں کرنے لگا تو پادری فرولو کی دل چسپی میں اور بھی اضافہ ہوگیا۔ پیرس کا آوارہ گرد فلسفی اور شاعر جو اب مداری بن چکا تھا۔ کہہ رہا تھا۔ "یہ افلاطونی فلسفہ کے مطابق شادی ہوئی ہے جسم کا عنصر خارج ہوچکا ہے۔ جناب میں بے حد مطمئن ہوں۔ کم از کم اب مجھے یہ فکر تو نہیں ستاتا کہ میں آج کی رات کہاں سوؤں گا۔ آج کے دن اپنا پیٹ کیسے بھروں گا۔ ہر روز صبح میں اپنی نام نہاد بیوی اور اس کی بکری کے ساتھ گداگروں کی بستی سے نکل کھڑا ہوتا ہوں۔ سارا دن میں اس کے ساتھ رہتا ہوں۔ وہ ناچتی ہے' گاتی ہے اس کی بکری لوگوں کی نقلیں اتارتی ہے۔ اور انوکھے کھیل تماشے دکھاتی ہے۔ شام کو ہم واپس آجاتے ہیں ہم دونوں ایک ہی چھت کے نیچے

سوتے ہیں لیکن وہ اپنے کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر لیتی ہے۔" گرینگوئر نے گفتگو کے دوران میں ایک عجیب بات کہی کہ اسے ایمرالڈا سے اتنی محبت نہیں جتنی محبت ایمرالڈا کی بکری جالی سے ہے۔ جالی دنیا کی عجیب و غریب بکری ہے۔ وہ اس کے دکھ درد کو سمجھتی ہے۔ اس نوجوان فلسفی اور شاعر کا یہ طرزِ احساس عہد وسطی کے انسانوں کے لئے انوکھا نہ تھا۔ بلکہ بڑا فطری تھا۔ گرینگوئر نے کہا۔ "جالی بڑی ذہین ہے ان دنوں اس نے حروف کی ترتیب دے کر ایک نیا نام لکھنا سیکھ لیا ہے۔ وہ نام ہے فوبیس۔" فوبیس کا نام سن کر پادری فرولو چونکا۔ "فوبیس؟" پادری نے پوچھا۔ "جی ہاں فوبیس۔ یہ نام ایمرالڈا اکثر دہراتی رہتی ہے ممکن ہے اس نام میں کوئی اثر یا واہمہ پوشیدہ ہو۔"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ یہ لفظ کسی کا نام نہیں۔ بلکہ صرف ایک لفظ ہے۔"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں۔" گرینگوئر نے جواب دیا۔ "میں نے تو صرف ایمرالڈا کو کئی بار تنہائیوں میں یہ نام دہراتے ہوئے سنا ہے۔" پادری فرولو کچھ دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر اس نے اپنے کھردرے لہجے میں گرینگوئر کو مخاطب کر کے کہا۔ اپنی ماں کی کوکھ کی قسم کھا کر کہو کہ تم نے ابھی تک ایمرالڈا کو نہیں چھوا۔ گرینگوئر نے حیرت سے پادری طرف دیکھا پھر بولا۔ "جناب ماں کیا میں اپنے باپ کے سر کی قسم بھی کھاتا ہوں۔ لیکن کیا میں ایک بات پوچھ سکتا ہوں؟" جب پادری نے اثبات میں سر ہلایا تو گرینگوئر نے کہا۔ "حضور اس میں اتنی دلچسپی کیوں لے رہے ہیں؟" پادری کا چہرہ یہ سوال سن کر کسی نوجوان لڑکی کی طرح سرخ ہو گیا۔ اس نے اپنے تاثرات کو چھپانے کے لئے کہا۔ "گرینگوئر مجھے تمہارے مستقبل سے دلچسپی ہے۔ اسی لئے میں تفصیل سے یہ بات کھنگال رہا تھا۔ میں نہیں چاہتا کہ تم اس چڑیل جیسی لڑکی کا آلہ کار بن جاؤ۔ جسم کی کشش ہی شیطان کا غلام بننے پر اکسایا کرتی ہے۔" گرینگوئر نے کہا۔ "میں نے ایک بار دروازے کی درز سے رات کو اس کا جسم دیکھا تھا۔ آہ کیا جسم ہے..." "بھاگ جاؤ یہاں سے شیطان کے چیلے" پادری نے غصے سے کہا اور پھر خود بھی بکتے جھکتے وہاں سے گرجے کی طرف چل دیا۔

نوٹرے ڈیم کے گرجے کے آس پاس رہنے والے لوگوں نے ایک تبدیلی کو بڑی جلدی محسوس کرلیا۔ قاسیمڈو۔ جملہ تہواروں اور تجہیز و تکفین اور اجتماعی نمازوں کے اوقات پر گرجے کی گھنٹیاں بجایا کرتا تھا۔ لیکن کچھ عرصے سے وہ گھنٹیوں کے بارے میں پہلا جیسا مشتاق نہ رہا تھا۔ گھنٹیاں تو اب بھی وہ موقع پڑنے پر بجاتا تھا۔ مگر یوں لگتا تھا جیسے گھنٹیوں کی آواز مردہ اور پھیکی ہوگئی ہے۔ ان گھنٹیوں میں جو روح تھی وہ ختم ہوچکی تھی۔ گرجا اب یوں لگتا جیسے سنسان ہو۔ ویران ہو۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ قاسیمڈو کس بات سے پریشان ہے۔ نوٹرے ڈیم کے گرجے میں اس کی موجودگی کا مطلب تو ہمیشہ سے یہ لیا جاتا تھا کہ وہ اپنے دلی شوق و ذوق سے گھنٹیاں بجا کر سارے علاقے میں سریلی آوازیں بکھیرا کرتا تھا۔ لیکن اب کوئی ایسی انہونی اور انوکھی بات ہوگئی تھی کہ وہ جو اپنے گرجے کی گھنٹیوں کا دلدادہ اور عاشق تھا۔ اپنی محبوب گھنٹیوں سے بیزار کیوں ہوگیا تھا۔ وہ اپنی تمام تر بدصورتی کے باوجود اداس دکھائی دیتا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے اس کی روح بجھ گئی ہے۔ "میری" نام کی بڑی گھنٹی پر وہ جان دیتا تھا۔ لیکن اب اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھتا تھا۔ کہیں اس کی وجہ یہ تو نہ تھی کہ میری کا کوئی رقیب پیدا ہوگیا تھا۔ ایک دن اس کے دل میں اپنی محبوب گھنٹیوں کی محبت پھر عود آئی۔ وہ تہوار کا دن تھا۔ وہ چیخ چیخ کر والہانہ جوش و مسرت سے گھنٹیاں بجانے لگا۔ کبھی کبھار وہ چوراہے کی طرف بھی نظر ڈال لیتا تھا۔ اچانک اس کی نظر چوراہے کے ایک گوشے میں بچھے ہوئے قالین کے ٹکڑے پر پڑی' پھر اس نے عجیب و غریب بکری کو دیکھا۔ اور وہاں ایمرالڈا ناچ رہی تھی۔ ایک لمحے میں وہ گھنٹیوں کو پھر بھول گیا۔ گھنٹیاں خود ہی ہلتے ہلتے آواز پیدا کرتے کرتے خاموش ہوگئیں۔ قاسیمڈو کو نہ تو یہ احساس ہوا کہ گھنٹیوں کی آواز دم توڑ چکی ہے اور نہ ہی یہ احساس کہ کوئی اسے اس استغراق کے عالم میں دیکھ کر اس کے پاس سے گزر گیا ہے۔ وہ پورے انہماک کے ساتھ اپنی ایک پوری اور دوسری ڈھنسی ہوئی بدصورت آنکھ کے ساتھ۔ رقاصہ ایمرالڈا کو دیکھتا چلا گیا۔

چلبلی رقاصہ ایمرالڈا۔ اس کے نزدیک اب دنیا کی سب سے عزیز چیز بن چکی تھی۔

☆

ایک روز جب جیہان لباس تبدیل کر رہا تھا۔ تو اس نے اپنے بٹوے کو دیکھ کر کہا۔ "بے

چارہ بٹوہ' نادار بٹوہ' اس میں تو ایک پائی بھی نہیں۔ جوا' بیئر' عورت اور دوسری عیاشیوں نے اس کا بٹوہ خالی کر دیا تھا۔" اداس ہو کر اس نے لباس تبدیل کیا اور سوچتا رہا کہ اب کہاں سے پیسے حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ اچانک ایک ترکیب اس کے ذہن میں آئی۔ "بس ٹھیک ہے۔ میں اپنے بھائی سے ملنے جاؤں گا۔ یہ بات تو یقینی ہے کہ مجھے اس کا طویل اور روکھا پھیکا وعظ سننا پڑے گا لیکن اس بہانے میں تھوڑی بہت رقم اس سے حاصل کرنے میں ضرور کامیاب ہو جاؤں گا۔" اپنے اس خیال کو عملی جامہ پہنانے کے لئے وہ اسی وقت وہاں سے روانہ ہو گیا۔ نوٹرے ڈیم کے گرجے کے قریب پہنچ کر اس نے اپنے آپ سے کہا۔ "وعظ سننا تو مقدر ہے لیکن۔ پیسے حاصل کرنا مشکوک ہے۔" قسمت آزمائی کے لئے وہ اپنے بھائی پادری فرولو سے ملنے کے لئے گرجے کے اندر داخل ہو گیا۔ اسے بتایا گیا کہ پادری فرولو اپنے ذاتی اور مخصوص حجرے میں ہے اور وہ وہاں کسی سے ملاقات کرنا پسند نہیں کرتا۔ جیہان نے قدم آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ "آج اپنے جادوگر بھائی کا پراسرار حجرہ بھی دیکھ لینا چاہئے۔" اس اونچے مینار کے پراسرار کمرے کے سیاہ دروازے کے قریب جا کر وہ چند منٹوں کے لئے رک گیا۔ دروازہ اندر سے بند نہ تھا۔ اس نے اسے نرمی سے چھوا۔ دروازہ تھوڑا وا ہوا۔ سر اندر کر کے دیکھنے لگا۔ جیہان نے دیکھا کہ کمرے میں بہت کم روشنی ہے۔ ایک بڑی بازوؤں والی کرسی اور ایک بڑی میز نظر آ رہی تھی۔ میز پر عجیب و غریب قسم کے آلات' شیشے کے مرتبان جن میں سونے کے پتر پڑے تھے اور دیواروں کے ساتھ عجیب و غریب قسم کے پنجر لٹکے ہوئے تھے۔ عہد وسطیٰ کے زمانے کے بھدے سائنسی آلات بھی بکثرت دکھائی دے رہے تھے۔ عجیب و غریب قسم کی بوسیدہ اور بوجھل کتابیں بھی موجود تھیں۔ بازوؤں والی کرسی کی پشت دروازے کی طرف تھی۔ اور اس کرسی پر بیٹھا ہوا ایک شخص میز پر جھکا ہوا تھا۔ جیہان کو نیم وا دروازے سے اس کی کمر ہی نظر آ رہی تھی۔ اس نے دروازہ اس طرح سے کھولا تھا کہ کوئی آواز مطلق پیدا نہ ہوئی تھی۔ اور اس کے بھائی پادری فرولو کو مطلق علم نہ ہو سکا تھا کہ کوئی اسے دیکھ رہا ہے۔ اس کمرے میں اس نے دیکھا کہ داہنے ہاتھ اونچی کھڑکی کے قریب ایک آتشدان بنا ہوا ہے۔ اس آتشدان کے قریب طرح طرح کی بوتلیں پڑی تھیں۔ اس وقت آتشدان سرد پڑا تھا۔ کمرے کا مجموعی ماحول بڑا خوفناک اور اداس تھا۔

ایک نظر ڈالتے ہی دل بوجھل سا ہو جاتا تھا۔

جیہان کو اندازہ نہ ہو سکا کہ اس کا بھائی کیا کر رہا ہے کیا سوچ رہا ہے۔ پادری فرولو ایک زرد رنگ کے مخطوطے پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔ اس کے ذہن میں اعلیٰ ترین خیالات پیدا ہو رہے تھے۔ وہ فطرت اور سائنس اور انسانی کائنات کی تخلیق کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ وہ کیمیا سازی کے مسئلے میں الجھا ہوا تھا۔ اس کے سامنے اس وقت ابن رشد کے افکار پڑے ہوئے تھے۔ اندلس کا یہ عظیم فلسفی اور دانشور سونا بنانے میں کامیاب ہو چکا تھا۔ پادری فرولو کو ابھی تک کیمیا سازی اور دوسرے امور کے سلسلے میں کامیابی حاصل نہ ہوئی تھی۔ لیکن اس وقت وہ یوں محسوس کر رہا تھا جیسے وہ کامیاب ہو کر رہے گا' جیسے وہ ان تمام نایدہ قوتوں پر غلبہ حاصل کر لے گا جو انسان کے سامنے نامعلوم حقیقتوں کو واضح کر دیتی ہیں۔ وہ سوچتا چلا جا رہا تھا اس کی سوچ کا دائرہ بے حد وسیع تھا۔ خیال کی زد بھٹکی اور پھر ایمرالڈا کا نام اس کے ذہن میں آیا۔ پادری فرولو نے اپنے آپ کو کوسا۔ لعنت ہو' پھر اسی کا نام' پھر اسی کا خیال؟ لیکن ذہنی لازمات کا سلسلہ اس کے بس میں نہ تھا۔ بار بار ایمرالڈا اس کے ذہن میں آتی۔ کبھی لفظ بن کر ابھرتی کبھی تصویر بن کر آنکھوں کے سامنے آتی۔ وہ کوستا چلا جا رہا تھا۔ اور اب تو یہ حالت ہو گئی تھی کہ وہ دل ہی دل میں اسے نہ کوس رہا تھا بلکہ اس کی زبان درشتی سے کہہ رہی تھی' لعنت ہو اس پر لعنت ہو اس پر۔ دروازے میں سر آگے کئے کھڑا جیہان حیران ہو رہا تھا کہ اس کا بھائی کس پر لعنت بھیج رہا ہے۔ کیسے کوس رہا ہے۔ جیہان ویسے بھی اپنے بھائی کے جذبات و احساسات کا اندازہ نہ لگا سکتا تھا۔ وہ طالب علم تھا۔ کھلنڈرا شوخ' زندگی کی مسرتوں سے لطف اندوز ہونے کے لئے وہ برائی بھلائی کا کوئی خاص تصور نہ رکھتا تھا۔ اس کے جذبات سطحی اور دوہرے تھے۔ وہ تو یہ سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ بعض انسانوں کے سینے میں کیسے کیسے طوفان پلتے ہیں۔ اور انسان کے سینے میں چھپے ہوئے خیالات بعض اوقات کس حد تک کربناک اور تکلیف دہ ہوا کرتے ہیں۔ تاہم اتنی بات ضرور ہے کہ جیہان اپنے بھائی کی اس حالت کو دیکھ کر خاصا پریشان اور حیران ہو رہا تھا۔ اس لئے احتیاط کا دامن اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور وہ اس طرح سے ہلا کہ دروازہ بج اٹھا۔ آواز سنتے ہی پادری فرولو نے کہا۔ اندر آجاؤ مجھے یقین تھا کہ آج تم ضرور آؤ گے اسی لئے میں نے دروازہ کھلا چھوڑ دیا

تھا۔ لیکن جب جیمان اپنے بھائی پادری فرولو کے سامنے پہنچا تو پادری فرولو کے چہرے پر یک دم تعجب کے آثار نظر آنے لگے۔ "کیا۔ تم تم یہاں کیا کر رہے تھے۔" یوں جیمان کی خوش فہمی بھی دور ہو گئی کہ اس کا بھائی اس کا انتظار کر رہا تھا۔ پادری کسی اور کی آمد کا منتظر تھا۔ جیمان نے کہا۔ "بھائی' میں آپ سے ایک ضروری مسئلہ پر مشورہ لینے آیا ہوں۔" جیمان کے منہ سے جملہ نکلنے کی دیر تھی کہ اس کی توقع کے عین مطابق پادری فرولو نے اسے وعظ سنانا شروع کردیا۔ پادری فرولو ویسے جو باتیں کہہ رہا تھا وہ درست ہی تھیں۔ کیونکہ جیمان کے ہاتھوں ہر شخص تنگ آچکا تھا۔ اس کی تیز زبان اور پھرتیلے ہاتھ کئی لوگوں کے دلوں میں اس کے لئے نفرت کا بیج بو چکے تھے۔ پادری فرولو کو اپنے بھائی جیمان کے بارے میں تمام خبریں ملتی رہتی تھیں۔ پادری فرولو نے وعظ کا سلسلہ خاصا طویل کردیا۔ جیمان کو موقع ہی نہ مل رہا تھا کہ وہ کوئی بات کر سکے۔ بالآخر اس نے ایک لمحے سے فائدہ اٹھا کر کہا۔ "بھائی۔ مجھے کچھ پیسوں کی ضرورت ہے۔" یہ جملہ سن کر پادری فرولو کے وعظ کا موضوع بدل گیا۔ وہ اپنی جائیداد' اس کی آمدنی کی کمی' حالات کی سنگینی کا تفصیل سے ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ جیمان کی فضول خرچی کا رونا رونے لگا۔ جیمان جانتا تھا کہ اپنے بھائی پادری فرولو سے رقم حاصل کرنا آسان کام نہیں۔ اس لئے وہ حیلے بہانے بنانے لگا۔ اس نے وعدہ کیا کہ وہ اب دل لگا کر پڑھے گا۔ لیکن پڑھے کیسے اس کے پاس تو نہ ہی کتابیں نہ کاغذ۔ اور ان کے لئے رقم چاہیے۔ پادری فرولو ہر مرحلے پر انکار کرتا چلا گیا۔ حتیٰ کہ جیمان نے چیخ کر کہا۔ "بھائی تو کیا آپ مجھے ایک وقت کی روٹی کے لئے بھی پیسے دینے پر آمادہ نہیں ہیں؟" پادری فرولو نے اس سوال کا جواب دیئے بغیر پھر جیمان کو لتاڑنا شروع کردیا۔ اسی وقت کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ پادری فرولو نے حواس باختہ سا ہو کر کہا۔ "چپ ہو جاؤ۔ ماسٹر ژاکس آرہا ہے۔ تم جلدی سے آتشدان کے اندر چھپ جاؤ۔" جیمان آتشدان کے اندر چھپنے لگا تو اسے ایک شاندار خیال سوجھا۔ "بھائی میری ایک بات سن لیجئے۔ میں خاموش رہنے کا صلہ چاہتا ہوں۔" ایک فلورن پادری فرولو نے چڑ کر کہا۔ "بکواس نہ کرو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں سکہ مل جائے گا۔" جیمان نے سوچا کہ ابھی موقعہ ہے یہ موقعہ ہاتھ سے نکل گیا تو پھر۔ "پہلے مجھے سکہ دے دیں۔" پادری فرولو نے چڑ کر جھلاتے ہوئے اپنا بٹوہ جیمان کی طرف پھینک

دیا۔ اسی وقت۔ دروازہ کھلا اور ایک آدمی اندر داخل ہوا۔ اس آدمی نے ایک سیاہ چغہ پہن رکھا تھا۔ چہرہ بھی اداس اور مضمحل سا نظر آرہا تھا۔

جیہان آتشدان کے اندر چھپا ہوا بڑی دلچسپی سے اپنے بھائی اور اس کے ملاقاتی نووارد۔ ماسٹر ڈاکس کی گفتگو سن رہا تھا۔ ماسٹر ڈاکس حکومت کے ایک اعلیٰ قانونی عہدے پر فائز تھا لیکن کیمیا سازی کا اسے بھی خبط تھا۔ اور اس باہمی دلچسپی کی وجہ سے ان دونوں کی خوب نبھتی تھی۔ ماسٹر ڈاکس اور اس کے بھائی پادری فرولو کے دوران میں جو گفتگو ہو رہی تھی وہ جیہان کے لئے انوکھی تھی۔ اس گفتگو میں عجیب و غریب اصطلاحیں استعمال کی گئیں۔ پادری فرولو نے ماسٹر ڈاکس سے یہ سوال بھی پوچھا کہ کیا اس نے پرانے مخطوطات اور دستاویزات سے وہ نظائر جمع کر لئے ہیں جن سے ثابت ہو کہ جادوگر بکریوں کے ذریعے بھی جادو ٹونے کا کام کیا کرتے ہیں اور بکریاں جادوگروں اور بدروحوں کی معمول بن جاتی ہیں۔ جیہان اپنے بھائی کا بٹوہ حاصل کر کے باہر جانے کے لئے بے چین ہو رہا تھا۔ ایک دوبار وہ آتشدان کے نیچے چھپا ہوا' ہلا جلا بھی' جس سے کچھ آوازیں پیدا ہوئیں۔ پادری فرولو کو علم تھا کہ اب اس کا نچلا بھائی بے چین ہو رہا ہے۔ اس لئے اس نے ان آوازوں کا ذمہ دار تو ایک نادیدہ بلی کو قرار دیا اور پھر کچھ اہم گفتگو کرنے کے بہانے وہ ماسٹر ڈاکس کو حجرے سے باہر لے گیا۔ یہی وہ موقعہ تھا جب جیہان سیٹی بجاتے ہوئے آتشدان کے نیچے سے نکلا اور اپنے بھائی پادری فرولو کے بٹوے کو اچھالتا ہوا کمرے سے باہر نکل آیا۔ وہ جلد از جلد نوٹرے ڈیم کی حدود سے نکل جانا چاہتا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اس کے بھائی نے اسے دیکھ لیا تو وہ اس سے اپنا بٹوہ واپس لے لے گا۔ اور اس کو صرف ایک ہی سکے پر گزارہ کرنا پڑے گا۔

نوٹرے ڈیم کے گرجے سے باہر نکل کر اس نے خوشی سے نعرہ لگایا۔ "اے پیرس کے پختہ راستو' میں آگیا ہوں۔" جب وہ خوشی سے جھومتا ہوا چل رہا تھا تو اس نے کسی کو اپنا نام پکارتے ہوئے سنا۔ اس نے مڑ کر دیکھا تو وہ کیپٹن فوبیس تھا۔ "ارے فوبیس تم کہاں۔" اس نے خوشی سے اس کا استقبال کیا۔ اس وقت نہ تو جیہان کو علم تھا اور نہ ہی فوبیس کو۔ کہ فوبس کا لفظ سن کر ایک آدمی کس طرح چونکا ہے۔ وہ شخص پادری فرولو تھا۔ جو ماسٹر ڈاکس کو فارغ کر کے خود بھی گرجے سے باہر نکل آیا تھا اور اتفاق سے فوبیس اور جیہان کی آوازوں کے

حدود میں تھا۔ پادری فرولو نے اس وقت اپنا ہڈ والا چغہ پہن رکھا تھا۔ اس کا جسم سیاہ چغے میں ملبوس تھا اور ہڈ نے ماتھے تک کے حصے کو چھپالیا تھا۔ پادری فرولو فیصلہ کر چکا تھا کہ وہ اس فوبیس نام کے آدمی کے بارے میں سب کچھ جان کر رہے گا۔

"آؤ پھر ایک دو جام ہو جائیں۔" جیہان نے کیپٹن فوبیس کو دعوت دی۔

"میرے پاس کچھ رقم ہے۔" جیہان نے بڑے فخر سے کہا۔

کیپٹن فوبیس کو جیہان جیسے فضول خرچ کی زبان سے یہ جملہ سن کر واقعی بے حد تعجب ہوا۔ اس نے رقم دیکھنے پر اصرار کیا۔ جیہان نے بڑے فخر سے اسے بٹوہ کھول کر دکھایا۔ "کمال ہے یار۔ تمہاری جیب میں بٹوہ" کیپٹن فوبیس نے کہا۔ "یہ تو ایسی ہی بات ہوئی جیسے چاند پانی کی بالٹی میں اتر آیا ہو۔" جیہان نے بڑے فخر سے کہا۔ "میاں میرے پاس پیسے تو تم نے دیکھ ہی لئے ہیں۔ اب دوسری بات سنو' میں ایسا گیا گزرا بھی نہیں ہوں میرا ایک بھائی ہے۔ جو نوٹرے ڈیم کے گرجے کا آرچ ڈیکن ہے۔ اور اس کی تھوڑی بہت جائیداد بھی ہے۔ یہ اسی کا مال ہے۔" پادری فرولو کچھ فاصلے پر کھڑا ان دونوں نوجوانوں کو دیکھ بھی رہا تھا اور ان کی باتیں سننے کی بھی کوشش کر رہا تھا۔ جب وہ دونوں نوجوان شراب پینے کی خوشی میں ایک سرائے کی طرف بڑھ رہے تھے تو پادری فرولو ان کا تعاقب کر رہا تھا اور وہ بار بار اپنے دل میں کہہ رہا تھا۔ "کیا یہ وہی فوبیس ہے جس کا نام وہ جپسی رقاصہ بار بار دہراتی ہے۔" جب سے پادری فرولو اور گرینگوئر کی گفتگو ہوئی تھی یہ نام اس کے دل میں کھٹکنے لگا تھا۔ وہ ان کا تعاقب اس طرح سے کر رہا تھا کہ ان کی آوازیں اس تک پہنچ رہی تھیں۔ جب کیپٹن فوبیس اور جیہان ایک موڑ کے قریب پہنچے تو وہاں سے طنبورے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ کیپٹن فوبیس نے تیزی سے کہا۔ "جیہان یہاں سے جلدی سے گزر چلو۔"

"کیوں۔ ایسی کیا بات ہے؟"

"مجھے ڈر ہے کہ وہ جپسی رقاصہ کہیں مجھے دیکھ نہ لے۔"

"وہی بکری والی؟" جیہان نے سن کر کہا۔ "لا ایمرلڈا"

"ہاں' لا ایمرلڈا"

"کیا تم اسے جانتے ہو؟" جیہان نے پوچھا۔ کیپٹن فوبیس نے چلتے چلتے جیہان کے کان میں

کوئی بات کی جسے پادری فرولو نہ سن سکا۔ "واقعی؟" جیہان نے کیپٹن فوبیس کی بات سن کر حیرانی سے پوچھا۔ "میں قسم کھاتا ہوں۔" کیپٹن فوبیس نے جواب دیا۔ "آج ہی رات" ایک لمحے کے لئے جیہان خاموش رہا۔ پھر اس نے کہا۔ "کیا تمہیں یقین ہے کہ وہ ضرور آ جائے گی۔" کیپٹن فوبیس نے بڑے فخریہ لہجے میں کہا۔ "احمق نہ بنو جیہان اس نے فوبیس سے ملنے کا وعدہ کیا ہے۔"

جیہان نے بڑی گرم جوشی سے کہا۔ "یار تم بڑے خوش قسمت ہو۔" پادری فرولو نے یہ ساری گفتگو سن لی تھی اور اب غصے سے اپنے دانت پیس رہا تھا۔ شدت جذبات سے وہ سر سے پاؤں تک یوں کانپ رہا تھا جیسے اس نے شراب پی رکھی ہو اور نشہ ہو گیا ہو۔ جب اس نے دیکھا کہ وہ دونوں نوجوان ہنستے کھیلتے، گاتے ہوئے شراب پینے کے لئے ایک سرائے کے اندر داخل ہو گئے ہیں تو وہ رک کر سانس لینے لگا۔

یہ سرائے یونیورسٹی کے قریب واقع تھی۔ شام کے اندھیرے گہرے ہو گئے تھے۔ سرائے میں جلنے والی شمعوں کی روشنی باہر جھانکنے لگی تھی۔ سرائے کے اندر شرابیوں اور گاہکوں کا شور تھا۔ شراب کے جام لنڈھائے جا رہے تھے لوگ وارفتگی کے عالم میں گا رہے تھے، ناچ رہے تھے۔ عجیب ہڑبونگ مچی ہوئی تھی۔ سرائے کے باہر، اس کے دروازے کے سامنے ایک آدمی بڑی بے چینی سے چکر کاٹ رہا تھا بار بار اس کی نظریں سرائے کے دروازے کی طرف اٹھتی تھیں۔ وہ سرائے سے باہر نکلنے والے ہر شخص کو بڑے غور سے دیکھتا تھا۔ یہ پادری فرولو تھا۔ جس نے اپنا سر جسم اور چہرہ چھپا رکھا تھا۔ بس اس کی آنکھیں ہی آنکھیں تھیں جو دکھائی دے رہی تھیں۔ وہ بے حد مضطرب اور بے چین دکھائی دے رہا تھا۔ بالآخر اس کی بے چینی کو قرار آیا۔ سرائے کے اندر سے جیہان اور کیپٹن فوبیس باہر نکلے لیکن کس عالم میں۔ ان کے پیر لڑکھڑا رہے تھے۔ خاص طور پر جیہان تو بدمست ہو رہا تھا۔ وہ ضرورت سے زیادہ ہی چڑھا گیا تھا۔ فوبیس اگرچہ پیے ہوئے تھا لیکن آپے سے باہر نہ ہوا تھا۔ اس نے جیہان سے کہا۔ "سیدھے ہو کر چلو۔ تمہیں پتہ ہی ہے کہ مجھے ایک جگہ جانا ہے۔" جیہان نشے کی حالت میں بے تکی ہانکنے لگا۔ ادھر فوبیس چاہتا تھا کہ وہ اس کی بات توجہ سے سنے۔ لیکن جو شخص سب سے زیادہ توجہ کے ساتھ ان کے باتیں سن رہا تھا پادری فرولو تھا۔ جو

سائے کی طرح ان کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ کیپٹن فوبیس کہہ رہا تھا۔ "جیہان میری بات سنو' تمہیں پتہ ہے کہ اگلے موڑ پر مجھے اس لڑکی سے ملنا ہے۔ میں اسے وہاں سے فالورڈیل کے ہاں لے جاؤں گا۔ اس بوڑھی عورت کو مجھے پیسے دینے پڑیں گے۔ وہ اب مجھ پر اعتبار نہیں کرتی۔ اس لئے ادھار نہ کرے گی۔ خدا کے لئے مجھے اتنا بتا دو کہ کیا پادری کے بٹوے میں کوئی سکہ باقی بچ گیا ہے یا ہم سب کچھ شراب میں بہا چکے ہیں۔" جیہان کے پلے اس کی کوئی بات نہ پڑ رہی تھی۔ وہ الٹے سیدھے جواب دے رہا تھا۔ اپنی ہی ہانکتا چلا جا رہا تھا۔ جس سے کیپٹن فوبیس کا پارہ بھی چڑھ گیا۔ وہ جیہان کو کوسنے لگا۔ "جہنم میں جاؤ۔" یہ کہہ کر اس نے جیہان کو ہلکا سا دھکا دیا۔ نشے کی زیادتی کی وجہ سے جیہان کے قدم تو پہلے ہی اکھڑ چکے تھے۔ اس ہلکے سے دھکے نے اسے زمین پر چت کر دیا۔ فوبیس نے جیہان پر ایک نظر ڈالی جو نشے میں دھت زمین پر لیٹ رہا تھا اور آگے بڑھ گیا۔ پادری فرولو چند لمحوں کے لئے اپنے شرابی بھائی کے پاس رکا۔ ایک لمبی آہ بھری اور پھر کیپٹن فوبیس کا تعاقب کرنے لگا۔ فوبیس جب اگلی گلی کی طرف مڑا تو اسی وقت اسے اندازہ ہو گیا کہ کوئی شخص اس کا تعاقب کر رہا ہے۔ اس نے مڑ کر دیکھا تو اس کا شبہ یقین میں بدل گیا۔ سیاہ سایہ دیواروں کے ساتھ چلتا ہوا اس کا تعاقب کر رہا تھا۔ وہ مسکرا دیا۔ کیونکہ اس کی جیب میں تو کچھ تھا ہی نہیں کہ اسے لٹ جانے کا خطرہ ہوتا۔ اگلا موڑ مڑ کر وہ ایک سنگی مجسمے کے قریب رک گیا۔ اس نے دیکھا کہ ساری گلی سنسان اور ویران پڑی ہے۔ لیکن ایک سایہ ہے جو آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھتا چلا آ رہا ہے۔ اس نے دیکھ لیا کہ اس آنے والے نے سر پر ایسی ٹوپی پہن رکھی ہے جس نے اس کے ماتھے کو چھپا رکھا ہے اس کا جسم سیاہ لبادے میں ملبوس اور چھپا ہوا ہے۔ وہ سایہ بڑھتا بڑھتا مجسمے کے قریب آ کر رک گیا۔ کیپٹن فوبیس فطری طور پر ایک دلیر نوجوان تھا۔ وہ کسی بھی لٹیرے اور بدمعاش کا مقابلہ کرنے کی ہمت رکھتا تھا۔ اب بھی اس کی تلوار اس کے پاس تھی۔ لیکن جس انداز سے اس کا تعاقب کرنے والا اس کا تعاقب کر رہا تھا۔ جس انداز سے وہ آگے بڑھا تھا۔ اس سے وہ دہشت زدہ ہو گیا تھا۔ اس زمانے میں پیرس میں یہ افواہ عام تھی کہ ایک پادری کا بھوت رات کے وقت پیرس کی گلیوں میں گھوما کرتا ہے۔ یہ افواہیں اب اس کے ذہن کو پراگندہ کر رہی تھیں۔ وہ اپنے پاس ہی کھڑے اس پراسرار آدمی کو کئی منٹوں تک

دیکھتا رہا۔ اس سے کوئی بات ہی نہ بن رہی تھی۔ لیکن پھر اس نے ہمت کر کے بات کا آغاز کیا۔ "جناب اگر آپ مجھے لوٹنا چاہتے ہیں تو آپ کو بے حد مایوسی ہوگی۔ میں ایک شریف خانوادے کا فرد ہوں۔ لیکن پہلے سے ہی لٹا پٹا ہوں۔ میرے پاس ایک چھدام بھی نہیں ہے۔" یہ کہہ کر وہ اپنے مخاطب کا ردعمل دیکھنے کے لئے رکا۔ لیکن اس کا مخاطب اسی طرح کھڑا رہا۔ لبادے کے اندر چھپا ہوا اس کا ہاتھ باہر نکلا اور اس نے کیپٹن فوبیں کا بازو پکڑ لیا۔ فوبیں نے ہاتھ کی آہنی گرفت کو ایک لمحے میں محسوس کر لیا۔ "کیا تمہارا نام کیپٹن فوبیں ہے۔" اس آدمی کے منہ سے اپنا نام سن کر فوبیں پریشان ہو گیا۔ "تمہیں میرے نام کا کیسے علم ہوا۔" اس کے منہ سے بے اختیار یہ بات نکلی میں صرف تمہارا نام ہی نہیں جانتا بلکہ مجھے یہ بھی علم ہے کہ تم آج رات کس سے مل رہے ہو۔ فوبیں نے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ بے حد حیران ہو رہا تھا۔ "سات بجے؟" اس سے پوچھا گیا۔ "ہاں سات بجے۔" اس نے جواب دیا۔ "فالورڈیل کے ہاں۔"

"ہاں۔ لیکن تمہیں یہ سب کچھ کیسے معلوم ہوا۔" فوبیں نے پوچھا۔

"وہاں تم ایک عورت سے مل رہے ہو۔"

"ہاں"

"جس کا نام ــــ"

"لاایمرالڈا" فوبیں نے خود ہی نام بتا دیا۔ اس لمحے اس نے محسوس کیا کہ اس کے بازو پر دوسرے آدمی کے ہاتھ کی گرفت اور بھی سخت ہو گئی ہے۔ اس کا بازو درد کرنے لگا۔ "تم جھوٹ بولتے ہو۔ کیپٹن فوبیں" یہ الزام سن کر فوبیں نے ایک دم اپنا لہجہ بدل کر کہا۔ "خدا اور شیطان کی قسم' میرے خاندان میں آج تک کسی نے جھوٹ نہیں بولا اور جو شخص ہم پر ایسا الزام لگائے ہم اس سے نمٹنا جانتے ہیں۔ خبردار اگر دوبارہ بات کی تو۔" واقعی کیپٹن فوبیں جوش میں آ گیا تھا۔ غصے میں آ کر اس نے اپنی تلوار بھی نیام سے نکال لی تھی۔ "اسی جگہ فیصلہ ہو جائے گا کہ تم نے مجھ پر غلط الزام لگایا ہے۔" اس جوش و خروش کا دوسرے آدمی پر کوئی اثر نہ ہوا تھا۔ اس نے دھیمے اور ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔ "کیپٹن فوبیں تم بھولتے جا رہے ہو کہ تم نے کسی سے ملنا بھی ہے۔" یہ جملہ سنتے ہی فوبیں کا سارا جوش ٹھنڈا

پڑ گیا۔ وہ جذباتی نوجوان تھا اور نوجوانوں کے جذبات ایسے ہی ہوتے ہیں۔ ایک لمحے میں طوفان کی طرح تیز دوسرے لمحے میں نرم رو۔ "سنو کیپٹن کل۔ پرسوں۔ ایک ماہ بعد یا دس برسوں کے بعد تم جب چاہو مجھ سے نبرد آزما ہوسکتے ہو۔ لیکن پہلے تم وہاں جاؤ جہاں تم جانے والے تھے۔" کیپٹن فوبیس نے اپنی تلوار نیام میں ڈال لی اور بولا۔ "اس حسن اخلاق کا شکریہ۔ ہم اپنا جھگڑا کل یا کسی اور دن چکالیں گے۔ میں تمہارا احسان مند ہوں کہ تم نے مجھے آج کی رات خوشگوار انداز میں بسر کرنے کی مہلت دی ہے۔" اسی لمحے اس کو ایک خیال سوجھا۔ اور وہ یہ بات بھول کر کہنے لگا۔ "لیکن۔ میرے پاس تو ایک پائی بھی نہیں۔ اور وہ جھڑوس بڑھیا۔ وہ تو کرایہ لئے بغیر کمرہ دینے پر آمادہ ہی نہ ہوگی۔" اس کے مخاطب نے کچھ سکے نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "یہ سکے لے لو' میرا خیال ہے یہ کافی ہوں گے۔" جب سکے اٹھاتے ہوئے فوبیس کا ہاتھ اجنبی کے ہاتھ سے چھو گیا تو فوبیس کے جسم میں ایک سرد لہر دوڑ گئی۔ "تم تو بڑے فیاض ہو۔۔۔۔" اجنبی نے اپنی تیز آنکھیں اس کی آنکھوں میں ڈالتے ہوئے کہا۔ "یہ سکے میں تمہیں ایک شرط پر دے رہا ہوں کہ تم یہ ثابت کرسکو کہ تم جو کچھ کہہ رہے ہو وہ درست ہے اور میں نے جو کچھ کہا تھا وہ غلط تھا۔" فوبیس کی زندہ دلی اب لوٹ آئی تھی اس نے کہا۔ "مجھے منظور ہے۔ میں وہاں جو کمرہ کرائے پر لینے والا ہوں اس کے ساتھ ایک چھوٹا سا کمرہ بھی ہے۔ تم وہاں سے سب کچھ دیکھ سکتے ہو۔"

"تو چلو پھر۔"

"آیئے۔" کیپٹن فوبیس نے کہا۔ "جہاں تک میں اندازہ کرسکا ہوں تم ابلیس ہو۔ لیکن آج کی رات ہم دونوں ایک دوسرے کے ساتھ دوستانہ انداز میں گزاریں گے۔ کل میں تمہاری دی ہوئی رقم بھی لوٹا دوں گا۔ اور مجھ پر جھوٹا ہونے کا الزام لگا کر تم نے جو میری اہانت کی ہے اس کا بدلہ بھی اپنی اس تلوار سے چکالوں گا۔"

وہ دونوں تیزی سے چلتے گئے۔ جب وہ دونوں مطلوبہ جگہ تک پہنچ گئے تو دریا کے پانی کی آواز وہاں سے صاف سنائی دے رہی تھی۔ کیونکہ دریا وہاں قریب ہی بہتا تھا۔ فوبیس نے کہا۔ "پہلے تو میں تمہیں کمرے میں لے جاتا ہوں پھر اس خاتون کو لاؤں گا۔" اس کا مخاطب خاموش رہا۔ جب سے وہ مجسمے کے پاس سے روانہ ہوئے تھے۔ اس کے ساتھی کی زبان سے

ایک لفظ بھی نہ نکلا تھا۔ ایک دروازے کے سامنے رک کر فوبیں نے دستک دی۔ دروازہ کھلا۔ ایک بوڑھی عورت ہاتھ میں لیمپ لئے کھڑی تھی۔ لیمپ اور عورت دونوں لرز رہے تھے۔ بوڑھی عورت پھٹے پرانے کپڑوں میں جھکی پڑ رہی تھی۔ اس کی کمر دہری ہو چکی تھی۔ اس کا سر اور ہاتھ ہل رہے تھے۔ اس کا چہرہ جھریوں سے اٹا پڑا تھا۔ جیسی وہ خود تھی۔ ویسا ہی اس کا مکان تھا۔ چاروں طرف مکڑی کے جالے نظر آ رہے تھے۔ دیواروں پر سیاہی جمی ہوئی تھی۔ مدتوں کی کالک جم کر رہ گئی تھی۔ آتشدان کے پاس ایک گندا سا بچہ راکھ سے کھیل رہا تھا۔ سامنے ایک سیڑھی تھی جو لکڑی کی تھی اور اوپر کی طرف جاتی تھی۔ کیپٹن فوبیں نے بڑھیا کے ہاتھ پر سکہ رکھتے ہوئے کہا۔ ''ہمیں کمرے کی ضرورت ہے۔'' بوڑھی عورت نے سکہ بڑی احتیاط سے اپنی دراز میں رکھا اور پھر انہیں کمرہ دکھانے کے لئے چل دی۔ جونہی بوڑھی عورت ''مہمانوں'' کو ساتھ لے کر کمرہ دکھانے کے لئے نظروں سے اوجھل ہوئی راکھ میں لتھڑے ہوئے بچے نے اٹھ کر تیزی لیکن احتیاط سے دروازہ کھولا۔ اور اس سے سکہ نکال لیا۔ اور اس کی جگہ اس نے فرش سے اٹھا کر سوکھا ہوا پتہ رکھ دیا۔ فوبیں اس گھر سے پہلے ہی واقف تھا۔ وہ یہاں کئی بار لڑکیاں لا چکا تھا۔ اس لئے وہ ایک کمرے کے سامنے جا کر رکا اور بولا میرے دوست تم اندر جا کر ٹھہرو، پراسرار آدمی۔ پادری فرولو نے دروازہ بند ہونے اور پھر لکڑی کی سیڑھی پر بوڑھی عورت اور فوبیں کے قدموں کی آواز سنی اور پھر چاروں طرف خاموشی چھا گئی۔

پادری فرولو کا سارا بھرم ابھی تک قائم تھا۔ اسے بے وقوف کیپٹن فوبیں چونکہ پہلے سے جانتا نہ تھا اور اسے پہچانتا بھی تو کیسے وہ تو اسے کوئی بھوت یا پراسرار چیز سمجھ رہا تھا۔ پادری فرولو اس چھوٹے سے کمرے کا جائزہ لینے لگا۔ جہاں فوبیں اسے چھوڑ گیا تھا۔ اس کمرے کی چھت خاصی نیچی تھی۔ خود پادری فرولو کو بھی وہاں گردن جھکا کر کھڑا ہونا پڑا۔ اس کا سر اس وقت بے حد گرم ہو رہا تھا۔ اس وقت جانے اس کی روح کے نہاں خانوں میں کیسا طوفان اٹھ رہا تھا۔ اس وقت اس نے ایک ایسا قدم اٹھایا تھا کہ اگر اس کا بھید کھل جاتا تو اس کی ساری شہرت، نیک نامی اور پارسائی پر پانی پھر سکتا تھا۔

اسے پندرہ بیس منٹ تک انتظار کرنا پڑا۔ جو اسے صدیوں پر محیط محسوس ہوا۔ جس

کمرے میں وہ رکا ہوا تھا اس کا ایک دروازہ دوسرے کمرے میں کھلتا تھا۔ اس دروازے میں ایک خاصی بڑی درز تھی۔ جہاں سے وہ دوسرے کمرے کے اندر آنے جانے والوں کو دیکھ سکتا تھا۔ پادری فرولو نے اس درز سے دیکھا کہ ساتھ والے کمرے میں پہلے تو وہی جھڑوس بڑھیا داخل ہوئی ہے۔ اس کے پیچھے فوبیس تھا۔ جو خوشی سے اپنی مونچھوں کو موڑ رہا تھا اور اس کے بعد۔ ایمرالڈا اپنے بے مثال حسن کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئی۔ پادری فرولو کو یوں لگا جیسے وہ زمین کا سینہ چیر کر ابھرتی چلی آ رہی ہو۔ وہ کانپنے لگا۔ ایک بار اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ اس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔ آس پاس کی ہر چیز گھومنے لگی اور پھر وہ غش کھا گیا۔

جب اسے ہوش آیا اور اس نے درز سے دوسرے کمرے میں دیکھا تو اب کیپٹن فوبیس اور لا ایمرالڈا اکیلے تھے۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے قریب لکڑی کے بینچ پر بیٹھے تھے۔ پاس ہی ایک بھدا سا بستر تھا جس کے قریب ایک کھڑکی تھی۔ جس سے آسمان نظر آ رہا تھا۔ ایمرالڈا شرمائی اور سہمی سہمی نظر آ رہی تھی۔ اس کا رنگ سرخ ہو رہا تھا۔ وہ گم سم چپ چاپ بیٹھی تھی۔ وہ جس سے ملنے یہاں آئی تھی۔ جس سے وہ محبت کرنے لگی تھی۔ اس کی طرف بھی وہ آنکھیں اٹھا کر دیکھنے کی ہمت اپنے آپ میں نہ پا رہی تھی۔ حالانکہ کیپٹن فوبیس کا چہرہ مسرت سے چمک رہا تھا۔ پادری فرولو نے دیکھا کہ ایمرالڈا کی بکری اس کے قدموں میں بیٹھی ہوئی ہے۔ پادری فرولو کی رگوں میں خون کی گردش تیز ہو گئی۔ اس کا سر پھر گرم ہونے لگا تھا۔ وہ پوری توجہ کے ساتھ اس "جوڑے" کی گفتگو سننے کی کوشش کر رہا تھا۔ کیپٹن فوبیس پوری دلداری اور ترغیب سے لا ایمرالڈا کو کچھ کہہ رہا تھا وہ سمٹتی جا رہی تھی۔ جھینپ رہی تھی۔ لیکن کیپٹن فوبیس کی باتوں سے رام نہ ہو رہی تھی۔ کیپٹن فوبیس نے چڑ کر کہا۔ "مجھے تو تم سے محبت کرنے کی بجائے نفرت کرنی چاہئے۔"

"نفرت ۔۔۔ وہ کیوں؟" ڈری ڈری سہمی سہمی لا ایمرالڈا نے پوچھا۔

"تم میری بات جو نہیں مان رہی ہو۔"

"میں ڈر رہی ہوں۔" اس نے سہمے سہمے لہجے میں کہا۔ "اگر میں نے تمہاری بات مان لی تو میرے گلے میں جو تعویز ہے اس کا سارا اثر ختم ہو جائے گا۔ میں کبھی اپنے والدین کو تلاش

نہ کرسکوں گی۔" لیکن یک دم اس کا لہجہ بدل گیا اور وہ بولی۔ "لیکن اب۔ والدین کی تلاش کی کیا ضرورت ہے۔"

"شیطان مجھے دنیا سے اٹھا لے۔ اگر میں تمہاری گفتگو کا ذرا بھی مطلب سمجھ سکا ہوں۔" کیپٹن فوبس نے کہا۔

لاایمرالڈا چند ثانیوں کے لئے خاموش رہی۔ پھر اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ کر رخساروں پر گرنے لگے۔ اس نے ایک لمبی آہ بھری اور بولی۔ "اوہ کیپٹن فوبس۔ میں تم سے بے حد محبت کرتی ہوں۔" اس کے لہجے میں اتنی حیا اور معصومیت تھی کہ خود کیپٹن فوبس جیسا رنگا سیار بھی ایک لمحے کے لئے تڑپ اٹھا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں اس نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر کہا۔ "اوہ تم مجھ سے محبت کرتی ہو۔" دوسرے کمرے میں کھڑا پادری فرولوسب کچھ دیکھ رہا تھا۔ اس نے اپنے لبادے کے اندر چھپائے ہوئے خنجر کو اپنی انگلی سے چھو کر عجیب سی طمانیت محسوس کی۔ ادھر ایمرالڈا کیپٹن فوبس سے کہہ رہی تھی۔ "تم کتنے مہربان ہو' کتنے خوب صورت اور شریف ہو۔ میں کیا ہوں۔ ایک معمولی لڑکی جپسی لیکن تم نے اپنی جان خطرے میں ڈال کر میری جان بچائی۔ میں تمہاری ہر چیز سے محبت کرتی ہوں۔ تمہارے نام سے بھی اور تمہاری تلوار سے بھی۔" وہ تلوار کو چھونے کے لئے جھکی تو فوبس جو موقع کی تلاش میں تھا۔ اس نے اس کی گردن کو چوم لیا۔ اس نے چونک کر لرزتے ہوئے نظریں اٹھاتے ہوئے فوبس کی طرف دیکھا۔ اس وقت لاایمرالڈا کا رواں رواں شرم سے سرخ ہو رہا تھا تاریکی میں کھڑا پادری فرولو دانت پیس رہا تھا۔

"کیا تم مجھ سے محبت کرتے ہو؟" ایمرالڈا نے کیپٹن فوبس سے پوچھا۔

"کیا کہہ رہی ہو۔ محبت' میں تم پر عاشق ہو چکا ہوں۔ تمہارا دیوانہ ہوں۔ تم تو میری زندگی ہو۔ میرا جسم' میرا خون' میری روح' ہر چیز تمہاری ہے۔" یہ باتیں فوبس نے آج تک جانے کتنی لڑکیوں سے کہی تھیں۔ لیکن معصوم ایمرالڈا اس کے رٹے رٹائے باسی جملوں کی حقیقت سے بالکل بے خبر تھی وہ تو مسرت سے بڑبڑا رہی تھی۔ "آہ۔ اس خوشی کے بعد تو مر جانے کو جی چاہتا ہے۔" اس دوران میں کیپٹن فوبس نے ایک بار پھر اسے چوم لیا تھا۔ اور اسے اپنے بازوؤں میں لئے کہہ رہا تھا۔ "مرنے کی بات نہ کرو۔ ہم ہمیشہ اکٹھے رہیں گے۔

میں تو تصور بھی نہیں کر سکتا کہ میں تمہارے سوا کسی سے محبت کر سکوں۔" وہ آہستہ آہستہ لاایمرالڈا کی کمر کے گرد بندھی ہوئی پٹی کھول رہا تھا۔ وہ جھجک رہی تھی، شرما رہی تھی لیکن فوبیس کی آواز کے میٹھے جادو میں ڈوبتی چلی جا رہی تھی۔ پھر کیپٹن فوبیس نے اس کا بلاؤز بھی کھول دیا۔ ہانپتے ہوئے پادری فرولو کو لاایمرالڈا کے ننگے شانے ہی نظر آرہے تھے۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ کیپٹن فوبیس کے ہاتھ آزاد ہوتے جا رہے ہیں اور لاایمرالڈا کسی قسم کی مزاحمت نہیں کر رہی۔ اچانک پادری نے لاایمرالڈا کی آواز سنی۔ "فوبیس مجھے اپنے مذہب کے بارے میں کچھ بتاؤ۔ تاکہ ہم شادی کر سکیں۔" لاایمرالڈا کی یہ بات سن کر کیپٹن فوبیس حیران سا رہ گیا۔ پھر خوش مزاجی سے بات بناتے ہوئے بولا۔ "سنو ڈارلنگ، شادی کا بھلا فائدہ ہی کیا ہے؟ وہ جو ایک دوسرے کے ساتھ محبت کرتے ہوں کیا انہیں کسی ایسے پادری کی ضرورت ہے جو لاطینی بولتا ہو۔" یہ جملہ مکمل کرتے ہی وہ لاایمرالڈا کے اور قریب ہو گیا۔

پادری فرولو کے لئے اب یہ منظر ناقابل برداشت ہو رہا تھا۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ لاایمرالڈا کی ساری جھجک اور شرم کے باوجود۔ اس کے انداز میں خود سپردگی نمایاں ہوتی جا رہی ہے۔ اس کی وحشت زدہ آنکھوں کے سامنے لاایمرلڈا کے جسم سے کپڑے اتر رہے تھے۔ بالوں سے پنیں کھل رہی تھیں وہ حسد کی آگ میں جل رہا تھا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اچانک۔ فوبیس نے لاایمراڈا کو مکمل طور پر بلاؤز سے محروم کر دیا۔ لاایمرالڈا جو اب تک خود سپردگی اور شرم و حیا کے ملے جلے جذبات میں بہہ رہی تھی۔ اسے کیپٹن فوبیس کی اس حرکت سے دھچکا لگا۔ اس نے آگے بڑھتے ہوئے کیپٹن فوبیس کو پیچھے ہٹانے کے لئے ہاتھوں سے روکا۔ اور پھر اپنی چھاتیوں کو اپنے ہاتھوں سے ڈھانپ لیا۔ اب اس کی گردن میں لٹکا ہوا تعویز صاف نظر آرہا تھا۔ وحشت سے گھبرائی ہوئی خوفزدہ لڑکی کو رام کرنے کے لئے کیپٹن فوبیس نے تعویز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہ کیا ہے؟"

"اسے مت چھونا۔ یہ میرا محافظ ہے۔ اس میں ایک عجیب تاثیر ہے۔ اگر میں اس تعویز کی حرمت برقرار رکھ سکی تو اپنے والدین کو پالوں گی۔ کیپٹن فوبیس مجھ پر رحم کھاؤ میرا بلاؤز مجھے دے دو۔"

کیپٹن فوبیس دو قدم پیچھے ہٹا اور بڑے اداس لہجے میں بولا۔ "آہ۔ میں جان گیا کہ تمہیں

مجھ سے محبت نہیں۔" اس جملے کا لالا ایمرالڈا پر عجیب و غریب اثر ہوا۔ اس نے اپنے ہاتھ اپنے سینے سے اٹھا لئے اور اپنے بازو کیپٹن فوبیس کی گردن میں حمائل کرتے ہوئے کہا۔ "میں تم سے محبت نہیں کرتی ہوں؟ کیا کہہ رہے ہو' میں اور تم سے محبت نہ کروں؟ ایسی سخت اور اذیت ناک بات تمہارے ہونٹوں سے کیسے نکلی؟ فوبیس.... میں تمہاری ہوں۔ میری ہر چیز تمہاری ہے۔ مجھے اب اس تعویز کی کوئی پرواہ نہیں تم میرے ساتھ جو سلوک کرنا چاہو' مجھے قبول ہوگا۔ مجھے تم سے محبت ہے۔ میری طرف دیکھو فوبیس۔ میرے محبوب' میرے پیارے۔ میں تمہارے پاس اپنی مرضی سے آئی ہوں۔ میری روح میری زندگی' میرا جسم' سب کچھ تمہارا ہے۔ اگر تمہیں منظور نہیں تو ہم شادی بھی نہیں کریں گے۔ آخر میری حیثیت بھی کیا ہے۔ میں ایک بدقسمت خانہ بدوش ہوں۔ میرا تو دماغ چل گیا تھا۔ کیا سوجھی تھی مجھے۔ گلیوں بازاروں میں ناچنے والی ایک رقاصہ کی شادی ایک فوجی افسر کے ساتھ۔ نہیں فوبیس نہیں۔ میں تمہاری داشتہ بنوں گی۔ تمہاری تفریح' تمہیں مسرت سے مالا مال کروں گی۔ جب تم مجھے طلب کرو گے میں سر کے بل چلی آؤں گی۔ میں تمہارے لئے بنائی گئی ہوں۔ جب تک تم مجھ سے محبت کرتے ہو' دنیا کی کوئی عورت مجھ سے زیادہ مسرور اور خوش نصیب نہیں ہو سکتی۔ اور جب میں بھدی ہو جاؤں گی۔ تمہارے کام کی نہیں رہوں گی تو تم مجھے اپنی خدمت کرنے کے لئے رکھ لینا۔ میں تمہاری خادمہ بن جاؤں گی۔ میں تمہارے کپڑے کو دھویا کروں گی۔ فوبیس مجھ سے محبت کرو۔ میں تمہاری ہوں۔ میرا سب کچھ تمہارا ہے۔ مجھے سمیٹ لو۔" وہ مسکرا کر شرما کر سب کچھ والہانہ انداز میں کہتی چلی جا رہی تھی۔ اس کا اوپر کا جسم عریاں تھا۔ جسم کی بے کراں خواہش نے کیپٹن فوبیس کے جسم میں آگ بھر دی تھی۔ وہ اپنے جلتے ہوئے ہونٹوں سے اس کے خوب صورت ننگے شانوں پر بوسوں کی بارش برسا رہا تھا وہ گردن جھکائے اس کے شانوں پر جھکا ہوا تھا۔ وہ اس کے بوسوں کی حدت سے پگھلتی چلی جا رہی تھی۔ اچانک ایمرالڈا نے اپنے سر کے اوپر ایک سایہ محسوس کیا۔ اس نے آنکھیں اوپر اٹھا کر دیکھا اسے دو آنکھیں نظر آئیں۔ جن میں جہنم کے شعلے نظر آ رہے تھے اس نے ایک ہاتھ دیکھا جس میں ایک خنجر تھا۔ پادری فرولو چپکے سے اندر داخل ہو چکا تھا۔ اب وہ اس منظر کو دیکھنے کی تاب نہ رکھتا تھا۔ فوبیس ابھی تک پادری فرولو کو نہ دیکھ سکا

تھا۔ لاایمرالڈا خوف سے سن ہو چکی تھی۔ اس نے دیکھا کہ خنجر والا ہاتھ فوبیس کی طرف بڑھا ہے۔ فوبیس لڑھک کر فرش پر گر پڑا۔ وہ غش کھا گئی۔ بے ہوش ہونے سے ایک لمحہ پہلے اس نے محسوس کیا کہ جیسے آگ نے اس کے ہونٹوں کو چھولیا ہے۔ وہ جس نے اس کے محبوب کے جسم میں خنجر گھونپ دیا تھا۔ اس نے اس کے ہونٹوں کو چوم کر اسے جو اذیت دی تھی۔ اسے لاایمرالڈا سب سے بڑی سزا سمجھ رہی تھی۔

جب اسے ہوش آیا تو لاایمرالڈا نے دیکھا کہ اس کے اردگرد سپاہی کھڑے ہیں۔ کیپٹن فوبیس کو اٹھا کر لے جایا جا رہا تھا۔ وہ اپنے ہی خون میں لت پت ہو چکا تھا۔ پادری غائب ہو چکا تھا۔ دریا کی طرف کھلنے والی کھڑکی کے دونوں پٹ کھلے تھے۔ اس نے سنا۔ کوئی کہہ رہا تھا۔ "یہ چڑیل ہے۔ اس نے کیپٹن کو ہلاک کر دیا ہے۔"

جائے امان

گداگروں کی بستی میں بے چینی اپنی انتہا کو پہنچ چکی تھی۔ گرینگوئر بے حد فکر مند تھا۔ کیونکہ لاایمرالڈا کو غائب ہوئے ایک ماہ ہو چکا تھا۔ اس دوران میں نہ تو کسی نے اسے دیکھا تھا اور نہ ہی اس کی بکری جالی کو۔ گرینگوئر کو لاایمرالڈا کی گم شدگی کا قلق تھا ہی۔ لیکن اس عجیب و غریب بکری کے ساتھ اسے ایسا پیدا ہو گیا تھا کہ اس کی جدائی اسے بے حد محسوس ہو رہی تھی۔ اس نے لاایمرالڈا اور بکری کو تلاش کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی مگر اس کی ہر کوشش بے کار اور بے ثمر رہی۔ لاایمرالڈا اور اس کی بکری کی گم شدگی کا بڑا شدید اثر ہوا تھا وہ اپنی ادبی اور تخلیقی سرگرمیوں کو بھول گیا۔ ایک دن جب وہ فوجداری عدالتوں کی عمارت کے قریب سے گزر رہا تھا تو اسے وہاں انسانوں کا ہجوم نظر آیا۔ "یہاں کیا بات ہے؟" اس نے ایک نوجوان سے پوچھا تو جوان نے جواب دیا۔ "میں نے سنا ہے کہ یہاں ایک عورت پر ایک افسر کو قتل کرنے کے الزام میں مقدمہ چلایا جا رہا ہے۔ چونکہ یہ محسوس ہوتا ہے کہ اس قتل کی واردات میں جادو ٹونے سے بھی کام لیا گیا ہے اس لئے بشپ اور منصف پادریوں کی بھی خدمات حاصل کی گئی ہیں۔ نوٹرے ڈیم کا پادری فرولو بھی منصفوں میں شامل ہے۔"

گریگوئر کے دل میں تجسس پیدا ہوا کہ وہ بھی عدالتی کارروائی سے محظوظ ہو۔ وہ جانتا تھا کہ پیرس کے جج کتنے احمق ہوتے ہیں۔ ان کی حماقتوں سے وہ لطف اندوز ہو سکے گا۔ اور کچھ وقت مزے سے کٹ جائے گا۔ وہ عدالت کے کمرے میں داخل ہوا۔ کمرہ بڑا وسیع تھا۔ شام ہو رہی تھی۔ اس لئے تاریکی کے سائے منڈلانے لگے تھے۔ میزوں پر ادھر ادھر کئی شمعیں جل رہی تھیں۔ جن کی روشنی مدھم اور ناکافی تھی۔ کمرے کے ایک حصے پر عدالت کی کارروائی دیکھنے والے ہجوم نے قبضہ کیا ہوا تھا۔ درمیان میں دونوں طرف وکیل میزوں کے ارد گرد بیٹھے تھے۔ اس کے سامنے ایک اونچا پلیٹ فارم تھا۔ جہاں کرسیوں پر جج حضرات تشریف فرما تھا۔ ججوں کی آخری قطار نیم تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی اس لئے ان کے چہرے واضح طور پر نظر آرہے تھے۔ گریگوئر نے غور سے کمرے کا جائزہ لیا لیکن ابھی تک اسے وہ عورت دکھائی نہ دی تھی جس پر مقدمہ چلایا جا رہا تھا۔ چند منٹوں میں عدالت میں خاموشی ہو گئی۔ ایک بوڑھی عورت کو لایا گیا۔ جس نے پھٹے پرانے کپڑے پہن رکھے تھے۔ وہ کمرے کے وسط میں کھڑی ہو کر عدالت سے خطاب کرنے لگی۔

"حضور والا۔ یہ درست ہے کہ میرا نام فالورڈیل ہے۔ پچھلے چالیس برس سے میں ایک مکان کے کمرے کرائے پر دے رہی ہوں۔ میں نے ہمیشہ حکومت کو ٹیکس ادا کیا ہے۔ اب میں ایک نادار اور بوڑھی عورت ہوں لیکن صاحبو۔ کبھی میں بھی خوب صورت تھی۔ خیر اس واقعہ سے کئی ہفتے پہلے میں نے عجیب و غریب افواہیں سنی تھیں کہ شیطان شہر میں آزادانہ گھوم رہا ہے۔ ایک پادری کا بھوت۔ ہمارے گھر کے قریب گھومتے ہوئے دیکھا گیا۔ لیکن میں نے ان افواہوں پر زیادہ توجہ نہ دی۔ ایک رات کسی نے میرے دروازے پر دستک دی۔ میں نے دروازہ کھولا' دو آدمی اندر داخل ہوئے ان میں سے ایک نے سیاہ لباس پہن رکھا تھا اور دوسرا ایک فوجی افسر تھا۔ سیاہ لباس والے شخص کا سارا چہرہ اور جسم چھپا ہوا تھا۔ صرف اس کی آنکھیں ہی نظر آرہی تھیں۔ جو انگاروں کی طرح دہک رہی تھیں۔ انہوں نے کمرہ کرائے پر لینے کی خواہش کا اظہار کیا۔ میں انہیں سیڑھیوں کے راستے سب سے صاف ستھرے کمرے میں لے گئی۔ انہوں نے مجھے سونے کا ایک سکہ دیا جسے میں نے دراز میں ڈال دیا۔ اور سوچا کہ میں کل اس سے گوشت خرید کر لاؤں گی۔ سکہ دراز میں رکھ کر میں

نے دیکھا تو سیاہ لباس والا آدمی غائب ہو چکا تھا۔ فوجی افسر میرے ساتھ نیچے آیا پھر باہر چلا گیا۔ پندرہ منٹ کے بعد وہ واپس آیا تو اس کے ساتھ ایک خوب صورت لڑکی تھی اس نے عجیب و غریب قسم کا لباس پہنا ہوا تھا۔ لیکن اس سے بھی زیادہ حیران کن بات میرے لئے یہ تھی کہ اس کے ساتھ ایک بکری بھی تھی۔ میرے دل میں کئی وسوسے پیدا ہوئے۔ لیکن وہ کمرے کا کرایہ دے چکے تھے۔ اس لئے میں خاموش رہی لڑکی اور خوب صورت افسر بکری کے ساتھ کمرے میں چلے گئے میں اس وقت چرخہ چلا رہی تھی۔ لیکن میرے ذہن میں بار بار پادری کے بھوت کا خیال آ رہا تھا۔ پھر اس عجیب و غریب بکری کی وجہ سے بھی میرا دل دہل گیا تھا۔ میں اپنی سوچوں میں گم تھی کہ میں نے چیخ کی آواز سنی جو اوپر سے آ رہی تھی۔ پھر میں نے کسی کے فرش پر گرنے اور کھڑکی کے کھلنے کی آواز سنی۔ میں نے باہر جھانک کر دیکھا تو مجھے کوئی سیاہ چیز دریا میں گرتی دکھائی دی۔ وہ کوئی بھوت تھا۔ جس نے پادریوں جیسا لباس پہن رکھا تھا۔ اس وقت چاند چمک رہا تھا۔ اس لئے میں ہر چیز واضح صورت میں دیکھ رہی تھی۔ میں نے خوفزدہ ہو کر مدد کے لئے پکارنا شروع کر دیا۔ گشت کرنے والے سپاہی آ گئے۔ لیکن انہوں نے مجھ سے کچھ پوچھے بغیر میری ہی پٹائی شروع کر دی۔ کسی نہ کسی طرح میں نے انہیں ساری صورت حال سے آگاہ کیا اور انہیں اوپر لے گئی۔ میں نے دیکھا کہ سارے کمرے میں خون بکھرا ہوا ہے۔ فوجی افسر فرش پر گرا پڑا تھا۔ اس کی گردن میں خنجر گھونپا گیا تھا۔ لڑکی یوں گری پڑی تھی۔ جیسے مر گئی ہو۔ مگر یہ سب دھوکا تھا۔ بکری خوفزدہ نظر آ رہی تھی۔ میرے دل سے آواز نکلی کہ اس خون کو صاف کرنے میں دو ہفتے لگ جائیں گے۔ سپاہی فوجی افسر کو اٹھا کر لے گئے اور لڑکی کو بھی جس کا اوپر کا دھڑ عریاں تھا۔ لیکن حضور والا۔ جو بات سب سے زیادہ تعجب خیز ہے اس کا تو میں نے ابھی ذکر بھی نہیں کیا۔ اگلے دن جب میں نے سکہ نکالنے کے لئے دراز کھولا تو وہاں سکہ موجود نہ تھا اور اس کی جگہ ایک سوکھا ہوا پتہ پڑا تھا۔

مقدمے کی کارروائی سننے والے لوگوں میں سنسنی دوڑ گئی ایک بھوت۔ ایک بکری۔ یہ سب بھوت پریت اور جادوئی کام تھا۔ وہ ایک دوسرے کو کہہ رہے تھے اور پھر سوکھا ہوا پتہ کوئی شک نہیں کہ وہ لڑکی چڑیل ہے اور اس کی بکری بھی کوئی بد روح ہے۔ عدالت نے

بوڑھی عورت سے سوال کیا۔ "کیا تم کچھ اور بھی کہنا چاہتی ہو۔" خبیث بوڑھی کہنے لگی۔ "حضور رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ میرا گھر گندہ ہے وہاں..." مگر اس کا جملہ مکمل نہ ہونے دیا گیا اور اس سے پوچھا گیا۔ "کیا تم وہ خشک پتہ لائی ہو جسے شیطان نے سکہ کی جگہ رکھ دیا تھا۔" عورت نے اثبات میں سرہلایا اور پھر عدالت کے ایک کارکن نے اس سے ایک سوکھا ہوا پتہ لے کر منصف کے حوالے کردیا۔ حکومت کے اعلیٰ قانونی مشیر ماسٹر ڑاکس نے پتہ دیکھ کر کہا۔ "یہ برچ کا پتا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ چڑیلوں اور بھوت پریت کا کام ہے۔" اسی وقت ایک دوسرے سرکاری عہدیدار نے منصفوں اور اعلیٰ عہدیداروں کو مخاطب کرکے کہا۔ "معزز حضرات۔ میں ایک ضروری امر پر آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ وہ افسر جس پر حملہ کیا گیا۔ اس نے بستر مرگ پر جو بیان دیا۔ اس میں اس نے کہا تھا کہ جونہی سیاہ لباس والا آدمی اس سے پہلی بار ہمکلام ہوا وہ سمجھ گیا تھا کہ وہ پادری کا بھوت ہے اور اس بھوت نے اصرار کیا تھا کہ وہ لڑکی سے ملاقات کے لئے ضرور جائے۔ اور جب کیپٹن نے اسے بتایا کہ اس کے پاس تو کوئی پیسہ نہیں ہے تو اس پادری کے بھوت نے اسے سکہ دیا تھا۔ یہ وہ سکہ تھا جو بعد میں کمرے کے کرائے کے لئے اس بوڑھی عورت کو دیا گیا۔ بعد میں وہ سکہ سوکھے ہوئے پتے میں بدل گیا۔ اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ یہ سکہ جہنمی تھا۔

اسی وقت ملزمہ کو کھڑا ہونے کا اشارہ کیا گیا۔ وہ ہجوم کی نظروں سے دور تھی۔ جب وہ اٹھ کر کھڑی ہوئی تو گرےنوئر نے اسے ایک ہی نظر میں پہچان لیا۔ وہ لاایمرالڈا تھی۔ اس کا رنگ پیلا پڑا ہوا تھا۔ اس کے وہ بال جو پہلے ہمیشہ بنے سنورے رہتے تھے۔ اب بے ترتیبی سے بکھرے ہوئے تھے۔ اس کے ہونٹ نیلے پڑ گئے تھے۔ اس کی آنکھوں میں بے پناہ خوف تھا اس نے خوف سے اونچی آواز میں کہا۔ "فوبیں۔ کہاں ہے وہ؟ خدا کے لئے مجھے مارنے سے پہلے اتنا تو بتادو کہ وہ کہاں ہے؟ کیا وہ زندہ ہے؟"

"قیدی عورت خاموش رہو۔ وہ زندہ ہے یا مرگیا ہے اس سے تمہارا کوئی واسطہ نہیں۔" عدالت نے اسے ڈانٹ پلائی۔

"مجھ پر رحم کھاؤ۔ اتنا تو بتادو کہ وہ زندہ ہے..." اس نے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا۔ جس سے اس کے ہاتھوں میں بندھی ہوئی زنجیریں کھنکھنا اٹھیں۔ سرکاری وکیل نے اس کی طرف

عجیب نظروں سے دیکھا۔ اور پھر بولا۔ "وہ قریب المرگ ہے۔۔ کیا اب تمہاری تسلی ہو گئی۔" ملزمہ یہ جواب سن کر بیٹھ گئی۔ اس کے چہرے پر بے پناہ اداسی تھی۔ مگر آنکھیں خشک تھیں۔ منصف اعلیٰ نے ایک ملازم کو اشارہ کر کے کہا۔ "دوسرے قیدی کو لایا جائے۔" نظارہ دیکھنے والے ہجوم میں اشتیاق کی لہر دوڑ گئی۔ گرینگوئر نے دیکھا کہ ایک دروازہ کھلا اور چمک دار سموں اور سینگوں والی بکری۔ عدالت میں لائی گئی۔ بکری دہلیز کے اندر آ کر ایک لمحے کے لئے رکی، پھر اس نے چاروں طرف دیکھا۔ جب اسے لا ایمرالڈا نظر آ گئی تو وہ خوشی سے پھلانگتی ہوئی اس کے قدموں میں آ کر بیٹھ گئی۔ بوڑھی عورت جس نے ابھی ابھی گواہی دی تھی۔ اونچی آواز میں پکار اٹھی۔ "یہی ہے وہ بکری جسے میں نے اس رات اپنے گھر میں اس لڑکی کے ساتھ دیکھا تھا۔ میں اسے خوب پہچانتی ہوں۔"

ماسٹر ژاکس نے اٹھ کر منصفوں کو مخاطب کر کے کہا۔ "اب اس بکری سے پوچھ گچھ ہونی چاہئے۔" عہد وسطیٰ کے اس زمانے میں جانوروں پر مقدمہ چلانے کی روایت موجود تھی۔ گرینگوئر بکری کو دیکھ کر بے تاب ہو رہا تھا۔ وہ اسے چھونا چاہتا تھا لیکن مجبور تھا۔ ماسٹر ژاکس نے گونجدار آواز میں کہنا شروع کیا۔ "وہ بھوت یا بد روح جس نے اس بکری کے جسم پر قبضہ کر رکھا ہے ہم اسے متنبہ کرتے ہیں کہ وہ عدالتی کارروائی کے دوران میں عدالت کو خوفزدہ کرنے کی کوشش نہ کرے۔ اگر اس نے ایسی کوئی حرکت کی تو ہم اس بکری کو پھانسی پر لٹکا دیں گے۔" گرینگوئر کو یوں محسوس ہوا کہ اس کا سارا جسم پسینے میں بھیگ رہا ہے۔ ماسٹر ژاکس نے جپسی رقاصہ کا طنبورہ اٹھایا اور بکری کے سامنے کر کے کہا۔ "اب کیا وقت ہے" بکری نے اس کی طرف دیکھا۔ اپنا ایک چمکدار سم اٹھایا اور طنبورہ کو سات بار بجا دیا۔ واقعی اس وقت سات بجے تھے۔ لوگوں میں خوف اور تعجب کی لہر دوڑ گئی۔ گرینگوئر سے اب ضبط نہ ہو سکا وہ چیخ اٹھا۔ "یہ بکری اپنی بدقسمتی پر خود ہی مہر لگا رہی ہے۔ وہ نہیں جانتی کہ وہ کیا کر رہی ہے۔" ایک منصف نے رعب دار آواز میں کہا۔ "خبردار۔ کوئی شخص گفتگو نہ کرے۔ خاموش!!!" وہ کرتب اور وہ کرشمے جو جالی پہلے چوراہوں میں دکھایا کرتی تھی۔ انہیں دہرانے لگی۔ چوراہوں میں اس کے یہ کرتب دیکھ کر لوگ محظوظ ہوا کرتے تھے۔ تالیاں بجایا کرتے تھے۔ لیکن عدالت کے کمرے میں ان کا ردعمل مختلف تھا وہ دہشت سے پیلے پڑ رہے تھے۔

جالی کو بدروح اور شیطان کا خطاب دے رہے تھے۔ جب ماسٹر ژاکس نے بکری کے گلے سے تھیلے کو نکال کر اسے فرش پر خالی کر دیا اور بے ترتیب لفظوں کے ٹکڑے بکھر گئے تو بکری نے انہیں ترتیب دے کر "فوبیس" کا نام لکھ دیا۔ عدالت کے کمرے میں سنسنی پھیل گئی۔ لاایمرالڈا اس دوران میں سر جھکائے بیٹھی تھی۔ عدالت نے اسے پکارا۔ وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا۔

"قیدی عورت۔ تم جپسی نسل سے تعلق رکھتی ہو۔ تمہارے طور طریقے کافرانہ ہیں۔ ۲۹ مارچ کی رات کو تم نے بدی اور تاریکی کی قوتوں کی مدد اور اس بکری میں حلول کر جانے والی بدروح کی اعانت سے کیپٹن فوبیس کو خنجر سے ہلاک کرنے کا جرم کیا۔ کیا تم اس الزام سے انکار کرتی ہو؟"

"جھوٹ۔" لاایمرالڈا نے اپنے ہاتھوں سے چہرہ چھپاتے ہوئے کہا۔ "اوہ میرے پیارے فوبیس' کیا دنیا جہنم بن گئی ہے۔"

"کیا تم اس الزام سے انکار کرتی ہو۔" اس سے پھر پوچھا گیا۔

"ہاں میں اس سے انکار کرتی ہوں۔" لاایمرالڈا نے استقامت سے اونچی آواز میں جواب دیا۔

"تم اپنی صفائی میں کیا کہنا چاہتی ہو۔"

"میں پہلے ہی آپ کو بتا چکی ہوں۔" لاایمرالڈا نے رک رک کر کہنا شروع کیا۔ "ایک راہب۔ جسے میں نہیں جانتی وہ ہمیشہ میرا تعاقب کرتا رہتا ہے وہ...."

"پادری کا بھوت ہے۔" عدالت کے ایک منصف نے کہا۔

ماسٹر ژاکس نے عدالت سے درخواست کی۔ "ملزمہ جھوٹ بول رہی ہے۔ میں عدالت سے سفارش کروں گا کہ اعتراف جرم کرانے کے لئے اسے جسمانی سزا دینے کی اجازت دی جائے۔"

"درخواست قبول کی جاتی ہے۔" منصف اعلیٰ نے جواب دیا لاایمرالڈا کانپنے لگی۔ چند لمحوں میں اسے سپاہیوں نے اپنے گھیرے میں لے لیا۔ وہ اسے اپنے ساتھ لے گئے۔ پادریوں اور عدالتی عہدے داروں کا ایک گروہ بھی اس کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ جب ایک

دروازے کے راستے سے لاایمرالڈا اور دوسرے لوگ نظروں سے اوجھل ہوگئے تو گرینگوئر نے بکری کی دلدوز آوازیں سنیں۔ وہ اپنی مالکہ کی جدائی پر رو رہی تھی۔ گرینگوئر کا دل بھر آیا۔ مگر وہ بے بس تھا۔ اس دوران میں عدالت کی کارروائی کچھ عرصہ کے لئے ملتوی کر دی گئی۔

لاایمرالڈا کو لانبے اور نیم تاریک برآمدوں سے گزار کر ایک بھیانک کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ اس کمرے میں کوئی کھڑکی تک نہ تھی۔ اس کا دروازہ بھی لکڑی کا نہ تھا۔ بلکہ آہنی سلاخوں کا بنا ہوا تھا۔ کمرے کے اندر ایک بڑا آتشدان میں جلنے والی آگ کی روشنی میں کمرے کی ہر چیز نظر آ رہی تھی۔ لاایمرالڈا کی خوفزدہ نظریں آس پاس بکھرے ہوئے ان عجیب و غریب آلات کو دیکھ رہی تھیں جن کے استعمال کے بارے میں لاایمرالڈا کو کچھ علم نہ تھا۔ کمرے کے وسط میں ایک کھردری سی دری بچھی ہوئی تھی۔ اس کے اوپر چھت پر ایک چمڑے کا اسٹریپ لٹک رہا تھا۔ جس کے ایک سرے میں چھوٹا سا شکنجہ بنا ہوا تھا۔ اس میں دھات کا استعمال بھی کیا گیا تھا۔ یہ کمرہ جسے جہنم کا نام دینا چاہئے۔ "پوچھ گچھ کا کمرہ" کے نام سے مشہور ہے۔ سرکاری جلاد اپنے نائبین کے ساتھ اس کمرے میں موجود تھا۔ اس کا چہرہ بے تاثر تھا۔ وہ لاتعلق اور بے نیاز دکھائی دے رہا تھا۔ جیسے اسے کوئی دلچسپی نہ ہو۔ لاایمرالڈا نے کمرے میں داخل ہوتے ہی اپنی ہمت بندھانے کی کوشش کی لیکن۔ اس کی ہمت ٹوٹ رہی تھی۔ کمرے کے ایک گوشے میں ایک منشی قلمدان سامنے رکھے بیٹھا ہوا تھا۔ سرکاری پیادے راہب اور پادری قطاروں میں کھڑے ہوگئے۔ اعلیٰ قانونی افسر ماسٹر ژاکس نے آگے بڑھ کر لاایمرالڈا کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ "لڑکی! کیا تم اب بھی اپنے جرم سے انکار کرتی ہو؟" لاایمرالڈا کا حلق خشک ہو چکا تھا۔ اس کے ہونٹ آہستہ سے ہلے۔ "ہاں!" اس نے کہا لیکن اس کی آواز بڑی دھیمی تھی۔ ماسٹر ژاکس نے کہا۔ "افسوس اس انکار کی صورت میں ہمیں دوسرا طریقہ کار اختیار کرنا پڑے گا۔" لاایمرالڈا خوف سے کانپ رہی تھی۔ شاہی جلاد کے اشارے پر اس کے دو نائبوں نے لاایمرالڈا کو سختی سے پکڑ کر چمڑے کے بستر پر بٹھا دیا۔ ماسٹر ژاکس نے پوچھا۔ "کیا ڈاکٹر موجود ہے؟" ایک آدمی قطار سے آگے بڑھا اور بولا۔ "میں موجود ہوں۔" ماسٹر ژاکس نے پھر لاایمرالڈا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں تیسری بار پوچھ رہا ہوں کیا تم اب بھی اپنے جرم کے اقرار سے انکار کرتی ہو۔" اس بار تو

لاایمالڈا کے حلق سے دھیمی سی آواز بھی نہ نکلی۔ اس نے سرہلا کر انکار کیا۔ ماسٹر ژاکس نے کہا۔ "تو پھر مجھے بھی اپنا فرض ادا کرنے میں کوئی تامل نہ کرنا چاہئے۔" پھر جلاد سے مخاطب ہوا۔ "میرے خیال میں بوٹ سے آغاز کرنا چاہے۔"

لاایمالڈا کا سر اس کے سینے پر جھکا ہوا تھا۔ لاچاری اور بے بسی نے اس کے حواس مختل کر دیئے تھے۔ اس کے باوجود وہ اپنے محبوب فوبیس کو نہ بھلا سکی تھی۔ اس کے دل کی تیز دھڑکنیں اسے پکار رہی تھیں۔ "فوبیس۔ فوبیس...." جلاد کے نائبوں نے جلدی سے اس کی خوب صورت اور پرکشش ٹانگ کو کھینچا اور اس کے خوب صورت' نازک سے پاؤں کو پکڑ کر ایک شکنجے میں کس دیا۔ لاایمالڈا خوف سے کانپ رہی تھی۔ اس کا پاؤں ڈھکے ہوئے شکنجے میں چھپ گیا تھا۔ پھر اس کا سارا جسم درد محسوس کرنے لگا۔ اس کا پاؤں شکنجے میں کسا جا رہا تھا۔ "خدا کے لئے مجھے چھوڑ دو۔ میرا پاؤں نکال دو۔" وہ چیخی۔ ماسٹر ژاکس اس کے قریب پہنچا اور بولا۔ "اب میں تم سے آخری بار پوچھ رہا ہوں کہ تم اب بھی اپنے جرم کے اعتراف سے انکار کرتی ہو۔" جلادوں نے شکنجے کو ایک لمحے کے لئے کسنا بند کر دیا تھا۔ لاایمالڈا نے جواب دیا۔ "میں بے خطا ہوں...." ماسٹر ژاکس نے جلادوں کی طرف دیکھ کر اشارہ کیا۔ انہوں نے شکنجے کو کسا اور لاایمالڈا ایسی آوازوں میں چیخنے لگی۔ جنہیں انسانی زبانی میں کبھی بیان نہیں کیا جاسکتا۔ کئی منٹوں تک اس کی چیخیں گونجتی رہیں۔ وہ مر مر کی جی رہی تھی۔ ماسٹر ژاکس نے ایک بار پھر جلادوں کو اشارہ کیا۔ وہ رک گئے۔ "کیا تم اعتراف کرتی ہو۔" لاایمالڈا ٹوٹ چکی تھی۔ اس نے کہا۔ "میں ہر بات کا اعتراف کرتی ہوں۔" ماسٹر ژاکس نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "غور سے سنو میرا یہ فرض ہے کہ میں تمہیں مطلع کر دوں کہ اعتراف جرم کے بعد تم کو رہا نہ کیا جائے گا۔ بلکہ تم نے جو جرم کیا ہے اس کی سزا موت ہے۔" لاایمالڈا کی ہمت ختم ہو چکی تھی۔ وہ درد اور اذیت کا مقابلہ نہ کر سکتی تھی۔ اس نے کہا۔ "مجھے معلوم ہے۔" ماسٹر ژاکس نے جلادوں کو اشارہ کیا۔ اس کا پاؤں شکنجے سے آزاد کر دیا گیا۔ ماسٹر ژاکس نے منشی کی طرف دیکھا۔ اس کے چند لمحوں بعد ماسٹر ژاکس جو کچھ کہتا گیا۔ لاایمالڈا اس کی تائید کرتی چلی گئی۔ ماسٹر ژاکس نے اس سے "اگلوالیا" تھا کہ وہ بدروحوں' بھوتوں' پریتوں اور جنوں سے تعلق رکھتی ہے۔ وہ چڑیل ہے۔ وہ چڑیلوں کے

تہواروں میں شریک ہوتی ہے۔ وہ شیطان کی پجاری ہے اور ۲۹ مارچ کو اس نے پادری کے بھوت اور بدروح کی مالک بکری کی اعانت سے کیپٹن فوبیس کو قتل کیا تھا۔ لاایمرالڈا کا اعتراف نامہ قلم بند کرلیا گیا تو ماسٹر ژاکس نے حکم دیا۔ "مجرمہ کو عدالت میں لے جایا جائے۔ وہ لڑکھڑا کر چل رہی تھی۔ اس کا جو پاؤں شکنجہ میں کیا گیا تھا۔ ابھی تک بے حس اور سن تھا!!

جب ایمرالڈا کو دوبارہ عدالت میں لایا گا تو اس کی رنگت پہلے سے بھی زیادہ زرد ہو چکی تھی۔ وہ لڑکھڑا کر چل رہی تھی۔ عدالت میں موجود تماشائیوں اور منصفوں نے اس کا استقبال اطمینان بخش سرگوشیوں میں کیا۔ اس کی بکری جالی بھی خوشی سے اس کی طرف بڑھی۔ لیکن وہ اپنی مالکہ کے پاس نہ پہنچ سکی۔ کیونکہ اسے ایک بینچ کے ساتھ باندھا ہوا تھا۔ عدالت میں تاریکی بڑھ چکی تھی۔ شمعوں کی روشنی کافی تھی۔ ماسٹر ژاکس نے منصفوں کو مطلع کیا کہ "ملزمہ اپنے جرائم کا اقرار کرچکی ہے۔" صدر عدالت نے لاایمرالڈا کو مخاطب کر کے پوچھا۔ "جپسی لڑکی، کیا تم جادو ٹونے میں ملوث ہونے، جسم فروشی اور قتل کے ارتکاب کا اعتراف کرتی ہو۔" لاایمرالڈا نے سسکیاں بھرتے ہوئے کہا۔ "آپ جو کہیں میں وہ سب تسلیم کرتی ہوں۔ لیکن میری درخواست ہے کہ مجھے جلد از جلد ختم کردیا جائے۔" ملزمہ کی طرف سے جو وکیل صفائی تھا۔ اس نے لاایمرالڈا کی طرف غور سے دیکھا اور پھر اٹھ کر عدالت سے خطاب کرنے لگا۔ "جناب والا' چونکہ ملزمہ جرائم کا خود اعتراف کرچکی ہے۔ اس لئے میں اس کی صفائی میں کچھ نہ کہوں گا۔ لیکن ایک اہم چیز کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہوں۔ کہ پرانے زمانے میں چڑیلوں پر جرمانہ کرکے بھی ان کی جان بخشی کردی جاتی تھی۔ میرے خیال میں ملزمہ اس رعایت کی مستحق ہے۔" وکیل صفائی کی اس درخواست کا عدالت نے کوئی اثر قبول نہ کیا۔ چند منٹوں کے لئے منصف آپس میں کھسر پھسر کرتے رہے۔ رائے شماری ہوئی اور فیصلہ سنادیا گیا۔ مجرمہ کو نوٹرے ڈیم کے گرجے کے چوراہے میں عوام کی عبرت کے لئے سزائے موت دینے کا فیصلہ سنایا گیا۔ اور اس کی روح کی بخشش کی دعا بھی فیصلے میں شامل تھی مجرمہ کی بکری جالی بھی اسی سزا کی مستحق قرار دی گئی فیصلہ سننے کے بعد لاایمرالڈا کے منہ سے نکلا۔ "اوہ یہ تو ایک خواب کی طرح ہے۔ بھیانک خواب...." سپاہی

اسے گھسیٹتے ہوئے عدالت سے لے گئے۔

لا ایمرالڈا کو ایک کوٹھڑی میں بند کر دیا گیا جو تہہ خانے میں تھی۔ یہ ایک چھوٹی سی تاریک کوٹھڑی تھی۔ وہ لوگ جنہوں نے لا ایمرالڈا کو کبھی ہنستے ناچتے اور گاتے ہوئے دیکھا تھا۔ وہ اگر اس کی ایک جھلک اس کوٹھڑی میں دیکھ لیتے تو کانپ کر رہ جاتے۔ وہ پیلی زرد پڑ چکی تھی۔ کھلی فضاؤں میں گھومنے پھرنے والی بے مثال حسن کی مالک یہ لڑکی اب ایک ایسی کوٹھڑی میں قید تھی جو رات کی طرح سرد تھی' جو موت کی طرح تاریک تھی۔ ہوا کی معمولی سرسراہٹ میں نہ پڑ رہی تھی۔ کوئی مدھم اور بجھی سی روشنی بھی اس کی آنکھوں کے سامنے نہ آ رہی تھی۔ سیلن زدہ دیواروں میں سے پانی رس رہا تھا۔ اور وہ مرطوب پیال کے فرش پر بیٹھی اپنے خیالوں میں گم تھی خیالوں کی دنیا جن میں اس کا فوبیس تھا۔ سورج کی دھوپ تھی۔ تازہ ہوا تھی۔ لوگوں کی تالیاں تھیں۔ لوگ اس کا رقص دیکھ دیوانہ وار تالیاں بجا رہے تھے پھر خیالوں کی اس دنیا میں بھیانک سائے بھی لہرا رہے تھے۔ زخمی محبوب' خنجر' بیڑیاں اور زنجیریں' پادری کی خوفناک آنکھیں۔ خون وہ اس وقت نہ سو رہی تھی نہ جاگ رہی تھی۔ اس کی ذہنی حالت بڑی عجیب تھی۔ اس کے خیالات واضح نہ تھے۔ اس کا ذہن الجھا ہوا تھا۔ ہر چیز الجھی ہوئی ایک دوسرے کے ساتھ گھتم گھتا' کوئی چھوٹی دست بہ گریباں۔ وہ اپنے الجھے ہوئے خیالوں میں اس حد تک ڈوبی ہوئی تھی کہ وہ دروازے کے سوراخ کو بھی کھلتے ہوئے نہ سن سکی۔ اس سوراخ سے اس کے لئے کالی روٹی اندر پھینکی جاتی تھی۔

لا ایمرالڈا اس وقت یوں سمجھ رہی تھی کہ موت کی سزا کا حکم اسے نہیں کسی اور کے لئے سنایا گیا ہے۔ کتنے ہی دنوں سے اب وہ اس کال کوٹھڑی میں پڑی ہوئی تھی۔ دن اس کے لئے رات کی طرح تھے۔ کیونکہ یہاں چوبیس گھنٹے گہری تاریکی کا ہی راج رہتا تھا۔ دروازے کے سوراخ کے کھلنے کی آواز تو وہ نہ سن سکی مگر دروازے کی کھٹکھٹاہٹ کو سن کر وہ چونکی۔ اس نے ایک لالٹین دیکھی اور پھر دو آدمیوں کے جسموں کا نیچے والا دھڑ لالٹین کی روشنی اس کی آنکھوں کو اس بری طرح سے چبھنے لگی کہ اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ جب اس نے چند ثانیوں کے بعد آنکھیں کھولیں تو اس نے دیکھا کہ لالٹین ایک کونے میں رکھی ہے اور ایک آدمی اس کے سامنے کھڑا ہے۔ ایک لمبا سا چغہ اس کے پیروں تک جسم کو چھپائے

ہوئے تھا۔ سیاہ رنگ کا ہڈ اس کے سر پر تھا۔ وہ چند ثانیوں تک اسے حیرت سے دیکھتی رہی۔ پھر پوچھا۔ تم کون ہو سیاہ چغے والے نے جواب دیا۔ "ایک پادری" وہ کانپنے لگی۔ پادری نے پوچھا۔ "کیا تم تیار ہو چکی ہو؟" لاایمرالڈا نے اسے حیرت سے پوچھا۔ "کس کے لئے؟ کیسی تیاری؟" پادری نے جواب دیا۔ "مرنے کی تیاری... کل فیصلے پر عمل کیا جائے گا۔" لاایمرالڈا چند لمحوں تک خاموش رہی پھر بڑے اداس لہجے میں بولی۔ "کل۔ کل آنے کا دن آنے میں تو بڑی دیر ہے۔ آج ہی مجھے موت کے حوالے کیوں نہیں کردیا جاتا۔" پادری یہ جواب سن کر چند لمحوں تک خاموش رہا پھر بولا۔ "یہاں تو بڑی سردی ہے تمہیں یہاں بڑی تکلیف ہو رہی ہوگی۔ یہاں نہ روشنی ہے' نہ آگ' دیواروں سے پانی رس رہا ہے۔ اف۔" لاایمرالڈا پر ان لفظوں کا عجیب اثر ہوا۔ وہ بچوں کی طرح آنسو بہاتے ہوئے کہنے لگی۔ "میں سردی سے ٹھٹھر رہی ہوں۔ میں یہاں سے جانا چاہتی ہوں۔ میں بے حد خوفزدہ ہوں۔" پادری نے اس کی طرف غور سے دیکھا پھر اس کا بازو تھام کر بولا۔ "خوب تو پھر میرے پیچھے چلی آؤ۔" جانے اس پادری کے ہاتھ کے لمس میں کیا بات تھی کہ لاایمرالڈا کے سارے جسم میں سنسنی پیدا ہو گئی۔ "یہ تو موت کا سرد ہاتھ ہے... کون ہو تم۔" پادری نے اپنے سر کا ہڈ چہرے سے ہٹا دیا۔ یہ وہی گھناؤنا چہرہ تھا جو مدتوں سے لاایمرالڈا کو گھورتا رہا تھا۔ یہ وہی تھا۔ جس نے لاایمرالڈا کے محبوب فوبیس پر خنجر سے وار کیا تھا۔ ایک ہی لمحے میں لاایمرالڈا کے ذہن پر کتنی ہی تصویریں بنیں اور اسے کتنی ہی باتیں یاد آتی چلی گئیں۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپالیا۔ "اوہ۔ تو تم وہی پادری ہو..." یہ پادری' پادری فرولو تھا۔ اس وقت وہ لاایمرالڈا کو یوں دیکھ رہا تھا جیسے کوئی عقاب بلندیوں پر اڑتا ہوا کسی چڑیا کو دیکھتا ہوا اوپر اچانک جھپٹ کر اس کو اپنے نوکیلے پنجوں میں جکڑ لیا کرتا ہے۔ "کیا تم مجھے دیکھ کر خوفزدہ ہو گئی ہو۔" پادری فرولو نے پوچھا۔ لاایمرالڈا نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر اچانک اس کے ہونٹوں پر ایک طنزیہ مسکراہٹ نظر آنے لگی۔ "جلاد۔ مرنے والے پر رحم کھا رہا ہے۔ اور مہینوں تم نے میرا تعاقب کیا۔ مجھے ڈراتے رہے۔ اوہ میرے خدا۔ میں پہلے کتنی خوش رہا کرتی تھی۔ تم نے مجھے مایوسیوں اور دکھوں کے اندھے پاتال میں گرا دیا ہے تم ہی ہو جس نے میرے محبوب فوبیس کو ہلاک کردیا ہے۔" طنزیہ مسکراہٹ لاایمرالڈا کے چہرے سے

غائب ہو گئی۔ اب وہ رو رہی تھی۔ "کون ہو تم؟ میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے؟ تم مجھ سے اتنی نفرت کیوں کرتے ہو۔"

"میں تم سے محبت کرتا ہوں۔" پادری فرولو نے چیخ کر کہا۔

اچانک' خود بخود لا ایمرالڈا کے آنسو تھم گئے۔ اس نے حیرت سے پادری فرولو کی طرف دیکھا۔ پادری فرولو۔ لا ایمرالڈا کے سامنے گھٹنوں کے بل جھک گیا۔ "تم کیوں نہیں سمجھتی ہو' میں تم سے محبت کرتا ہوں۔" چند لمحوں کے لئے دونوں خاموش رہے پھر پادری فرولو نے کہنا شروع کیا۔ "سنو میں تمہیں سب کچھ بتا دینا چاہتا ہوں۔ میں وہ سب کچھ تمہیں بتا دینا چاہتا ہوں جو آج تک شاید میں اپنے آپ کو بھی نہیں بتا سکا۔ میں ہمیشہ اپنے ضمیر کے ساتھ الجھتا رہا ہوں' سنو غور سے سنو' تمہیں دیکھنے سے پہلے میں خود بڑا خوش رہا کرتا تھا۔ ہاں میں تب خوش رہا کرتا تھا۔ میری روح شفاف تھی۔ میں اپنا سر فخر سے اونچا کر کے چلا کرتا تھا۔ دوسرے پادری دینیات اور دوسرے مذہبی امور کے معاملے میں مجھ سے رہنمائی حاصل کیا کرتے تھے۔ علم۔ ہاں صرف علم ہی سے مجھے محبت تھی۔ خوب صورت عورتوں کو دیکھ کر ایک دوبار میرے جسم اور خون میں بھی حرارت پیدا ہوئی تھی۔ لیکن میں نے جنس کی ترغیب پر قابو پالیا تھا۔ ہاں ہاں میں اپنی روح اور جسم پر قادر تھا۔ عورت کے خیال کو میں ایک لمحے میں اپنے دل سے جھٹک دیتا تھا۔ میں کتاب کھولتا اور کتاب کا پہلا صفحہ اور اس کی ابتدائی سطریں ہی اپنے آپ میں جذب کر لیتی تھیں۔ لیکن ایک دن۔ جب میں اپنے کمرے کی کھڑکی کے قریب کھڑا مطالعہ کر رہا تھا میں نے طنبورے کی آواز سنی۔ اپنے مطالعہ میں اس آواز سے خلل پڑنے کی وجہ سے میں نے غصے سے باہر کی طرف دیکھا۔ دوپہر کے وقت چمکتے ہوئے سورج کی روشنی میں۔ ایک انسانی جسم ناچ رہا تھا۔ لوگ اسے اشتیاق سے دیکھ رہے تھے۔ وہ جسم۔ کتنا خوب صورت تھا۔ کیا بتاؤں۔ وہ میری آنکھوں میں کھب گیا۔ آہ اس کی وہ سیاہ روشن آنکھیں۔ سورج کی روشنی میں اس کے بال سونے کی رنگت اختیار کر چکے تھے۔ کتنا حسن اور توازن تھا اس کے ناچتے ہوئے پیروں میں' حیران متعجب' سحر زدہ میں اسے دیکھتا رہا۔ وہ تم تھیں۔ اس وقت میں جانے کیوں لرز اٹھا تھا۔ شاید اس خیال سے کہ قسمت نے مجھے اپنا نشانہ بنا لیا تھا۔ نہیں۔ شیطان نے مجھے اپنے پھندے میں پھانسنے کا نیا حربہ اختیار کیا تھا۔

وہ میرا زوال دیکھنا چاہتا تھا میری آنکھوں کے سامنے ایک ایسا حسن تھا جو یا تو آسمانی ہوتا ہے یا جہنمی۔ وہ ایک عام لڑکی نہ تھی جسے مٹی سے تخلیق کیا گیا ہو۔ وہ ایک ایسا فرشتہ تھا جسے شعلوں سے تخلیق کیا گیا ہو۔ میں نے تمہارے بارے میں سوچنا شروع کیا اور اس نتیجے پر پہنچا کہ تم ایک چڑیل ہو۔ جسے شیطان نے جہنم سے اس لئے بھیجا ہے کہ وہ میری روح کا سودا کر سکے۔ میرے ایمان کو متزلزل کردے شاید اب بھی میں یہی سمجھتا ہوں۔ لیکن تمہارے حسن کا جادو مجھ پر اثر کرنے لگا تھا۔ میں نے تم سے دور بھاگنا چاہا لیکن میرے قدموں نے اجازت نہ دی۔ میں نے اپنی آنکھیں پھیرنے کی کوشش کی۔ مگر میری آنکھیں تمہارے وجود پر گڑی رہ گئیں۔ میں نے اپنی سوچوں کا دھارا بدلنا چاہا۔ مگر میری سوچوں پر تمہارا قبضہ ہو چکا تھا اس دن کے بعد میں ایسا انسان بن گیا جسے میں خود بھی نہ پہچانتا تھا۔ کتابیں' عبادت' مطالعہ' قدرتی سائنس کے تجربے۔ ہر چیز میرے لئے بیکار بن گئی۔ کتابوں کے صفحوں اور میرے درمیان ایک وجود سائے کی طرح منڈلانے لگا۔ تمہارا وجود۔ تمہارے گیتوں کی صدائے بازگشت میرے ذہن پر سوار ہو گئی۔ ان کی گونج کبھی ختم نہ ہوئی۔ تمہیں بار بار دیکھنے کی خواہش نے مجھے نیم جان کردیا تمہیں چھونے' تمہیں جاننے' تمہیں پانے کے لئے میں پاگل بن گیا۔ جب مجھے پتہ چلا کہ تم جپسی ہو تو میرے دل نے میرے اس خیال کی تصدیق کردی کہ تم ساحرہ ہو اور تمہارا جادو مجھ پر چل چکا ہے۔ میں نے تمہیں بھلانا چاہا۔ تمہارے طلسم کے جال کو توڑنا چاہا۔ میں تم سے دور بھاگنا چاہتا تھا۔ مگر تم سے دور بھاگ بھی نہ سکتا تھا۔ میں نے تمہارے خلاف الزام لگائے۔ میں تم پر آوازے کستا رہا۔ میں تمہاری تذلیل کے بہانے تلاش کرتا رہا۔ میں نے تمہارے خلاف ایک جال بنا۔ اور آج آہ۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ میں نے جو جال تمہارے لئے بنا تھا۔ وہ تمہاری قسمت بن چکا ہے۔ مگر اب یہ صرف تمہاری قسمت ہی نہیں۔ میرا بھی مقدر ہے۔

اور پھر ایک دن۔ ایک شخص میرے سامنے سے گزرا۔ جس نے تمہارا نام لے کر قہقہہ لگایا۔ اس کی آنکھوں میں ہوس کی چمک تھی اور پھر کیا ہوا' وہ تم جانتی ہو۔" وہ خاموش ہو گیا۔ لا ایمرالڈا کے منہ سے ایک ہی لفظ نکلا "فوبیس؟" اور پادری چلا اٹھا۔ "نہیں۔ اس کا نام نہ لو۔ یہ وہ نام ہے جس نے ہم دونوں کو تباہ کردیا ہے۔ تم تکلیف برداشت کر رہی ہو۔

سردی سے ٹھٹھر رہی ہو۔ تم تاریکی میں ڈوبی ہوئی ہو۔ اس کے باوجود تمہارے دل میں امید کی کرن باقی ہے۔ اس نکمے اور کھوکھلے آدمی کی محبت کی روشنی لیکن کیا تم جانتی ہو کہ میں نے کتنی صعوبتیں برداشت کی ہیں۔ میرے اندر بھی ایک کال کوٹھڑی ہے۔ میری روح تاریکیوں میں بھٹک رہی ہے۔ میں نے جان بوجھ کر تمام اذیتیں برداشت کی ہیں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے تمہارے مقدمے کی ساری کارروائی دیکھی۔ جب تمہیں اذیت پہنچانے کے لئے لے جایا گیا تو میں بھی تمہارے پیچھے پیچھے تھا۔ میرے سامنے تمہیں اذیت پہنچائی گئی۔ میری روح اور میرا جسم اس اذیت کو برداشت کر رہے تھے۔ جب تم نے چیخ ماری تو میں نے اپنے لبادے کے نیچے ہمیشہ چھپے رہنے والے خنجر سے اپنا آپ زخمی کر لیا۔ اگر تم دوسری دفعہ چیخ مار دیتی تو میں وہ خنجر اپنے دل میں گھونپ لیتا۔ ہاں لیکن میرے دل سے اب بھی خون بہہ رہا ہے۔" یہ کہہ کر پادری نے اپنا سینہ کھول کر دکھایا۔ سینے پر ایک لمبے اور گہرے زخم کا نشان تھا۔ زخم جو مندمل ہو گیا تھا۔ اس نے کہا۔ "اب مجھ پر رحم کرو۔ تم سوچتی ہو کہ تم بے بس ہو۔ لیکن میری بے بسی کا اندازہ بھی تو کرو۔ ایک عورت سے محبت.... اور پھر پادری ہونا۔ اور پھر نفرت کا مستحق قرار دیا جانا۔ اس خوف کے ساتھ محبت کرنا کہ روح پامال ہو جائے گی۔ شہرت واغدار ہو جائے گی۔ دن رات اسے اپنے خوابوں میں دیکھنا اور تعبیر یہ کہ اسے ایک فوجی کے ساتھ محبت کرتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھنا۔ آہ.... وہ منظر۔ آہ وہ حسد.... وہ اشتعال۔ جب وہ عورت اپنی محبت اور حسن کے خزانے ایک ناہنجار کے لئے لٹا رہی ہو۔ اس کے جسم کا منظر کہ ایک نظر پڑتے ہی جس سے دل میں آگ لگ جاتی ہے۔ اور وہ نرم و نازک جلد۔ بوسوں کی حدت سے دھڑکتی ہوئی چھاتیاں۔ وہ پاؤں' وہ بازو' وہ شانے' اور نیلی نیلی رگیں۔ ذرا سوچو تو میں نے کیسے کیسے عذاب سہے ہیں۔ کیسے کیسے دکھ'... کیسے کیسے غم' خدا کے لئے میرا پسینہ خشک کر دو' جو ندیوں کی طرح میری پیشانی سے بہہ رہا ہے۔ میرے دل کے جلتے ہوئے انگاروں پر کچھ راکھ ڈال دو۔ سنو' ایک ہاتھ سے مجھے سزا دو اور دوسرے ہاتھ سے میرے جسم کو سہلا دو۔" پادری فرولو میلے اور گیلے فرش پر لوٹنے لگا۔ وہ اس کی ایک ایک بات سنتی رہی تھی۔ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ جب وہ بولتے بولتے تھک کر' اپنے جذبات کی شدت سے ہانپنے لگا تھا تو لا ایمرالڈا نے پھر بڑی نرمی سے وہی نام دہرایا۔ "اوہ میرے فوبیس..." پادری

فرولو کہنیوں کے بل گھسٹتا ہوا اس کے پاس پہنچا۔ ”میں تم سے منت کرتا ہوں‘ اگر تم میں رتی بھر ہمدردی اور ترس کا جذبہ بھی ہے تو مجھے ٹھکراؤ نہیں۔ میں بدقسمت صرف تمہارا پرستار ہوں۔ تم سے محبت کرتا ہوں۔ جب تم اس کا نام دہراتی ہو تو مجھے یوں لگتا ہے جیسے تم نے میرے دل کی تمام رگوں کو اپنے دانتوں میں لے کر کاٹنا شروع کردیا ہے۔ رحم کرو۔ اگر تم جہنم سے بھی آئی ہو تو میں تمہارے ساتھ جہنم میں چلنے کے لئے تیار ہوں۔ یہ جہنم میرے لئے جنت بن جائے گا۔ تمہارا جلوہ میرے لئے خدا کے جلوے سے زیادہ خوب صورت اور پرکشش ہے۔ کیا اب بھی تم مجھے قبول نہ کروگی؟ ہاں‘ میں سوچتا رہا ہوں کہ جس دن کوئی عورت میرے جیسے آدمی کی محبت ٹھکرائے گی‘ اس دن پہاڑ چلنے لگیں گے۔ تم جو کہوگی میں کروں گا۔ تم چاہوگی تو ہم یہاں سے بھاگ جائیں گے۔ دور...“ لاایمرالڈا نے پادری فرولو کی آہ وزاری پر قہقہہ لگا کر اس کی بات ادھوری ہی رہنے دی۔ اس کا قہقہہ بڑا بھیانک تھا۔ ”پادری فرولو اپنی طرف دیکھو تو سہی‘ تمہارے ناخنوں پر خون جما ہوا ہے۔“ پادری فرولو چند منٹوں تک ہکا بکا اپنے ہاتھوں کو دیکھتا رہا۔ پھر عجیب و غریب نرم لہجے میں بولا۔ ”ہاں تم ٹھیک کہتی ہو‘ مجھے کوسو‘ مجھے گالی دو‘ جو جی چاہے کرو۔ لیکن میرے ساتھ چلو۔ جلدی کرو‘ تمہارے پاس صرف کل کا دن ہے۔ پھانسی کا انتظام کیا جاچکا ہے۔ تمہیں پھانسی کے تختے کی طرف جاتے ہوئے دیکھنا۔ دنیا کا ہولناک ترین منظر ہوگا۔ خدا کے لئے مجھ پر رحم کرو۔ میں یہ سب کچھ نہیں دیکھ سکتا۔ میں تم سے محبت کرتا ہوں‘ تم میرے ساتھ چلو۔ جب تمہاری جان بچ جائے گی تو پھر تم مجھ سے محبت کرنا بھی سیکھ جاؤ گی۔ جب تک جی چاہے‘ مجھ سے نفرت کرتی رہو‘ لیکن اب میرے ساتھ چلو‘ اپنے آپ کو بچالو‘ چلو میرے ساتھ۔“ یہ کہہ کر پادری فرولو نے اس کا بازو پکڑ کر پاگلوں کی طرح اسے باہر کی طرف گھسیٹنا شروع کیا۔ وہ اسے گھورتے ہوئے قدم جما کر بولی۔ ”میرے فوبیس کا کیا حال ہے۔“ پادری فرولو نے اس کا بازو چھوڑتے ہوئے کہا۔ ”اوہ‘ کیا تمہارے دل میں میرے لئے رحم نہیں ہے۔“

”فوبیس کا کیا ہوا‘ وہ کس حال میں ہے۔“ اس نے ٹھنڈے لہجے میں پوچھا۔

”وہ مرچکا ہے۔“ پادری نے جواب دیا۔

”مرچکا ہے۔“ لاایمرالڈا نے کہا۔ ”وہ مرچکا ہے تو پھر تم مجھ سے زندہ رہنے کی بات کیوں

کرتے ہو۔" پادری فرولو نے شاید اس کی بات پوری نہ سنی تھی۔ وہ اپنے ہی دھیان میں کہہ رہا تھا۔ "ہاں ہاں وہ مر چکا ہے۔ خنجر اس کے دل میں سیدھا اتر گیا تھا۔" لاایمرالڈا ایک مادہ چیتے کی طرح اس پر جھپٹ پڑی اور اس کو سیڑھیوں کی طرف کھینچتے ہوئے بولی۔ "درندے یہاں سے چلے جاؤ۔ قاتل یہاں سے چلے جاؤ مجھے مرنے دو۔ میرا اور میرے فوبیس کا خون مل کر تمہارے ماتھے پر ایک ایسا کلنک بن جائے گا جو کبھی مٹائے نہ مٹ سکے گا۔ پادری سنو ہم دونوں کبھی اکٹھے نہیں ہوسکتے۔ جہنم بھی ہمیں ایک دوسرے کے قریب نہیں لاسکتا۔"

پادری فرولو تھک چکا تھا۔ اس کا جسم' اس کی روح دونوں مضمحل تھے۔ وہ لالٹین ہاتھ میں تھامے لڑکھڑاتا ہوا سیڑھیاں چڑھ کر دروازے کے قریب پہنچا۔ اس وقت اس کے چہرے پر بدی کی عجیب سیاہی نظر آرہی تھی اس نے مایوسی اور اشتعال کے اس لمحے میں چیخ کر کہا۔ "میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ وہ مر گیا ہے۔"

لاایمرالڈا دونوں ہاتھوں سے چہرے کو ڈھانپ کر کال کوٹھڑی کے فرش پر بیٹھ گئی...!!

☆

رولاں ٹاور میں رہنے والی بوڑھی عورت۔ اس وقت بھی دنیا ومافیہا سے بے نیاز۔ آنسو بہا رہی تھی۔ اس کے ہاتھوں میں ایک چھوٹا سا جوتا پکڑا ہوا تھا۔ کسی بچے کا جوتا۔ یہ جوتا اس نے پچھلے پندرہ برسوں سے ایک لمحے کے لئے بھی اپنے وجود سے دور نہ کیا تھا۔ پندرہ سال پہلے اس کی بچی گم ہوگئی تھی اور اس کی صرف ایک ہی نشانی اس کے پاس تھی۔ ایک جوتا۔ وہ اس کے جوتے کو دیکھ دیکھ کر بے ساختہ آنسو بہایا کرتی تھی۔ اس صبح بھی وہ آنسو بہا رہی تھی اور جوتے کو مخاطب کرکے کہہ رہی تھی۔ "اوہ میری ننھی سی بچی' میری پیاری' کیا میں تمہیں کبھی نہ دیکھ سکوں گی۔ مجھے تو یوں محسوس ہوتا ہے۔ جیسے ابھی کل۔ تم میرے پاس تھیں اور آج کہیں چلیں گئی ہو۔ حالانکہ پندرہ برس کا طویل عرصہ گزر چکا ہے اوہ میرے خدا۔ کیا تم نہیں جانتے ہو کہ ہماری ساری عمر کی کمائی ہمارے بچے ہی ہوتے ہیں۔ میرے خدا۔ کیا تو یہ نہیں جانتا کہ جس ماں کا بچہ گم ہوگیا ہو۔ اس کا خدا سے ایمان اٹھ جاتا ہے میرے خدا میری بچی کہاں ہے؟ کہاں ہے میری بیٹی؟ میری بیٹی مجھے واپس دے دو۔ پچھلے پندرہ برسوں سے میں ایک ہی دعا مانگ رہی ہوں تو کیوں میری نہیں سنتا۔ میرے خدا میری

بچی مجھے دے دے۔ اچھا ایک دن کے لئے ہی اسے لوٹا دے۔ ہاں ایک دن کے لئے مجھے اس سے ملوا دے۔ ایک منٹ کے لئے ہی سہی۔ مگر مجھے ملا دے۔ اس کے بعد بے شک مجھے جہنم میں پھینک دینا۔ کاش میرے ہاتھ تجھ تک پہنچ سکتے۔ میں تیرے لبادے کو اس وقت تک اپنے دونوں ہاتھوں سے تھامے رکھتی' جب تک تو مجھے میری بیٹی واپس نہ دے دیتا۔ میرے آقا' کیا اس چھوٹے سے ننھے سے جوتے کو دیکھ کر بھی تیرے دل میں رحم پیدا نہیں ہوتا۔ میرے خدا یہ کیسی سزا تھی۔ پندرہ برسوں سے تو میری دعا نہیں سن رہا۔ میں ماں ہوں' مجھے میری بیٹی چاہئے۔" بے چاری بوڑھی عورت' اپنی گم شدہ بچی کے جوتے کو مضبوطی سے ہاتھ میں پکڑے رو رہی تھی۔ اس نے بچوں کی آوازیں سنیں۔ تازہ دم' چہکتی ہوئی آوازیں' شوخ قہقہے' بیچاری بچوں کی آوازیں سن کر اپنی کوٹھڑی کے تاریک گوشے میں چھپ جایا کرتی تھی۔ لوگ اسے پاگل سمجھتے تھے۔ انہوں نے اسے یہاں ایک طرح سے بند کر رکھا تھا۔ اس نے کسی بچی کی مسرت بھری آواز سنی۔ "آج وہ یہاں ایک جپسی کو پھانسی دے رہے ہیں۔" بوڑھی عورت لپک کر کھڑکی کے قریب پہنچی۔ اس نے دیکھا کہ جلاد کے آدمی آ چکے ہیں۔ پھانسی کا انتظام ہو چکا ہے۔ کچھ لوگ چوک میں کھڑے ہیں۔ اس نے دیکھا نوٹرے ڈیم کا پادری بھی یہ منظر دیکھ رہا ہے۔ اس نے چیخ کر پوچھا۔ "مقدس باپ' آج کسے پھانسی دی جا رہی ہے۔" پادری فرولو نے اس کی طرف نہیں دیکھا اور بولا۔ "مجھے علم نہیں!" بوڑھی عورت بولی۔ "میں نے کسی بچے کی آواز سنی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا کہ آج کسی جپسی کو پھانسی دی جا رہی ہے۔" پادری فرولو نے اس کی طرف نظر اٹھائی۔ اور بولا۔ "ہاں میں نے بھی ایسا ہی سنا ہے۔ تم تو خانہ بدوشوں سے بڑی نفرت کرتی ہو' ہیں نا۔"

"نفرت" بوڑھی عورت کو جیسے آگ لگ گئی ہو۔ "یہ چڑیلیں ہیں' بھوت ہیں۔ بچے اٹھانے والے چور' انہوں نے میری بچی کو اٹھا لیا تھا۔ میری اکلوتی بچی کو۔ میں ان سے نفرت کرتی ہوں اور سب سے زیادہ نفرت تو مجھے اس سے ہے جو بڑی خوب صورت ہے۔ جس کی عمر میری بیٹی جتنی ہے۔ وہ ناچنے والی جپسی جب بھی میری نظر اس پر پڑتی ہے' میرا خون ابلنے لگتا ہے۔"

پادری فرولو نے عجیب سے لہجے میں کہا۔ "اچھا تو پھر سنو' آج اسی کو پھانسی دی جا رہی

ہے۔"

بوڑھی عورت کا چہرہ خوش نظر آنے لگا۔ مسرت سے اس نے اپنے ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا۔
"میں نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ اس چڑیل کو کسی دن پھانسی پر لٹکایا جائے گا مقدس باپ تم نے اتنی اچھی خبر سنا کر میرا دل خوش کردیا۔ میں تمہارا شکریہ ادا کرتی ہوں۔"

☆

فوبیس ابھی زندہ تھا۔ ایسے لوگ اتنی آسانی سے نہیں مرا کرتے۔ بے چاری لا ایمرالڈا کو عدالت میں سرکاری افسر نے جب یہ کہا تھا کہ وہ قریب المرگ ہے تو اس کا بیان غلط نہ تھا کہ فوبیس بتدریج رو بصحت ہو رہا ہے۔ اسی طرح پادری فرولو نے جب غصے میں آکر لا ایمرالڈا سے کہا تھا کہ فوبیس مرچکا ہے تو اسے بھی حقیقت کا علم نہ تھا۔ بلکہ اس نے اپنے دل کی خواہش بیان کی تھی۔ کیونکہ پادری تو یہی چاہتا تھا کہ فوبیس مرجائے۔ فوبیس رو بصحت ہوچکا تھا عہد وسطیٰ میں انصاف کا بھی کچھ ایسا ہی حال تھا۔ منصف یہ مطلق پروانہ کرتے تھے کہ وہ مقدمے کے سارے کرداروں پر نظر رکھیں۔ انہوں نے تو ایک بار سوچ لیا تھا کہ فوبیس مرچکا ہے۔ اگر اب وہ زندہ بچ گیا تھا تو اس کی قسمت' عدالت کی نظروں میں وہ مرچکا تھا۔ فوبیس رو بصحت ہوکر اپنی رجمنٹ میں واپس چلا گیا۔ وہ اسی میں بہتری سمجھتا تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ اگر وہ پیرس میں رہا تو بلاوجہ اس کا نام مقدمے کی وجہ سے لوگوں کی زبان پر آتا رہے گا۔ وہ دو ماہ تک پیرس سے دور رہا۔ عدالت کی کارروائی بند کمروں میں ہوتی رہی۔ اس کے ساتھ کسی کو خاص دل چسپی نہ تھی اس لئے کسی نے اس کا ذکر بھی نہیں کیا۔ ویسے بھی ان دنوں اخبار تو نکلتے نہ تھے کہ کوئی اس کے بارے میں جان جاتا۔ دو مہینے کے عرصے میں فوبیس ایک ہی خواب دیکھتا رہا کہ فلیور ڈی لیز سے شادی رچائے اور اس کے جہیز میں آنے والی دولت سے عیش کرے۔ دلہن بھی خوب صورت اور جہیز بھی شاندار۔

دو ماہ کی غیر حاضری کے بعد وہ ایک دن پیرس پہنچا اور سیدھا اپنی منگیتر فلیور ڈی لیز کے گھر کا رخ کیا اس نے دیکھا کہ چوک میں لوگ جمع ہو رہے ہیں۔ لیکن اس نے ان میں کسی دل چسپی کا اظہار نہ کیا وہ جلد از جلد اپنی منگیتر سے ملنا چاہتا تھا۔ اس کی منگیتر اسے دیکھ کر کھل اٹھی۔ وہ دو ماہ کے بعد اسے ملنے کے لئے آیا تھا۔ گلے شکوے ہوئے لیکن فوبیس ایسے گلے

شکووں سے نبٹنا خوب جانتا تھا۔ اس نے اپنی منگیتر کو بتایا کہ اسے اس کی رجمنٹ میں ایک اہم فرض کے لئے بلوالیا گیا تھا۔ پھر وہ کچھ عرصے کے لئے بیمار بھی رہا۔ اس کی محبوبہ یہ سن کر پریشان ہو گئی۔ فوبیس نے فوراً بہانہ گڑدیا کہ ایک لیفٹیننٹ نے اس سے ذرا نازیبا لہجے میں بات کی تھی۔ اس لئے اس نے اسے ڈوئل کی دعوت دے دی۔ اس مقابلے میں وہ زخمی ہو گیا تھا اس کی منگیتر نے یہ سن کر جہاں تشویش کا اظہار کیا وہاں پھولے نہ سمائی کہ وہ ایک ایسے جوان مرد سے محبت کرتی ہے جو اپنے وقار اور نام کے لئے موت کا خطرہ بھی مول لے سکتا تھا۔ دونوں میں باتیں ہو رہی تھیں کہ چوک سے آنے والی آوازوں میں تیزی پیدا ہو گئی۔ فوبیس نے پوچھا۔ ”یہ کیسا شور ہے؟ کیا ہو رہا ہے یہاں؟“ اس کی منگیتر نے جواب دیا سنا ہے کہ یہاں کسی جپسی کو لوگوں کے سامنے پھانسی پر لٹکایا جائے گا۔“ جب فوبیس نے اس جپسی کا نام اور اس کا جرم پوچھا تو فلیورڈی لیز نے اس سے بھی لاعلمی کا اظہار کیا اور پھر محبت کی باتیں کرنے لگے۔ فلیور ڈی لیز نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”فوبیس تین مہینوں میں ہماری شادی ہونے والی ہے۔ وعدہ کرو کہ تم میرے سوا اور کسی سے محبت نہ کرو گے۔“ فوبیس کے لئے بھلا ایسی قسمیں کھانا کیا مشکل تھا۔ اس نے بڑے خضوع و خشوع سے قسم کھالی۔

لوگ نوٹرے ڈیم کے چوراہے میں جمع ہو چکے تھے وہ بڑے اشتیاق سے مجرمہ کا انتظار کر رہے تھے۔ ایک دوسرے سے باتیں کر رہے تھے۔ ”بھئی اس کے زیریں لباس میں اسے یہاں لایا جائے گا۔ کیا منظر ہو گا۔“ کوئی دوسرا اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا۔ ”سنا ہے اس نے آخری اعتراف کے لئے کسی پادری سے ملنا بھی گوارا نہیں کیا۔“ اس کے ساتھی نے جواب دیا۔ ”وہ تو کافر ہے۔ اسے پادری کی ضرورت کیوں پڑتی۔“ نوٹرے ڈیم کے گھڑیال نے بارہ بجائے۔ دوپہر کا وقت تھا۔ لوگوں میں اطمینان کی لہر دوڑ گئی۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اب ”تماشا“ شروع ہونے والا ہے۔ تھوڑے سے عرصے کے بعد ایک چھکڑا اس طرف آتا دکھائی دیا جسے نارمن نسل کے گھوڑے کھینچ رہے تھے۔ اس چھکڑے کو سپاہیوں نے چاروں طرف سے اپنے گھیرے میں لے رکھا تھا۔ چھکڑے کے ساتھ ساتھ محکمہ انصاف کے کچھ افسر گھوڑوں پر سوار چلے آرہے تھے۔ ان افسروں کی رہنمائی ماسٹر ژاکس کر رہا تھا۔ اس چھکڑے

میں وہ بد قسمت لڑکی تھی جسے پھانسی دی جانے والی تھی۔ لا ایمرالڈا خوب صورت لا ایمرالڈا۔ اس کے ہاتھ اس کی پشت کی طرف بندھے ہوئے تھے۔ اس کا لباس پھاڑ دیا گیا تھا۔ زیریں لباس نظر آرہا تھا۔ اس کے بکھرے ہوئے بال ادھ چھپی چھاتیوں پر بکھرے ہوئے تھے۔ گھروں کی کھڑکیوں میں کھڑے لوگ دیکھ رہے تھے کہ اس کی ٹانگیں' عریاں نظر آرہی تھیں۔ اس کے قدموں میں جالی بکری بیٹھی ہوئی تھی۔ اسے بھی رسیوں میں جکڑا ہوا تھا۔ لا ایمرالڈا اپنے ننگے جسم کو چھپانے کی کوشش کر رہی تھی اس کی تکلیف اور صعوبت میں اس خیال سے بھی اضافہ ہوگیا تھا کہ اس کا جسم لوگوں کی نظروں میں ہے۔ فلیورڈی لیز نے اسے دیکھا تو فوبیس کو متوجہ کرتے ہوئے بولی۔ "ارے دیکھنا تو' یہ تو وہی گندی جپسی رقاصہ ہے...وہی بکری والی۔"

"کونسی جپسی لڑکی؟" فوبیس نے حیرت سے پوچھا۔ "کیا تم واقعی اسے بھول گئے؟" فلیورڈی لیز نے حیرت سے کہا۔ فوبیس نے آگے بڑھ کر باہر دیکھنے کی کوشش کی۔ اس اثنا میں فلیورڈی لیز کا پرانا جذبہ حسد بیدار ہوچکا تھا۔ اس کے ذہن میں کچھ مدھم مدھم باتیں سر اٹھانے لگیں۔ اس نے سن رکھا تھا کہ ایک فوج کا کیپٹن کسی جپسی چڑیل کے ساتھ ملوث تھا۔ ادھر ایک لمحے کے لئے تو فوبیس کے چہرے کی رنگت بدل گئی تھی اور یہ لمحہ۔ فلیورڈی لیز کی آنکھوں سے بچ کر نکل نہ سکا تھا۔ "کیا ہوا تمہیں؟ اس عورت کو دیکھ کر تم پریشان سے کیوں ہوگئے۔" فوبیس نے اپنے چہرے پر زبردستی مسکراہٹ لاتے ہوئے کہا۔ "میں اور پریشان کیسی پریشانی۔" فلیورڈی لیز نے اس کے چہرے کو غور سے دیکھا اور پھر بولی۔ "خیر۔ ہم اب یہیں کھڑے رہیں گے اور اپنی آنکھوں سے اس چڑیل کو کیفر کردار تک پہنچتے ہوئے دیکھیں گے۔" فوبیس سے کوئی بات نہ بن رہی تھی۔ وہ مجبور تھا کہ فلیورڈی لیز کے ساتھ کھڑا وہاں باہر کا منظر دیکھتا رہے۔ چھکڑے میں واقعی وہی ہے۔ لا ایمرالڈا اس نے سوچا۔ اچھا ہے کہ وہ نظریں اٹھا کر اوپر نہیں دیکھ رہی۔

چھکڑا اب نوٹرے ڈیم کے گرجے کے بڑے دروازے کے سامنے آکر رک گیا تھا۔ چھکڑے کے دونوں طرف سپاہی قطار میں کھڑے ہوگئے۔ نوٹرے ڈیم کا بڑا دروازہ بھاری آواز کے ساتھ کھلا۔ لوگوں میں خاموشی پیدا ہوگئی۔ بڑے دروازے کے کھلتے ہی اندر سے

مناجات کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ یہ مناجات۔ اسی وقت گائی جاتی تھیں جب کسی کو موت کی سزا دی جا رہی ہو یا کوئی مر رہا ہو۔ آہ موت کا یہ گیت۔ ایک ایسی لڑکی کے لئے گایا جا رہا تھا۔ جس کا شباب اپنے عروج پر تھا۔ اور اب موسم بہار کی گرم ہوا اور دھوپ کی سنہری کرنیں' اس کے جسم کو چھو رہی تھیں لوگ خاموش کھڑے مناجات سنتے رہے۔ دہشت زدہ ہراساں لاایمرالڈا۔ دم بخود تھی۔ جلاد کا ایک نائب آگے بڑھا اور اسے چھکڑے سے نیچے اترنے میں مدد دی۔ جلاد کے نائب نے سنا کہ وہ بار بار ایک لفظ دہرا رہی ہے۔ "فوبیس فوبیس۔" لاایمرالڈا کے ہاتھ کھول دیئے گئے۔ بکری کو بھی کھول دیا گیا بکری اپنے انجام اور صورت حال سے بے خبر اپنی مالکن کے قریب کھڑی خوشی کی آوازیں نکال رہی تھیں۔ لاایمرالڈا کے پاؤں ننگے تھے۔ وہ مجبور تھی کہ اپنے خوبصورت اور نرم و نازک ننگے پاؤں کے ساتھ سخت کھردرے راستے پر چلتے ہوئے اس جگہ تک پہنچے۔ جہاں ایک رسہ سانپ کی طرح لٹک رہا تھا۔ یہی رسہ اس کے لئے پھانسی کا پھندہ بننے والا تھا۔ مناجات کی آواز یک دم رک گئی۔ گرجے کی تاریکی میں ایک سنہری صلیب اور موم بتیوں کی قطاریں حرکت میں دکھائی دینے لگیں۔ پھر چہرے واضح ہونے لگے پادریوں اور راہبوں کی ایک لانبی قطار بے چاری مجرمہ کے قریب آکر کھڑی ہو گئی۔ لاایمرالڈا نے اس قطار کو غور سے دیکھا پھر اس کی آنکھیں حرکت کرتے ہوئے ایک پادری پر گڑ گئیں جو صلیب برادر کے پیچھے تھے۔ یعنی پادریوں میں سب سے آگے اسے دیکھ کر وہ کانپ گئی اور سرگوشی میں اپنے آپ سے کہا۔ "اوہ۔ وہ یہاں بھی آگیا..... پادری" لاایمرالڈا کی آنکھوں نے دھوکا نہ کھایا تھا۔ جس پر اس کی آنکھیں گڑ گئیں تھیں وہ پادری فرولو تھا۔ اس کا چہرہ بے حد زرد تھا۔ لاایمرالڈا کا اپنا رنگ خوف سے اڑ چکا تھا۔ وہ یخ بستہ ہو چکی تھی۔ اسے خبر بھی نہ ہوئی کہ کب کسی نے بھاری اور بڑی جلتی زرد موم بتی اس کے ہاتھوں پر رکھ دی ہے۔ اس نے نقارچی کی آواز بھی نہ سنی۔ جو فرمان موت سنا رہا تھا ہاں جب اسے کہا گیا کہ وہ "آمین" کہے تو اس نے میکانکی انداز میں "آمین" کہہ دیا۔ پھر اس نے دیکھا کہ وہی پادری۔ اپنی قطار سے نکل کر اکیلا اس کی طرف بڑھ رہا ہے۔ لاایمرالڈا کے جسم سے ساری طاقت نچڑ گئی۔ پادری فرولو آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کے قریب پہنچا۔ اس خستہ حالی میں بھی لاایمرالڈا محسوس کر رہی تھی کہ پادری بڑی حرص سے اس کے

ننگے جوان جسم کو شہوت بھری نظروں سے دیکھ رہا ہے۔ اس نے اونچی آواز میں کہا۔ ''جوان عورت۔ کیا تم نے خدا سے اپنے گناہوں کی معافی مانگ لی؟'' یہ جملہ اونچی آواز میں کہہ کر وہ لاایمرالڈا کی طرف جھک کر اس کے کان میں سرگوشی میں کہنے لگا۔ ''کیا اب تم میری بننا قبول کروگی؟ میں اب بھی تمہیں بچا سکتا ہوں۔'' لاایمرالڈا نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔ ''شیطان مجھ سے دور ہو جاؤ۔ ورنہ میں تیرا پردہ چاک کردوں گی۔'' ایک عجیب قسم کا مکارانہ مسکراہٹ پادری فرولو کے ہونٹوں پر نظر آنے لگی۔ ''کوئی شخص تمہاری بات پر یقین نہ کرے گا مجھ پر الزام لگا کر تم اپنے جرائم ہی میں اضافہ کروگی۔ میرے سوال کا جلدی سے جواب دو' فوراً۔ کیا تم میری بنوگی۔''

''میرے فوبیس کا کیا بنا ہے؟ کہاں ہے وہ۔'' لاایمرالڈا نے پوچھا۔

''میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ وہ مر چکا ہے۔''

پادری فرولو نے جواب دیا۔ اسی وقت اتفاق سے اس کی نظر اوپر اٹھ گئی۔ اس نے دیکھا کہ سامنے کی عمارت پر فوبیس اپنی منگیتر فلیورڈی لیز کے ساتھ کھڑا ہے۔ اسے دیکھتے ہی پادری چکرایا۔ اور اس نے اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیا۔ ایک بار پھر تصدیق کے لئے اس نے اپنی آنکھوں سے ہاتھ اٹھا کر اسی سمت دیکھا۔ فوبیس زندہ ہے اور اس نے جو دیکھا تھا وہ حقیقت ہے' واہمہ نہ تھا۔ اس نے دل ہی دل میں فوبیس پر لعنت بھیجی' اور لاایمرالڈا کو مخاطب کرکے دانت پیستے ہوئے کہا۔ ''اچھا تو پھر جاؤ مرو۔'' پھر اس نے اونچی آواز میں وعظ دینے کے انداز میں کہنا شروع کیا۔ ''اے لرزتی ہوئی دنیا سے رخصت ہوئی ہوئی روح خدا تجھ پر رحم کرے۔'' یہ رسمی دعا تھی۔ اسے سنتے ہی وہ تمام لوگ جو ہجوم کی صورت میں وہاں جمع تھے۔ گھٹنوں کے بل جھک گئے۔ خدا ہم سب پر رحم کرے۔ اس ہجوم نے یک زبان ہو کر کہا ''آمین'' پادری فرولو نے اونچی آواز میں کہا پھر قیدی لڑکی لاایمرالڈا کی طرف مڑ کر صلیب کا نشان بنایا اور پھر پادریوں کی قطار میں شامل ہوگیا۔ چند منٹوں کے بعد وہ وہاں سے غائب ہو چکا تھا۔

لاایمرالڈا بے حس و حرکت کھڑی تھی۔ ماسٹر ژاکس کا ایک نائب آگے بڑھا اور اس نے ایک بار پھر اس کے ہاتھ باندھ دیئے۔ لاایمرالڈا جب چھکڑے پر سوار کی گئی تھی تو زندہ رہنے

کی بیکراں اور قوی خواہش نے اس کے جسم کو اپنے شکنجے میں کس لیا تھا۔ زندگی سے محبت کے جذبات اس کے دل میں مچل اٹھے تھے اس نے وہاں کھڑے ہو کر آسمان کی طرف دیکھا۔ نیلے آسمان پر بادلوں کے سیاہ ٹکڑے بکھرے ہوئے تھے۔ پھر اس نے ہجوم کی طرف دیکھا۔ ان گنت انسانی چہرے پھر اس کی نظر اوپر اٹھی مکان' عورتیں' چھتیں اور پھر اچانک اس کی نظر۔ فوبیس پر پڑی اور چیخنے لگی۔ "فوبیس۔ میرے پیارے فوبیس۔" اس کے حلق سے مسرت کی چیخ نکل رہی تھی۔ اس نے فوبیس کو زندہ سلامت اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تھا۔ پادری نے جھوٹ بولا تھا۔ عدالت کے منصف نے جھوٹ بولا تھا۔ وہ اس کے پاس پہنچنا چاہتی تھی۔ مگر اس کے بازو رسیوں سے باندھ دیئے گئے تھے۔ اس کی پیاسی نظریں فوبیس پر گڑی ہوئی تھیں۔ اس نے دیکھا کہ ایک خوبصورت لڑکی۔ فوبیس کے ساتھ لگی کھڑی ہے۔ اس کے ہونٹوں پر لاایمرالڈا کے لئے حقارت آمیز مسکراہٹ ہے۔ فوبیس نے جھک کر اس لڑکی سے کچھ کہا اور پھر دونوں بالکونی سے اندر چلے گئے۔ انہوں نے بالکونی کا دروازہ بھی بند کردیا تھا۔ لاایمرالڈا چیخی۔ اب اس کی چیخ میں کرب تھا' بے پناہ اندوہ۔ "فوبیس۔ کیا تمہیں بھی لوگوں کی باتوں پر یقین آگیا۔" پھر اس کے ذہن میں ایک خیال بجلی کے کوندے کی طرح لپکا کہ اسے یہاں پھانسی کی سزا دینے کے لئے لایا گیا ہے اور یہ سزا اسے اس جرم میں دی جا رہی ہے کہ اس نے فوبیس کو قتل کیا تھا۔ وہ فرش پر گر پڑی۔ ماسٹر ژاکس نے حکم دیا اسے اٹھا کر کھڑا کردو۔

سارے ہجوم سے الگ تھلگ۔ ایک اور چہرہ۔ ایک اور انسان بھی تھا جو یہ سارا منظر بڑی دلچسپی اور پریشانی سے دیکھ رہا تھا۔ وہ گرجے کے بڑے دروازے کے اوپر کھڑا تھا۔ اپنے بدصورت اور گھناؤنے چہرے کو آگے کئے ایک ایک چیز دیکھ رہا تھا وہ تھا قاسیمڈو۔ اس کی واحد آنکھ سے اس منظر کی کوئی تفصیل بھی اوجھل نہ رہ سکی تھی۔ اس نے گیلری کے مضبوط ستونوں کے ساتھ ایک مضبوط رسہ باندھ رکھا تھا اور بڑے دلچسپی سے خاموشی کے ساتھ دیکھتا چلا جا رہا تھا۔ عین اسی وقت۔ جب لاایمرالڈا کو ایک طرح سے گھسیٹتے ہوئے پھانسی کے پھندے کے قریب لایا جا رہا تھا۔ اس نے ستونوں کے ساتھ بندھا ہوا رسہ جست لگا کر اپنے ہاتھوں میں پکڑا اور لوگوں نے دیکھا کہ جس طرح بارش کا قطرہ زمین کی طرف بڑھتا ہے اسی

طرح وہ زمین کی طرف بڑھا۔ چیتے کی سی پھرتی کے ساتھ بھاگتا ہوا وہ لاایمرالڈا کے پاس پہنچا۔ اپنے مضبوط اور چکرا دینے والے گھونسوں سے دو سپاہیوں کو زمین پر گرایا اور یوں جیسے کوئی بچہ بڑی آسانی سے اپنی گڑیا اٹھاتا ہے۔ اس پر ح ایک ہاتھ سے لاایمرالڈا کو اٹھا کر چشم زدن میں گرجے کی طرف بھاگ گیا۔ اس کا وہ بازو جس میں لاایمرالڈا تھی۔ وہ سر کے اوپر اٹھا ہوا تھا۔ اور وہ اپنی عجیب و غریب آواز میں نعرے لگا رہا تھا۔ "اسے بخشش مل گئی۔ میں اسے گرجے میں لے آیا۔ اسے جائے پناہ مل گئی۔ جائے پناہ!"

"ہاں جائے پناہ۔ جائے پناہ مل گئی۔" پانچ ہزار انسانوں نے آواز ملا کر نعرہ لگایا اور پھر دس ہزار ہاتھ تالیاں بجانے لگے۔ قاسیمیڈو کی آنکھ فخر اور مسرت سے چمکنے لگی۔ اس فوری صدمے نے لاایمرالڈا کے ہوش و حواس کو بحال کر دیا۔ اس نے آنکھیں کھول کر قاسیمیڈو کی طرف دیکھا پھر اپنے نجات دہندہ کے چہرے کے خوف سے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ جلاد' اس کے نائب' سرکاری افسر عدالتی نمائندہ ماسٹر ژاکس' سب دم بخود کھڑے تھے۔ وہ بے بس اور لاچار تھے۔ قانون کے مطابق نوٹرے ڈیم کے گرجے کے اندر کسی مجرم' کسی قیدی کو گرفتار نہ کیا جا سکتا تھا۔ اس پر انسانی سزا لاگو نہ کی جا سکتی تھی۔ نوٹرے ڈیم کا گرجا جائے امان تھی۔ اس کی دہلیز کے پار تمام انسانی قانون ختم ہو جاتے تھے۔

قاسیمیڈو گرجے کے بڑے دروازے کے اندر اپنے بڑے بڑے پیر جمائے یوں کھڑا تھا۔ جیسے وہ کوئی شجاع ہو۔ اس کا بالوں بھر بڑا سر اس کے شانوں پر یوں جھکا ہوا تھا جیسے وہ کوئی شیر ہو۔ لاایمرالڈا اس کے بھاری ہاتھوں میں یوں نظر آ رہی تھی جیسے کپڑے کا کوئی بڑا ٹکڑا ہو۔ لیکن قاسیمیڈو نے اسے اٹھا رکھا تھا۔ جیسے وہ پھول سے بھی زیادہ نازک ہو اور یوں احتیاط برت رہا تھا کہ وہ مرجھا نہ جائے۔ بکھر نہ جائے۔ کبھی کبھی وہ یوں نظر آتا جیسے وہ لاایمرالڈا کو چھوتے ہوئے ڈر رہا ہو۔ لیکن دوسرے لمحے اس کے چہرے کا تاثر بدل جاتا اور وہ یوں نظر آتا۔ جیسے وہ ابھی اس کو اپنے سینے کے ساتھ جوش سے چمٹا لے گا۔ جیسے وہ اس کی زندگی کی سب سے قیمتی چیز ہے۔ اور اس کی واحد آنکھ' محبت' ہمدردی اور دکھ سے چمک رہی تھی۔ لاایمرلڈا کا غم اس کا اپنا غم بن چکا تھا انسانوں کا ہجوم قاسیمیڈو کو ایمرالڈا کو یوں اٹھائے دیکھ کر جوش و خروش سے نعرے لگا رہا تھا۔ کوئی ہنس رہا تھا۔ قاسیمیڈو جو یتیم تھا' جو اچھوت تھا' جسے

انسانوں نے دھتکار دیا تھا۔ اب پوری شان و شوکت کے ساتھ نعرے لگا رہا تھا۔ اس کا دل فخر سے پھول رہا تھا۔ ہاں وہ اس سوسائٹی کے سامنے سینہ تان کر کھڑا تھا جس نے نہ صرف اسے دھتکار دیا تھا بلکہ اس لڑکی کے ساتھ بھی بے انصافی کی تھی وہ اس بے انصاف اور بے رحم معاشرے کے ہاتھوں سے اسے چھین کر لے آیا تھا۔ وہ تمام جلاد' منصف' سپاہی اور سرکاری عہدیدار اس کی پھرتی اور قوت کے سامنے بے بس ہو گئے تھے۔ ہاں اس انوکھے اور بدہیئت انسان نے ان سب کو شکست دے دی تھی۔ ایمرالڈا کو تو اندازہ بھی نہ ہو سکتا تھا کہ بیک وقت۔ دو چیزیں اس کی مدد کے لئے آ گئی تھیں اور یوں اس کی جان بچ گئی تھی۔ فطرت اور انسان کے دل میں ہمیشہ سے موجود۔ ہمدردی۔ جو ایک بدہیئت کبڑے کے دل میں پل رہی تھی۔ چند منٹوں تک قاسیمڈو سینہ تانے ایمرالڈا کو اپنے بازوؤں میں اٹھائے' انسانوں کے سامنے کھڑا رہا۔ پھر اسے اٹھائے وہ بھاگنے لگا۔ چند منٹوں تک وہ لوگوں کی مشتاق نظروں سے اوجھل رہا۔ پھر اچانک وہ "شہنشاہان فرانس کی گیلری" میں نمودار ہوا۔ اب بھی اس کے بازوؤں میں خوب صورت ایمرالڈا تھی اور اس نے اسے اوپر اٹھا کر نعرہ لگایا۔ "جائے امان مل گئی۔" اس کے بعد وہ پھر بندر کی طرح بھاگتا ہوا' گھنٹیوں والے مینار کے قریب پہنچا۔ اور وہاں کھڑے ہو کر اس نے بڑے فاتحانہ انداز میں لوگوں کو دیکھا۔ اب لوگ اس کے ساتھ ساتھ چیخ رہے تھے۔ "جائے امان مل گئی۔" اور یہ آوازیں آسمان تک کو چھو رہی تھیں۔

گونگی محبت

پادری فرولو نے یہ سارا منظر اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا۔ ایمرالڈا کو سمجھانے میں ناکام رہ کر وہ نوٹرے ڈیم سے نکل بھاگا تھا۔ اسے یہ مطلق خبر نہ تھی کہ اس منہ بولے بیٹے قاسیمڈو نے وہ جال ہی توڑ دیا ہے جسے اس نے مکڑی کی طرح اپنے اور ایمرالڈا کے لئے بنا تھا۔ پادری فرولو کی ذہنی حالت بڑی خراب تھی۔ اسے کچھ سجھائی نہ دے رہا تھا۔ اس کی سوچیں بے ربط تھیں۔ وحشت کے عالم میں اس نے تیز تیز چلنا شروع کیا۔ پھر بھاگ نکلا۔ گلیوں میں گھومنے

والے آوارہ بچوں نے اسے یوں بھاگتے دیکھا تو ان کے ہاتھ گویا ایک کھیل آ گیا۔ وہ بھی اس کے پیچھے آوازے لگاتے ہوئے بھاگنے لگے۔ لیکن پادری فرولو کے سر پر گویا جنون سوار تھا۔ اس لئے وہ بھاگتا چلا گیا اور شریر بچے پیچھے رہ گئے۔ نوٹرے ڈیم اور شہر کی آوازوں سے دور جا کر وہ رک گیا۔ اس کے ذہن پر ایمرالڈا سوار تھی۔ اس کے دل سے ہوک اٹھ رہی تھی۔ آہ وفغاں کا طوفان تھا جو اس کے سینے میں پھٹ رہا تھا۔ اس وقت اس کے احساسات اتنے عجیب اور پراگندہ ہو چکے تھے کہ اسے خدا کا وجود بھی بے معنی اور بے کار نظر آنے لگا۔ وہ خدا کا تصور کر کے بڑی زہریلی ہنسی ہنسنے لگا۔ محبت.... ہاں محبت۔ وہ سوچنے لگا۔ اگر کسی پادری کے دل میں پیدا ہو جائے تو وہ بھوت بن جاتا ہے۔ آسیب' اس کا اپنا وجود ختم ہو جاتا ہے۔ ایک بار پھر اس نے اونچا اور زہر آلود قہقہہ لگایا کیونکہ اسے یہ یاد آ گیا تھا کہ فوبیس ابھی زندہ ہے فرولو نیم پاگل سا ہو رہا تھا۔ اس کے حلق سے بار بار قہقہوں کی آواز نکلتی۔ اس نے فوبیس سے نفرت کی تھی۔ اس نے فوبیس کو ہلاک کرنا چاہا تھا۔ لیکن وہ زندہ تھا اور ایمرالڈا جسے بچانے کے لئے اس نے اپنے رتبے اور وقار کو بھی داؤ پر لگانے سے گریز نہ کیا تھا۔ وہ نہ بچ سکی تھی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے ان گنت اور نامعلوم انسانوں کے چہرے آ گئے یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اس کے خیال میں اس کی محبوبہ ایمرالڈا کو نیم عریانی کے عالم میں پھانسی چڑھتے دیکھا تھا خوفناک اور زہریلے قہقہے لگاتے ہوئے پادری فرولو کی آنکھوں میں یک دم آنسو آ گئے اور پھر وہ ڈھاریں مار مار کر رونے لگا۔ ایمرالڈا کی محبت نے اس کے دل کو عجیب طرح کا انداز بخش دیا تھا۔ اپنے تمام تر علم و فضل کے باوجود وہ محبت کے اسرار و رموز کو نہ سمجھ سکا تھا۔ بار بار اس کی آنکھوں کے سامنے پھانسی کے چبوترے پر کھڑی' رسوں میں بندھی ایمرالڈا کا خوب صورت سراپا گھوم جاتا۔ اور وہ رونے لگتا۔ غنڈوں' شہدوں' گداگروں' جیب تراشوں اور غریب انسانوں کی ہوس بھری آنکھوں نے اس کی محبوبہ کو دیکھا تھا۔ پادری فرولو پر عجیب وحشت سوار ہو گئی۔ وہ شام گئے تک کھیتوں میں ادھر ادھر بھاگتا رہا۔ اس کی نہ تو کوئی منزل تھی نہ سمت اس وقت وہ گویا فطرت' اپنی ذات' خدا اور بنی نوع انسان سے بھاگ رہا تھا۔ کبھی کبھار وہ اپنا سر زمین پر دے مارتا اور اس کے ہاتھ گندم کی بالیوں کو مسلنے لگتے۔ شام کی تاریکیاں پھیلیں تو اس کی وحشت کم ہوئی اور اسے محسوس ہونے لگا کہ وہ

تو نیم پاگل ہو چکا تھا۔ تاریکی گہری ہوتی چلی گئی۔ وہ شہر کی طرف چلدیا اس نے ارادہ کر لیا تھا کہ وہ شہر میں اس وقت پہنچے گا جب تاریکی بڑھ چکی ہوگی۔ بے خیالی میں وہ چلتا گیا۔ پھر اس نے چونک کر ایک عجیب منظر دیکھا۔ اس کی آنکھیں پلٹنے لگیں۔ ایک خوب صورت سرخ بالوں والی لڑکوں کو اپنی باہوں میں سمیٹے ایک نوجوان چوم رہا تھا۔ دونوں ایک بوسیدہ سے مکان کے دروازے کے نیم اندر نیم باہر کھڑے تھے۔ ایک جھڑوس بوڑھی عورت ہاتھ میں لالٹین لئے کھڑی تھی۔ چند منٹوں تک وہ ان تینوں کو گھورتا رہا۔ نوجوان اس کا بھائی جیہان تھا اور بوڑھی جھڑوس۔ فالورڈیل تھی اس سے پہلے کہ اس کا بھائی اسے دیکھ لیتا۔ وہ منہ کے بل سڑک پر لیٹ گیا۔ جیہان جو پہلے ہی لیٹے ہوئے تھا۔ وہ اپنے بھائی پادری فرولو کو نہ پہچان سکا اور قہقہہ لگا کر لڑکی کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ "یہ شخص نشے میں دھت گرا پڑا ہے۔ خوش قسمت ہے کہ اسے پوری شراب مل گئی۔ ہماری شراب کی بوتل تو کب کی ختم ہو چکی۔"

جب جیہان اس بازاری لڑکی کو بازوؤں میں فالورڈیل کے قحبہ خانہ کے اندر داخل ہو گیا تو پادری فرولو زمین سے اٹھ کر بھاگ کھڑا ہوا۔ جب وہ نوٹرے ڈیم کی گرانڈیل عمارت کے سامنے والے چوک میں پہنچا تو پادری فرولو نے اپنے آپ سے کہا۔ "کیا واقعی آج۔ ہاں آج اسے یہاں پھانسی دی گئی ہے؟" اس نے آسمان کی طرف دیکھا۔ دوسری یا تیسری کا چاند چمک رہا تھا۔ فرولو گرجے کے اندر داخل ہو کر بھاگنے لگا۔ پھر یک دم اس کی رفتار سست پڑ گئی اور وہ اپنے کمرے کی طرف جانے والی سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ جب وہ اوپر پہنچا تو ٹھنڈی ہوا نے اس کے چہرے کو چھوا۔ رات سرد تھی۔ آدھی رات کا وقت ہو چکا تھا۔ اسے پھر ایمرالڈا کی یاد آئی اور اس نے اپنے آپ سے کہا۔ "اب تک اس کا جسم ٹھٹھر گیا ہوگا۔" لیکن عین اسی وقت جب اس کا ہاتھ میں پکڑی ہوئی لالٹین کا شعلہ ہوا نے بجھا دیا تو اس نے ایک عورت کا سایہ دیکھا۔ عورت کے قریب ایک بکری بھی کھڑی تھی۔ پادری فرولو نے اپنی قوت مجتمع کرتے ہوئے اس سائے کی طرف دیکھا۔ وہ وہی تھی۔ ہاں وہی ایمرالڈا۔ اس کا چہرہ زرد اور اداس تھا۔ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ لیکن اب وہ رسوں سے آزاد تھی۔ وہ آزاد تھی۔ وہ مر چکی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھ رہی تھی۔ اس کی آنکھیں آسمان پر گڑی ہوئی تھیں۔ وہ مافوق الفطرت بکری اس کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔ پادری فرولو کو

یوں محسوس ہوا جیسے وہ پتھر کا بنا ہوا ہے۔ اس نے بھاگنے کی کوشش کی مگر اس کے قدم گڑ چکے تھے۔ وہ اسے ایمرالڈا کا بھوت سمجھ رہا تھا۔ اس کا خون اس کی رگوں میں جمنے لگا تھا۔ ایمرالڈا اسے دیکھے بغیر اس کے قریب سے گزر گئی۔ ایک حیرت ناک بات یہ ہوئی کہ پادری فرولو نے ایمرالڈا کے سانسوں کی آواز سن لی۔ جب ایمرالڈا اس کی نظروں سے اوجھل ہو گئی تو پادری فرولو نے اپنے سر کو زور سے جھٹک کر اپنے آپ سے کہا۔ "یہ میرا واہمہ تھا!"

☆

عہد وسطی کے اپنے قانون تھے۔ بعض گرجوں کو یہ خصوصیت حاصل تھی کہ ان گرجوں میں جو بھی شخص پناہ لیتا۔ اس کی جان بخشی کردی جاتی تھی۔ خواہ اس سے کتنا بڑا جرم ہی کیوں نہ سرزد ہوا ہوا۔ مجرم جوں ہی گرجے یا جائے امان کی دہلیز کے اندر پاؤں دھرتا اس کی حفاظت اور زندگی کی ضمانت دے دی جاتی۔ لیکن اگر کبھی بھولے سے بھی وہ اس جائے امان سے باہر نکل آتا تو پھر اس کو اس کی سزا سے کوئی نہ بچا سکتا تھا۔ فرانس کے شہنشاہ لوئی یازدہم نے ۱۴۶۷ء میں نوٹرے ڈیم کو جائے امان کا رتبہ دیا تھا اور تب سے اسے یہی درجہ حاصل تھا۔ برسوں کے بعد کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ کسی جائے امان میں پناہ پانے والے مجرم کے بارے میں پارلیمنٹ کو اعتراض ہوتا' تو پھر پارلیمنٹ اپنے خصوصی اختیارات سے کام لے کر اس مجرم کو پناہ گاہ سے بھی پکڑ لیا جاتا۔ لیکن ایسا بہت کم ہوتا تھا۔ کیونکہ پارلیمنٹ کے ارکان ہمیشہ پادریوں سے خائف رہتے تھے۔ جن گرجوں کو مجرموں کے لئے پناہ قرار دیا گیا تھا۔ ان گرجوں میں ان کے لئے کمرے بھی مخصوص کردیئے جاتے تھے۔ تاکہ وہ اپنی ساری زندگی وہاں گزار سکیں۔ ایسا ہی ایک کمرہ نوٹرے ڈیم میں بھی تھا۔ جہاں۔ قاسیموڈو لا ایمرالڈا کو لے آیا تھا۔ جب تک قاسیموڈو اسے اٹھائے بھاگتا رہا۔ وہ بے ہوش رہی تھی۔ ایک بار اس کی آنکھ کھلی تو وہ قاسیموڈو کے چہرے کو دیکھ کر پھر بے ہوش ہو گئی۔ بے حوش ہوتے وقت اس نے قاسیموڈو کے اکھڑ قہقہے سنے تھے اور یہ سوچا تھا کہ وہ مر چکی ہے۔ ہر چیز ختم ہو چکی ہے۔ لیکن جس وقت قاسیموڈو اپنے بھاری ہاتھوں سے اسے رسوں سے آزاد کر رہا تھا تو اسے ہوش آیا اور اسے پہلی بار محسوس ہوا کہ وہ زندہ ہے۔ اور یہ بھی یاد آیا کہ کسی نے اسے موت کے منہ سے چھین لیا تھا۔ اور فوبیس بھی زندہ ہے۔ اس وقت اس نے آنکھیں اوپر اٹھا کر

اس عجیب الخلقت' کریہہ المنظر' کبڑے کی طرف دیکھا اور پوچھا۔ "تم نے میری جان کیوں بچائی؟" قاسیمڈو اپنے بہرے پن کی وجہ سے اس کا جملہ نہ سن سکا۔ وہ اسے دیکھتا رہ گیا۔ ایمرالڈا نے اپنی بات پھر دہرائی۔ اچانک قاسیمڈو کے عجیب و غریب چہرے پر اداسی چھا گئی۔ اور وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔ ایمرالڈا حیران رہ گئی۔ چند منٹوں کے بعد وہ پھر واپس آیا۔ اس کے ہاتھوں میں ایک پوٹلی تھی۔ جسے اس نے ایمرالڈا کے قدموں پر رکھ دیا۔ اس پوٹلی میں کپڑے دیکھ کر ایمرالڈا کو پہلی بار احساس ہوا کہ وہ تقریباً ننگی ہے۔ اس کا چہرہ شرم سے سرخ ہو گیا۔ قاسیمڈو اس کے چہرے کے تاثر کو بھانپ گیا۔ اس نے بڑی معصومیت سے اپنی آنکھوں کے سامنے ہاتھ رکھا اور پھر کمرے سے باہر چلا گیا۔ ایمرالڈا نے جلدی جلدی لباس پہنا۔ وہ لباس پہننے سے فارغ ہوئی تھی کہ قاسیمڈو پھر کمرے میں داخل ہوا۔ اس وقت اس کے ہاتھ میں ایک ٹوکری تھی اور دوسرے میں گدا۔ ٹوکری میں روٹی' شراب اور دوسری کھانے پینے کی چیزیں تھیں۔ وہ اس کے قریب بیٹھ کر بولا۔ "کھاؤ" پھر اس نے گدا بچھا کر کہا۔ "سونے کے لئے۔" اس وقت وہ اس کے لئے اپنا کھانا اور اپنا گدا اٹھا لایا تھا۔ ایمرالڈا نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔ وہ اس کا شکریہ ادا کرنا چاہتی تھی۔ لیکن اس کی زبان سے ایک لفظ نہ نکل سکا۔ قاسیمڈو سے اسے خوف آ رہا تھا اس کی بدصورتی سے وہ کراہت محسوس کر رہی تھی۔ سہمی ہوئی ایمرالڈا نے اپنی آنکھیں جھکا لیں۔ قاسیمڈو بھانپ گیا تھا اس نے کہنا شروع کیا۔

"کیا تم مجھ سے خوفزدہ ہو گئی ہو؟ واقعی میں بڑا بدصورت ہوں۔ میری طرف دیکھو۔ بس میری بات سن لو۔ دن کے وقت اس کمرے میں ٹھہرو۔ رات کو گرجے میں جہاں جی چاہے گھومو پھرو۔ لیکن دن ہو یا رات گرجے سے قدم باہر نہ نکالنا۔ وہ تمہیں ہلاک کر دیں گے اور میں مر جاؤں گا۔"

ایمرالڈا بے حد متاثر ہوئی۔ اس کا شکریہ ادا کرنے کے لئے اس نے آنکھیں اوپر اٹھائیں تو وہ جا چکا تھا۔ اب وہ پھر اکیلی تھی۔ وہ ان الفاظ کے بارے میں سوچنے لگی جو اس درندہ نما انسان نے کہے تھے۔ اس کی آواز کتنی درشت تھی لیکن الفاظ میں بے پناہ نرمی تھی۔ ایمرالڈا کو اپنی تنہائی کا احساس اب کچھ زیادہ ہی ستانے لگا۔ اس کی بکری جالی شاید اس کی

تنہائی کو بھانپ گئی تھی۔ اس لئے وہ اس کے قریب آکر کھڑی ہو گئی۔ ایمرالڈا کو بکری کی یہ ادا بڑی پسند آئی۔ اوہ جالی۔ میری سہیلی میں تمہیں بھول گئی تھی۔ لیکن تمہیں میرا کتنا خیال ہے۔ پھر بے اختیار ہو کر ایمرالڈا کمرے سے باہر نکل آئی۔ چاروں طرف چاندنی بکھری ہوئی تھی۔ اس کی آنکھیں آنسو برسانے لگیں۔

دوسری صبح جب وہ بیدار ہوئی تو اسے خود تعجب ہوا کہ وہ پچھلی رات سوئی تھی۔ پچھلے کتنے ہی دنوں سے وہ رات کو سو نہ سکی تھی۔ کھڑکی کے راستے سے سورج کی کرنیں اندر آکر اس کے چہرے کو چھو رہی تھیں۔ کھڑکی میں سے قاسیمڈو کا خوفناک چہرہ نظر آیا۔ تو اس نے اپنی آنکھیں بند کرلیں۔ پھر اس نے اس کی کھردری آواز سنی جس میں بے انتہا مٹھاس گھلی ہوئی تھی۔ "مجھ سے مت ڈرو۔ میں تمہارا دوست ہوں۔ میں تو یہ دیکھنے آیا تھا کہ تم سو رہی ہو۔ اچھا میں تبھی آیا کروں گا جب تمہاری آنکھیں بند ہوا کریں گی۔ لو میں دیوار کے پیچھے چلا گیا ہوں اب تم اپنی آنکھیں کھول لو۔" اس کی اواز کھردری تھی لیکن لہجہ بے حد مہربان۔ ایمرالڈا متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔ اس نے اپنی آنکھیں کھولیں تو وہ غائب تھا۔ وہ باہر نکلی اس نے دیکھا کہ خدا کی وہ بدقسمت مخلوق ایک کونے میں سر جھکائے اداس کھڑی تھی۔ ایمرالڈا نے اسے کہا۔ "ادھر آؤ" قاسیمڈو نے ایمرالڈا کے ہونٹوں کی جنبش سے یہ سمجھا جیسے وہ اسے یہ کہہ رہی ہو یہاں سے چلے جاؤ۔ وہ اداس سر جھکائے بوجھل قدموں سے اٹھ کر چلنے لگا۔ ایمرالڈا نے چیخ کر کہا "واپس آؤ" لیکن وہ چلتا رہا ایمرالڈا بھاگ کر اس کے قریب گئی۔ اور اس کا بازو تھام لیا۔ ایمرالڈا کے لمس سے قاسیمڈو کا جسم کانپنے لگا اور جب اس نے دیکھا کہ وہ اسے روک رہی ہے تو ایک لمحے میں اس کا چہرہ مسرت اور لطافت سے چمکنے لگا۔ پھر بھی اس نے کہا۔ "نہیں نہیں۔ الو کبھی فاختہ کے گھونسلے میں قدم نہیں دھرتا۔" چند لمحوں تک دونوں خاموش رہے۔ وہ اس کے بے پناہ حسن کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اور ایمرالڈا اس کے بے مثال بدصورتی کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ کبڑا۔ ایک آنکھ والا۔ ٹوٹے ہوئے دانت مسخ چہرہ اتنا بدصورت خوفناک انسان اس نے کبھی خواب میں بھی نہ دیکھا تھا۔ قاسیمڈو نے خاموشی کا طلسم توڑتے ہوئے کہا۔ "کیا تم کہہ رہی تھیں کہ میں واپس آجاؤں؟" ایمرالڈا نے سرہلا کر کہا۔ "ہاں" وہ صرف اس کے سر کی جنبش کا مطلب سمجھ

سکا۔ "مجھے افسوس ہے۔ میں نہ سمجھ سکا۔ تم نہیں جانتیں میں بہرہ ہوں۔" ایمرالڈا واقعی سچے دکھ کے ساتھ چیخ اٹھی۔ "آہ بے چارہ" قاسمیڈو اداس چہرے کے ساتھ مسکرایا۔ "تم یہی سوچ رہی تھیں ناکہ قدرت نے مجھے کتنی محرومیاں دی ہیں۔ ہاں میں بہرہ ہوں۔ مجھے اسی طرح سے بنایا گیا ہے۔ کتنی دہشت ناک بات ہے لیکن میں کیا کروں۔ میرا قصور؟ تم کتنی خوب صورت ہو؟" قاسمیڈو کی آواز میں ایک ایسا دکھ پنہاں تھا۔ جس نے ایمرالڈا کی روح کو چھولیا۔ لیکن ایمرالڈا کے رد عمل کو جانے بوجھے بغیر قاسمیڈو کہتا چلا گیا۔ "آج سے پہلے مجھے کبھی محسوس نہیں ہوا تھا کہ میں کتنا بد صورت ہوں۔ میں جب تمہیں دیکھتا ہوں تو مجھے اپنے اوپر افسوس ہونے لگتا ہے۔

کتنا مصیبت زدہ درندہ ہوں میں۔ تم تو سوچتی ہوگی کہ میں جانور ہوں۔ لیکن تم سورج کی کرن ہو۔ شبنم کا قطرہ ہو۔ پرندے کا نغمہ ہو۔ اور میں۔ میں کیا کہوں؟ تم مجھے بتاؤ۔ نہ میں انسان ہوں نہ جانور۔ کوئی سخت سی چیز۔ کیا تم مجھے پتھر سمجھتی ہو؟" اس نے ایک قہقہہ لگایا۔ "ہاں میں بہرہ ہوں۔ ہاں ہاں۔ میں بہرہ ہوں۔" اس نے پھر قہقہہ لگایا۔ "ہاں ہاں ہاں۔ میں بھی خدا کی مخلوق ہوں! تم مجھ سے اشاروں کنایوں میں بات کر سکتی ہو۔ میرا ایک آقا ہے جس نے مجھے اشاروں کنایوں میں گفتگو سمجھانا سکھا دیا ہے اور ہاں میں تمہارے ہونٹوں کی جنبش اور چہرے کے تاثرات سے بھانپ لیا کروں گا کہ تم مجھے کیا کہہ رہی ہو۔" ایمرالڈا کے خوب صورت چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے پوچھا۔ "اچھا تو پھر یہ بتاؤ کہ تم نے میری جان کیوں بچائی تھی؟" جب وہ بول رہی تھی تو قاسمیڈو اسے بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔ "تم نے یہی پوچھا نا کہ میں نے تمہاری جان کیوں بچائی تھی؟ کیا تم اس بد قسمت انسان کو بھول گئی ہو جس نے ایک رات تمہیں کسی کے اشارے پر اغواء کرنے کی کوشش کی تھی۔ اور پھر دوسرے دن جب میں پانی کی ایک بوند کے لئے ترس رہا تھا۔ وہ تم ہی تو تھیں جس نے مجھ پر رحم کھایا اور مجھ کو پانی پلایا تھا۔ اس دن جو کچھ تم نے میرے لئے کیا تھا اس کا بدلہ میں ساری عمر نہیں چکا سکتا۔" ایمرالڈا جذباتی ہو کر اس کی گفتگو سن رہی تھی وہ دیکھ رہی تھی کہ قاسمیڈو کی آنکھ میں ایک آنسو آگیا ہے لیکن وہ مردانہ شجاعت کو برقرار رکھنے کے لئے اس آنسو کو رخسار پر آنے سے روکنے کے لئے پوری کوشش کر رہا ہے اور پھر وہ اس کی آنکھوں کے

سامنے آنسو پینے میں کامیاب ہو گیا۔ "سنو" وہ کہہ رہا تھا۔ "یہاں بڑے اونچے مینار ہیں۔ کوئی بھی آدمی جو مینار کی چوٹی سے گر پڑے وہ زمین پر پہنچنے سے پہلے ہی مرجاتا ہے اور اگر تم کبھی یہ چاہو کہ میں مینار سے کود جاؤں تو ایک لفظ کہنے کی ضرورت نہیں۔ تمہارا اشارہ ہی کافی ہو گا۔" یہ کہہ کر قاسیمڈو اٹھ کھڑا ہوا۔ اپنی تمام تر بدبختی کے باوجود ایمرالڈا اس انوکھے انسان کے لئے رحم اور ہمدردی کے جذبات پیدا کر چکی تھی اس نے اسے رکنے کا شارہ کیا۔ لیکن قاسیمڈو بولا "نہیں۔ میں یہاں نہیں ٹھہروں گا جب تم میری طرف دیکھتی ہو تو میں بے چین ہو جاتا ہوں۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ یہ صرف تمہارا جذبہ رحم ہے کہ تم میرے چہرے کی طرف اپنی آنکھیں پھیر لیتی ہو۔ ورنہ تمہیں مجھ سے خوف سا آتا ہے میں ایک ایسی جگہ کی طرف جا رہا ہوں جہاں سے میں تمہیں دیکھ رہا ہوں گا۔ تم مجھے نہ دیکھ سکو گی۔" یہ کہہ کر قاسیمڈو نے اپنی جیب سے تانبے کی بنی ہوئی سیٹی نکالی اور بولا۔ "اسے رکھ لو جب بھی تمہیں میری ضرورت پڑے یہ سیٹی بجا دینا اس کی آواز سنتے ہی میں تمہارے پاس آجاؤں گا۔ گھنٹیوں اور سیٹیوں کی آواز یہ بہرہ سن سکتا ہے۔" سیٹی اس کے قدموں میں رکھ کر وہ باہر نکل گیا۔

دن گزرتے چلے گئے۔ ایمرالڈا کا دکھ گھٹتا چلا گیا اسے جو تحفظ نوٹرے ڈیم میں حاصل ہوا تھا اس نے اس کی امیدوں کو بیدار کر دیا۔ وہ معاشرے سے باہر تھی۔ انسانی ہماہمی سے دور تھی لیکن پھر بھی یہ مبہم سی امید اس کے دل میں موجود تھی کہ وہ ایک نہ ایک دن انسانی معاشرے سے جا ملے گی۔ اس کی حالت اس مردہ عورت کی سی تھی جو قبر میں اپنے ساتھ تابوت کی چابی لے جاتی ہے۔ اس کے ذہن پر جلادوں سرکاری حکام کا جو خوف سوار تھا وہ آہستہ آہستہ کم ہوتا چلا گیا۔ اور یقین کہ فوبیس زندہ ہے' اس نے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ اسے نئی نئی امیدوں کے ذریعے توانائی بخشا رہتا تھا اس کے دل میں ہر چیز تباہ ہو چکی تھی۔ لیکن فوبیس کی محبت اس کی روح میں اسی طرح جاگزیں تھی۔ محبت وہ درخت ہے جو خودرو ہوتا ہے جس کی جڑیں دل میں خود بخود گہری اترتی چلی جاتی ہیں۔ عورت ہونے کے ناطے سے وہ جب بھی فوبیس کا تصور کرتی اس کے اندر جلن پیدا ہوتی۔ کیونکہ اس نے فوبیس کو آخری بار ایک لڑکی کے ساتھ کھڑے دیکھا تھا۔ وہ حیلے بہانوں سے اپنے دل کو سمجھاتی کہ

فوبیس اب بھی اس کا ہے۔ اس سے محبت کرتا ہے اور یوں دن گزرتے گئے۔ ہر روز نیا طلوع ہونے والا سورج اسے آزادی کا احساس دلاتا اس کے چہرے کی پیلاہٹ دور ہوتی چلی گئی۔ اس کے باطنی زخم مندمل ہوتے گئے اور وہ ایک بار پھر اپنے حسن کے عروج پر پہنچ گئی۔ وہ پھر ناک سکوڑنے لگی۔ وہ پھر گیت گانے لگی وہ پھر بننے سنورنے لگی۔ جب وہ فوبیس کے بارے میں نہ سوچ رہی ہوتی تو قاسیمڈو کے بارے میں سوچتی جو اس کے اور بنی نوع انسان کے درمیان واحد رابطے کی حیثیت رکھتا تھا وہ اس کی احسان مند تھی۔ لیکن اس کی بدصورتی کو دیکھ کر خوفزدہ ہو جاتی تھی وہ پوری کوشش کرتی کہ وہ جب اس کے سامنے آئے تو وہ اپنی آنکھیں بند نہ کرے وہ جب بھی سیٹی بجاتی وہ بھاگا چلا آتا۔ ایک بار جب ایمرالڈا نے اسے بلایا تو وہ اپنی بکری جالی کو سہلا رہی تھی۔ ایک لمحے تک قاسیمڈو کھڑا سوچتا رہا پھر وہ بولا۔ ''میری بدقسمتی کہ میں نہ انسان ہوں نہ جانور۔ کاش میں بھی اس بکری کی طرح ہوتا۔'' ایک بار جب وہ اس کی کوٹھڑی میں آیا تو ایمرالڈا ایک ہسپانوی گیت گا رہی تھی جو اس نے بچپن میں سیکھا تھا۔ لیکن اس کے معنوں سے اب تک بے خبر تھی۔ ایمرالڈا کی آواز کے سحر اور شیرینی کے طلسم میں بندھا ہوا قاسیمڈو کھنچا کھنچا چلا آیا۔ ایمرالڈا اسے دیکھ کر چپ ہو گئی۔ وہ بولا۔ ''گاتی جاؤ اور مجھے یہاں سے چلے جانے کے لئے نہ کہنا۔ میں تمہارا گیت سننا چاہتا ہوں اگرچہ سارے الفاظ میرے کانوں تک نہیں پہنچتے۔'' اپنے آپ پر جبر کرکے ایمرالڈا گاتی رہی اور وہ کھڑا رہا۔ ایک بار جب وہ اس کے پاس آیا تو اس نے کہا۔ ''میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں'' پھر وہ چپ ہو گیا۔ ایمرالڈا انتظار کرتی رہی کہ وہ کچھ بولے گا۔ لیکن وہ چپ رہا۔ پھر لمبے وقفے کے بعد قاسیمڈو نے کہا۔ ''کیا واقعی میری طرح خدا نے تمہیں بھی پتھر کا بنایا ہے۔'' وہ کچھ نہ سمجھ سکی۔ پھر ایک دن جب وہ چھت پر کھڑی چوراہے کی طرف دیکھ رہی تھی اور قاسیمڈو اس کے پاس کھڑا تھا۔ فوبیس کو چوراہے پر سے گزرتے ہوئے دیکھ کر قاسیمڈو کو یوں محسوس ہوا جیسے کوئی سمندر میں گرا ہوا دور سے آتے ہوئے جہاز کو دیکھ کر ہاتھ ہلاتا ہے۔ قاسیمڈو نے چوراہے کی طرف دیکھا اسے سوائے ایک باوردی گھڑسوار کپتان کے کچھ نہ دکھائی دیا۔ اور پھر وہ سب کچھ سمجھ گیا ... ے ڈیم کے بدبخت گھنٹیاں بجانے والے کبڑے نے آہ بھری۔ ادھر ایمرالڈا کہہ رہی تھی ''اوہ میرے ... خدا۔ وہ میری طرف کیوں نہیں دیکھ

رہا۔ اوہ میرا فوبیس۔ وہ اسی لڑکی کے گھر کی طرف جا رہا ہے جس کے ساتھ میں نے اسے آخری بار دیکھا تھا۔" قاسیمڈو کو اس کے الفاظ سنائی نہ دے رہے تھے لیکن وہ اندازے سے سب کچھ بھانپ گیا تھا۔ اس کی آنکھیں آنسوؤں سے چھلک اٹھی تھیں۔ اس نے بڑی نرمی سے ایمرالڈا کی آستین پکڑتے ہوئے پوچھا۔ "کیا میں اسے بلا کر تمہارے پاس لے آؤں؟" ایمرالڈا خوشی سے چیخ اٹھی "ہاں ہاں۔ جاؤ اور اسے جا کر بلا لاؤ۔ بھاگو جلدی کرو۔ وہ کیپٹن اسے لے آؤ۔ اگر تم اسے لے آؤ تو میں تم سے محبت کرنے لگوں گی۔" وہ اس کے گھٹنوں کو تھام کر بیٹھ گئی۔ قاسیمڈو نے جلدی سے اپنے آپ کو چھڑایا اور اداسی سے سرہلاتے ہوئے کہا۔ "میں اسے بلا لاتا ہوں۔" پھر وہ تیزی سے سیڑھیوں کی طرف بھاگا۔ وہ سسکیاں بھر رہا تھا۔

جب قاسیمڈو چوراہے میں فلیورڈی لیز کے عالیشان گھر کے پاس پہنچا تو فوبیس اندر جا چکا تھا اور اس کا شاندار گھوڑا باہر بندھا ہوا تھا۔ قاسیمڈو نے نوٹرے ڈیم کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا۔ ایمرالڈا اب بھی مینار کے اوپر کھڑی تھی۔ قاسیمڈو نے اس کی طرف دیکھ کر اداسی سے سرہلایا۔ پھر ایک ستون کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو گیا کہ جب تک فوبیس باہر نہیں آتا۔ وہ اس کا انتظار کرے گا۔ قاسیمڈو کو اندازہ ہو چکا تھا کہ اس عمارت کے اندر کوئی شاندار تقریب برپا ہے۔ جیسے شادی کا ہنگامہ ہو۔ لوگ آ رہے تھے، جا رہے تھے۔ رات گہری اور تاریک ہوتی چلی گئی حتیٰ کہ بلندیوں پر کھڑی ایمرالڈا بھی تاریکیوں میں گھل مل گئی تھی۔ ایک سیاہ دھبہ سا تھا جو نظر آ رہا تھا۔ قاسیمڈو ستون کی ساتھ کھڑا رہا۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ عمارت کے اندر روشنیاں جگمگا رہی ہیں۔ چونکہ وہ بہرہ تھا۔ اس لئے وہ عمارت کے اندر سے باہر تک پہنچنے والے قہقہوں کو نہ سن رہا تھا۔ رات بھیگتی گہری تاریک ہوتی چلی گئی۔ پیرس کے شہری کب کے سو چکے تھے لیکن قاسیمڈو اسی طرح وہاں کھڑا رہا۔ انتظار جو ختم ہی نہ ہو رہا تھا۔ ایک بجے رات کو جب اس گھر سے مہمان رخصت ہونے لگے تو قاسیمڈو بڑے غور سے ہر شخص کو دیکھنے لگا لیکن ان میں کیپٹن فوبیس نہ تھا۔ ایک بار اچانک اس کی نظر عمارت کی بالکنی پر پڑی تو اس نے دیکھا کہ وہاں ایک جوڑا کھڑا ہے۔ قاسیمڈو پہلی ہی نظر میں پہچان گیا کہ مرد کیپٹن فوبیس ہے اس نے دیکھا کہ نوجوان نے خوب صورت لڑکی کی کمر میں ہاتھ ڈال رکھا

ہے۔ اور وہ اسے بوسہ دے رہا ہے۔ اس منظر سے اس کے اندر ایک ہی وقت میں اداسی اور تلخی پیدا ہو گئی۔ وہ بدصورت اور بدہیئت تھا۔ لیکن فطرت اس کے اندر موجود تھی۔ اس کے اندر وہ جذبات موجود تھے۔ جو انسان کی رگوں میں دوڑنے والے خون کو تیز تر کر دیتے ہیں۔ پھر اچانک قاسیمڈو کو خیال آیا کہ یہ بھی اچھا ہی ہوا کہ اس نے یہ منظر دیکھا ہے اگر ایمرالڈا دیکھ لیتی تو اسے بڑا دکھ ہوتا۔ وہ ایسے ہی خیالوں میں گم تھا کہ اس نے خوب صورت اور شاندار گھوڑے پر کیپٹن فوبیس کو سوار ہوتے دیکھا۔ قاسیمڈو اس کے پیچھے لپکا۔ جب تک فوبیس گھوڑے پر سوار چوک کے کونے تک پہنچ چکا تھا۔ قاسیمڈو نے اسے آواز دی۔ فوبیس نے اسے مڑ کر دیکھا اور اپنے آپ سے کہنے لگا۔ "یہ شیطان مجھ سے کیا چاہتا ہے؟" قاسیمڈو نے آگے بڑھ کر اس کے گھوڑے کی لگام پکڑتے ہوتے ہوئے کہا۔ "کیپٹن میرے ساتھ چلو' کوئی تمہارا انتظار کر رہا ہے۔ تم سے گفتگو کرنا چاہتا ہے۔" کیپٹن فوبیس نے اسے اپنے آپ سے کہا۔ "اوہ میرے خدا' اسے میں نے کہیں نہ کہیں ضرور دیکھا ہے" پھر قاسیمڈو سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔ "چھوڑ دو گھوڑے کو" بہرے قاسیمڈو کو اس کا کوئی لفظ سنائی نہ دیا۔ اس نے اپنی سوجھ بوجھ سے اندازہ لگا کر کہا "کیپٹن 'کیا تم یہ پوچھ رہے ہو کہ کون انتظار کر رہا ہے۔" فوبیس نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔ "میں یہ کہہ رہا ہوں کہ گھوڑے کی لگام چھوڑ دو۔" قاسیمڈو اب بھی کچھ نہ سمجھ سکا اس نے کہا۔ "کیپٹن ایک عورت جو تم سے محبت کرتی ہے تمہارا انتظار کر رہی ہے۔" فوبیس کو قدرے غصہ آ گیا۔ "کیا عجیب آدمی ہے۔ کیا اب میں ہر اس عورت سے ملتا رہوں۔ جو میری طلب گار ہے۔ خدا جانے کتنی عورتیں مجھ پر مرتی ہیں۔ میں ہوں کہ ہر قیمت پر فلیورڈی لیز سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ اور یہ لوگ میرے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑے ہیں۔" قاسیمڈو نے وضاحت کرنا ضروری سمجھا اور بولا۔ "کیپٹن۔ وہ جپسی لڑکی ہے۔ فوبیس کے خیال میں جپسی لڑکی ایمرالڈا مر چکی تھی۔ کیونکہ اس نے ایمرالڈا کو پھانسی کے تختے کی طرف بڑھتے دیکھا تھا۔ بعد میں وہ فلیورڈی لیز کی وجہ سے بالکنی سے اندر آ گیا تھا۔ "کیا تم دوسری دنیا سے آئے ہو۔" اس نے چیخ کر کہا۔ "وہ مر چکی ہے۔" قاسیمڈو اب بھی کچھ نہ سمجھ سکا۔ کیپٹن فوبیس نے گھوڑے کو مہمیز دکھائی۔ گھوڑے کی رفتار میں تیزی پیدا ہوئی۔ اب قاسیمڈو سمجھ گیا کہ کیپٹن ایمرالڈا سے ملنا نہیں چاہتا۔ چند منٹوں میں

فوبیس اپنا گھوڑا بھگا کر اس کی نظروں سے اوجھل ہوگیا جب قاسیمڈو نوٹرے ڈیم کے اندر ایمرالڈا کے پاس پہنچا تو وہ اسے دیکھ کر چونک گئی۔ "اکیلے آئے ہو؟" قاسیمڈو سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ اگر وہ سچ بولتا تو یقیناً ایمرالڈا کو دکھ پہنچتا۔ اس نے کہا "وہ مجھے نہیں ملا۔" ایمرالڈا بھنا اٹھی "تمہیں چاہئے تھا کہ تم ساری رات اس کا انتظار کرتے چلے جاؤ یہاں سے 'میں.....' قاسیمڈو وہاں سے سر جھکائے چل دیا۔ ایمرالڈا کو احساس بھی نہ ہوسکا کہ قاسیمڈو اس کے دکھ کو کس شدت سے محسوس کر رہا ہے۔

اس واقعہ کے بعد ایمرالڈا نے قاسیمڈو کو بلانا چھوڑ دیا۔ قاسیمڈو نے دیکھا کہ وہ کبھی کبھی نوٹرے ڈیم کے مینار پر کھڑی چوک کی طرف دیکھتی رہتی ہے۔ قاسیمڈو اس کے سامنے نہ جاتا۔ کیونکہ وہ سمجھتا تھا کہ میری موجودگی سے وہ سہم جاتی ہے۔ لیکن وہ ایمرالڈا کی دلجوئی' آسائش آرام کے سامان چپکے چپکے کرتا رہتا۔ خود ایمرالڈا بھی محسوس کرتی کہ جب وہ سو رہی ہوتی ہے تو قاسیمڈو چوری چھپے آکر اس کی ضرورت کی تمام چیزیں وہاں رکھ جاتا ہے۔ ایک صبح جب وہ بیدار ہوئی تو اس نے دیکھا کہ کھڑکی کی سل پر ایک پنجرہ رکھا ہوا ہے جس میں پرندے چہچہا رہے ہیں۔ ایمرالڈا کی اس کوٹھڑی کی چھت کے قریب دیوار پر ایک سنگی مجسمہ گڑا ہوا تھا۔ جس سے وہ عموماً خوفزدہ رہتی تھی اور اس کا اظہار قاسیمڈو سے بھی کر چکی تھی۔ ایک روز اس کی آنکھ کھلی تو اس نے دیکھا کہ وہ سنگی مجسمہ وہاں سے غائب ہے۔ یقیناً قاسیمڈو نے اسے وہاں سے ہٹانے کے لئے اپنی زندگی کا خطرہ مول لیا تھا۔ قاسیمڈو اس کے آرام اور سکون کا پورا خیال رکھ رہا تھا۔ ادھر ایمرالڈا کے دن تنہائی میں گزر رہے تھے۔ ایک بکری جالی تھی جس کے ساتھ وہ دلار کر لیتی۔ کبھی اس کو سہلا کر اس سے باتیں کرتی رہتی۔ ان دنوں میں اسے ایک بار بھی قاسیمڈو کی صورت دکھائی نہ دی۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ گرجے سے ہی غائب ہوگیا ہو۔ ہاں البتہ ایک رات۔ جب وہ اپنے محبوب فوبیس کی تصور میں گم تھی کہ اس نے سسکی کی آواز سنی۔ وہ خوفزدہ ہوگئی۔ وہ اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ اس نے کھڑکی سے باہر دیکھا تو چاندنی میں اسے کمرے کی دہلیز کے پاس ایک ہیولا سا نظر آیا۔ یہ قاسیمڈو تھا جو اس کے دروازے کے باہر فرش پر بستر لگائے ہوئے سسکیاں بھر رہا تھا۔

اس دوران میں پادری فرولو کو خبر ہو چکی تھی کہ جپسی لڑکی ایمرالڈا کو بچایا جا چکا ہے۔ جب

اسے ایمرالڈا کی زندگی کی خبر ملی تو وہ اس وقت تک ایمرالڈا کی موت کی حقیقت سے مفاہمت کر کے دکھ جھیل چکا تھا۔ لیکن اس کی زندگی کی خبر سن کر اس نے اپنے آپ کو اپنی پراسرار کوٹھری میں مقفل کر لیا۔ نہ تو اب وہ گرجے کی تقریبات میں شامل ہوتا تھا اور نہ ہی روزانہ کی عبادت میں۔ اس نے اپنا دروازہ سب پر بند کر دیا تھا۔ لوگ یہ سمجھ رہے تھے کہ وہ بیمار ہے اور ایک طرح سے یہ بات درست بھی تھی۔ اس تنہائی میں وہ ایک بار پھر اپنے جذبے کے ساتھ جنگ لڑ رہا تھا۔ وہ کسی سے ملنا نہیں چاہتا تھا۔ وہ اس جنگ کو اکیلا ہی لڑنا چاہتا تھا اس دوران میں اس کا بھائی جیہان اسے ملنے کے لئے آیا۔ لیکن اس کی منت سماجت اور دھمکیوں کے باوجود اس نے اس کے لئے دروازہ نہ کھولا۔ وہ دن کے وقت گھنٹوں اپنی کوٹھری کی کھڑکی کے سامنے کھڑا رہتا۔ یہاں سے وہ اکثراوقات ٹہلتی اور گھومتی ہوئی ایمرالڈا کو دیکھ لیتا تھا۔ جب وہ قاسیمڈو کو اس کے ساتھ دیکھتا تو اس کے اندر ایک عجیب طرح کا اشتعال پیدا ہو جاتا تھا۔ پادری فرولو کو خود بھی یہ محسوس ہونے لگا تھا کہ وہ قاسیمڈو سے حسد کرنے لگا ہے وہ اپنے سے کہتا۔ "کیپٹن فوبیس برا آدمی تھا۔ مگر یہ بدشکل انسان تو اس سے بھی برا ہے۔۔۔"
پادری فرولو کی زندگی کی یہ راتیں اس کے لئے بڑی ہولناک تھیں۔ اس کی آنکھوں کے سامنے وہ منظر آجاتے جو اس کے ذہن میں محفوظ ہو چکے تھے۔ اسے دکھائی دیتا کہ وہ فوبیس کے جسم میں خنجر اتار چکا ہے۔ ایمرالڈا کی عریاں چھاتیاں فوبیس کے خون سے لتھڑی ہوئی ہیں اور پھر اس لمحے اور اس لمس کی یاد تو اسے ہلا کر رکھ دیتی۔ جب اس نے نیم بے ہوش ایمرالڈا کے دہکتے ہوئے ہونٹوں کو اپنے ہونٹوں سے چوما تھا۔

ایک رات ایمرالڈا کے عریاں اور پرکشش جسم کے تصور نے اسے اس حد تک گرما دیا کہ وہ ہوش و حواس کھو بیٹھا۔ اس راہب کا کنوارا خون اس کے رگ و پے میں تیزی سے گردش کرنے لگا۔ وہ دانتوں سے تکیوں کو کاٹنے لگا۔ پھر اچانک وہ بستر سے باہر نکلا۔ اس کی آنکھیں دہک رہی تھیں۔ شب خوابی کے لباس میں وہ نیم عریاں تھا۔ اس نے ایک چابی نکالی پھر لیمپ ہاتھ میں لے کر وحشت کے عالم میں اپنی کوٹھڑی سے باہر نکل آیا۔

نوٹرے ڈیم کا بڑا پادری ہونے کی حیثیت سے اس کے پاس ہر مینار کی چابی موجود تھی۔
اس رات، ایمرالڈا ماضی کی تلخ یادوں کو بھلا کر میٹھے خواب دیکھ رہی تھی۔ وہ ہر روز نیند

کے عالم میں یوں محسوس کرتی۔ جیسے اس کا محبوب فوبیس اس کے پاس ہی کھڑا ہو۔ ایمرالڈا کی نیند بڑی کچی تھی۔ ہلکے سے کھٹکے سے بھی اس کی آنکھ کھل جاتی تھی۔ اچانک اس کی آنکھ کھلی اور سہانا خواب بکھر کر رہ گیا۔ اس نے ایک نظر ایک ہیولے کی طرف دیکھا۔ جس کے ہاتھوں میں لیمپ تھا۔ پھر خوف سے آنکھیں بند کر کے بڑبڑائی۔ ''اوہ میرے خدا' یہ تو وہی راہب ہے۔'' ایک لمحے میں ماضی کے سارے دکھ اس کے ذہن میں تازہ ہو گئے۔ وہ بستر پر گر گئی۔ ایک لمحے کے بعد اس نے محسوس کیا کہ کوئی اس جسم کو چھو رہا ہے۔ خوف سے کانپتی ہوئی وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ پادری فرولو اس کے قریب بستر پر بیٹھ گیا تھا۔ اس نے ایمرالڈا کے اردگرد اپنے بازوؤں کا حصار بنا دیا تھا۔ ایمرالڈا نے چیخنے کی کوشش کی لرزتی ہوئی کمزور آواز میں اتنا کہہ پائی۔ ''یہاں سے دفع ہو جاؤ۔ درندے قاتل' چلے جاؤ۔'' پادری فرولو نے اپنے ہونٹ اس کے شانوں پر رگڑتے ہوئے کہا۔ ''مجھ پر رحم کرو۔'' ایمرالڈا نے پادری فرولو کے سر کے بچے کھچے بالوں کو اپنے دونوں ہاتھوں میں پکڑ کر کھینچنا شروع کر دیا۔ لیکن پادری فرولو پر کچھ اثر نہ ہوا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''مجھ پر رحم کرو۔ کاش تم اندازہ کر سکتی کہ میں تم سے کتنی محبت کرتا ہوں۔'' وہ پوری قوت سے ایمرالڈا کو بھینچنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ایمرالڈا اپنی تمام قوت مجتمع کر کے چیخی۔ ''چلے جاؤ یہاں سے ورنہ میں تمہارے منہ پر تھوک دوں گی۔'' پادری فرولو کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ ایمرالڈا تڑپ کر اس کے بازوؤں سے نکل آئی۔ پادری فرولو منت کرنے لگا۔ ''مجھے ذلیل کرو' مجھے مارو' مجھ پر ظلم کرو' تمہارا جو جی چاہے کرو' لیکن مجھ سے محبت کرو.....'' جیسے کوئی بچہ جوش میں آ کر کسی کے تھپڑ دے مارتا ہے۔ اسی طرح ایمرالڈا نے پادری فرولو کے چہرے پر تھپڑ مارتے ہوئے کہا۔ ''درندے یہاں سے دفع ہو جاؤ۔''

Acc No. 3834

''مجھ سے محبت کرو' مجھ سے محبت کرو۔'' پادری فرولو نے پھر اسے اپنی بانہوں میں لے لیا۔ اس پر وحشت پوری طرح سوار ہو چکی تھی۔ ''آج ہر روز کی کش مکش کا خاتمہ ہو جائے گا۔'' وہ کہہ رہا تھا۔ ایمرالڈا کو زیر کرنے کے لئے پوری قوت سے کام لے رہا تھا۔ ایمرالڈا نے محسوس کیا کہ ایک ہاتھ اس کے سارے جسم پر پھر رہا ہے' اس کے جسم کو ٹٹول رہا ہے۔ وہ چیخنے لگی۔ ''مدد مدد..... کوئی مجھے بچائے... ایک خونشام بد روح میری کوٹھڑی میں آ گئی ہے۔''

کوئی اس کی مدد کے لئے نہ آیا۔ بے چاری بکری جالی۔ خوف سے میمانے لگی تھی۔ "چپ رہو" ہانپتے وئے پادری نے کہا۔ اس وقت جب ایمرالڈا پادری کے شکنجے سے نکلنے کے لئے اپنی پوری قوت صرف کر رہی تھی۔ اس کا ہاتھ فرش پر پڑی ہوئی سیٹی سے جالگا۔ یہ وہی سیٹی تھی۔ جو قاسیمڈو نے اسے دی تھی۔ اس نے اسے اپنی آخری امید سمجھ کر دور ہی سے جدوجہد کر کے اٹھایا اور ہونٹوں سے لگا کر سیٹی بجادی۔ سیٹی سے واضح اور تیز آواز نکلی۔ یہ "کیا ہے؟" پادری نے حیران ہو کر پوچھا۔ لیکن اسی لمحے کسی کے بھاری اور قوی بازو نے اسے اوپر اٹھالیا۔ کوٹھری میں تاریکی تھی۔ اس لئے پادری فرولو یہ نہ دیکھ سکا کہ وہ کون ہے جس نے اس کو اٹھا رکھا ہے۔ اور جو غصے سے دانت پیس رہا ہے دوسرے لمحے وہ سمجھ گیا وہ قاسیمڈو ہے۔ یہ جاننے کے باوجود کہ وہ بہرہ ہے۔ پادری چلایا۔ "قاسیمڈو۔" لیکن اسی لمحے کسی نے اسے اٹھا کر دروازے کی طرف اچھال دیا۔ پادری فرش پر گرا۔ وہ سنبھلنے نہ پایا تھا کہ کسی کا مضبوط اور طاقتور گھٹنا اس کے سینے پر تھا۔ پادری فرولو اس کے گھٹنے کا شدید دباؤ محسوس کر رہا تھا۔ ادھر اس تاریکی میں بہرہ قاسیمڈو اندھا بن چکا تھا۔ پادری فرولو کو غش آگیا۔ شیرنی کی طرح غصے سے دھاڑتی ہوئی ایمرالڈا نے اسے بچانے کی کوئی کوشش نہ کی۔ چند منٹوں کے بعد جب پادری کو ہوش آیا تو اس نے قاسیمڈو کی آواز سنی جو اپنے آپ سے کہہ رہا تھا "میں اس کے سامنے اسے قتل نہ کروں گا۔ وہ خون دیکھ کر ڈر جائے گی۔" پادری فرولو نے محسوس کیا کہ اس کا جسم گھسیٹا جا رہا ہے۔ جب قاسیمڈو اسے کوٹھری سے باہر لے آیا تو پادری کی خوش قسمتی کہ چاند نکل آیا تھا۔ چاندنی کی پہلی شعاعیں پادری کے چہرے کو اجاگر کرنے لگیں۔ قاسیمڈو نے اسے دیکھا اور پھر کانپنے لگا اور سکڑ کر دو قدم پیچھے کھڑا ہوگیا۔ ایمرالڈا جو دہلیز میں کھڑی تھی۔ وہ قاسیمڈو کے اس ردعمل کو دیکھ کر حیران رہ گئی۔ منٹوں میں ساری صورت حال بدل چکی تھی۔ اب پادری فرولو تھا جو قاسیمڈو کو ڈانٹ رہا تھا۔ دھمکیاں دے رہا تھا۔ قاسیمڈو کانپ رہا تھا۔ پادری فرولو نے اسے حکم دیا کہ وہ وہاں سے فوراً چلا جائے۔ بے چارہ بدبخت کبڑا۔ قاسیمڈو۔ پادری فرولو کے سامنے سر جھکا کر گھٹنوں کے بل بیٹھ کر بولا۔ "آقا!" اس نے گہری اور بوجھل آواز میں کہا۔ "آپ کے جی میں جو کچھ ہے۔ اسے کرنے سے پہلے مجھے ہلاک کردیں۔" یہ کہہ کر اس نے اپنا خنجر نکال کر پادری فرولو کی

طرف بڑھا دیا۔ اس سے پہلے کہ پادری فرولو اس کے ہاتھ سے خنجر لیتا' ایمرالڈا نے لپک کر خنجر اس کے ہاتھ سے لے لیا اور قہقہہ لگاتے ہوئے پادری فرولو سے کہنے لگی۔ "اب یہاں آؤ۔۔۔ میرے قریب" پادری فرولو سہم گیا وہ اس کے قریب جاتا تو وہ یقیناً اس پر وار کر دیتی۔ "بزدل' تم میرے قریب آنے سے اب کیوں ڈرتے ہو؟" پھر اس نے طنز سے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "ہاہا۔ میں جان چکی ہوں کہ فوبیس زندہ ہے۔" پادری فرولو مشتعل ہو کر قاسیمڈو کو ہاتھوں اور پیروں سے مارنے لگا۔ پھر ہانپتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔ قاسیمڈو نے فرش پر گری ہوئی سیٹی اٹھا کر ایمرالڈا کی طرف بڑھائی۔ ایمرالڈا نے وہ سیٹی پکڑلی۔ جس کی وجہ سے آج وہ بچ گئی تھی۔ قاسیمڈو چپ چاپ وہاں سے چلا گیا۔ اب وہ پھر تنہا تھی۔ وہ اپنے بستر پر گر گئی۔ آہوں اور سسکیوں کے طوفان اس کے سینے سے نکل رہے تھے۔ اس کی امید کا افق ایک بار پھر تاریک ہو گیا تھا۔

پادری فرولو اپنی کوٹھڑی کے پاس پہنچ کر رکا۔ اب وہ واقعی قاسیمڈو سے حسد کرنے لگا تھا۔ اس نے اپنے آپ کو یقین دلاتے ہوئے' اپنے آپ سے کہا۔ "اگر وہ میری نہیں بنتی تو کوئی بھی اسے حاصل نہ کر سکے گا۔"

بغاوت

گرینگوئر۔ بڑے مزے میں تھا۔ اسے گداگروں کی بستی میں رنگا رنگ بہروپیوں اور جعلسازوں کی رفاقت نصیب ہوئی تھی۔ اسے یہ تسلی تو بہرحال تھی کہ اس کی بیوی ایمرالڈا زندہ اور نوٹرے ڈیم کے گرجے میں محفوظ ہے۔ گرینگوئر نے ایک دوبار سوچا تو ضرور کہ وہ ایمرالڈا سے ملنے کے لئے جائے لیکن اس ارادے کو عملی جامہ نہ پہنا سکا۔ ویسے حقیقت یہ ہے کہ اسے ایمرالڈا سے کہیں زیادہ بکری جالی کی یاد ستاتی تھی۔ گرینگوئر کے شب و روز ایک سی یکسانیت کے ساتھ گزر رہے تھے۔ صبح سویرے وہ گداگروں کی بستی سے نکل جاتا۔ اپنی طاقت اور کرتبوں کا مظاہرہ کر کے کچھ پیسے کماتا پھر ڈٹ کر کھاتا۔ اور شام کو گداگروں کی بستی میں واپس آجاتا۔ یہاں اسے رفاقت بھی میسر تھی اور سونے کا ٹھکانہ بھی موجود تھا۔ رات کو

وہ اپنا تصنیفی کام بھی کرتا۔ یوں اس کے شب و روز اطمینان سے گزر رہے تھے۔ آج کل وہ جس تصنیفی کام پر مصروف تھا وہ تعمیرات کے حسن سے متعلق تھا۔ ایک دن وہ ایک عمارت کے باہر کھڑا اس کے نقش و نگار اور پچی کاری کے کام کا جائزہ لے رہا تھا کہ کسی نے اسے آواز دی۔ گرینگوئر نے مڑ کر دیکھا تو وہ نوٹرے ڈیم کا پادری فرولو تھا۔ چند منٹوں تک پادری فرولو خاموش رہا۔ اس اثنا میں گرینگوئر پادری فرولو کا جائزہ لیتا رہا۔ پادری فرولو کا چہرہ پہلے سے بہت زیادہ زرد ہو چکا تھا۔ آنکھیں اندر دھنس چکی تھیں بچے کھچے بال تیزی سے سفید ہو رہے تھے۔ پادری فرولو نے بڑے ٹھنڈے لہجے میں پوچھا۔ "کہو گرینگوئر کیسے ہو؟" گرینگوئر نے لاپرواہانہ انداز میں جواب دیا کہ وہ بے حد مطمئن ہے۔ پھر ادھر ادھر کی باتیں ہونے لگیں۔ کچھ فن تعمیر کے بارے میں۔ پادری فرولو نے بات کاٹ کر پوچھا۔ "اچھا تو تم خوش ہو۔" گرینگوئر نے جواب دیا۔ "ہاں پہلے میں عورتوں سے محبت کرتا تھا۔ پھر جانوروں سے محبت کرتا رہا۔ اب پتھروں سے دل لگا لیا ہے۔ میرے لئے یہ پتھر بھی عورتوں اور جانوروں کی طرح ہیں۔" پادری فرولو دلچسپی سے اس کی باتیں سن رہا تھا۔ "کیا تمہارے دل میں کوئی خواہش پیدا نہیں ہوتی۔ کیا تمہیں کبھی پچھتاوے کا احساس نہیں ہوتا؟" گرینگوئر نے مسکرا کر جواب دیا۔ "کیسا پچھتاوا' کیسی خواہش' میرا دل ان دونوں سے خالی ہے۔" پادری فرولو کچھ دیر تک کچھ سوچتا رہا۔ پھر بولا۔ "آج کل تمہارا ذریعہ روزگار کیا ہے؟" گرینگوئر نے خوش مزاجی سے جواب دیا۔ "ویسے تو میں اب بھی المیہ اور طربیہ ڈرامے لکھتا رہتا ہوں۔ لیکن میری آمدنی کا ذریعہ۔ کرتبوں کا مظاہرہ ہے میں یہ گر سیکھ چکا ہوں کہ دانتوں سے ڈھیروں کرسیاں کس طرح اٹھائی جا سکتی ہیں۔" دونوں میں گفتگو اس مرحلے تک پہنچی تھی کہ گرینگوئر اچانک خاموش ہو کر سڑک پر سے گزرتے ہوئے ایک گھڑسوار سجیلے فوجی افسر کو دیکھنے لگا۔ پادری فرولو نے پوچھا۔ "تم اسے بڑی دلچسپی سے دیکھ رہے ہو۔ کون ہے یہ۔" گرینگوئر نے جواب دیا۔ "میں اسے جانتا ہوں۔ یہ کیپٹن فوبیس ہے۔" اور میں ایک ایسی لڑکی کو بھی جانتا ہوں جو اس کا نام لے کر آہیں بھرا کرتی تھی۔

گرینگوئر نے دیکھا کہ پادری فرولو کے چہرے کی رنگت اور بھی زیادہ پیلی پڑ گئی ہے۔ پادری فرولو نے تیزی سے کہا۔ "میرے ساتھ چلو' مجھے تم سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔ گرینگوئر

پادری فرولو کے تحکمانہ لہجے سے خاصا متاثر ہوا۔ وہ پادری فرولو کے ساتھ چل پڑا۔ ایک سنسان سے گوشے میں پہنچ کر وہ ایک جگہ رک گئے۔ پادری فرولو نے وہاں چند منٹ تک خاموشی اختیار کئے رکھی۔ پھر پوچھا۔ "گرینگوئر اس خانہ بدوش لڑکی کا کیا بنا؟" گرینگوئر کو جیسے پادری فرولو سے اس سوال کی توقع نہ تھی۔ وہ بولا۔ "کیا آپ ابھی تک اس کے بارے میں سوچتے رہتے ہیں۔" مجھے اس کے متعلق اتنا ہی پتہ ہے کہ جب اسے پھانسی دی جانے والی تھی تو وہ کسی طرح نوٹرے ڈیم کے اندر چلی گئی۔ اس کی جان بچ چکی ہے۔ پادری فرولو نے گرجتی ہوئی آواز میں کہا۔ "سنو وہ بچ گئی ہے۔ لیکن تین دنوں کے بعد وہ دوبارہ گرفتار کرلی جائے گی۔ اور پھر اسے پھانسی لگا دیا جائے گا۔ پارلیمنٹ نے اس کی گرفتاری اور سزا کا حکم جاری کردیا ہے۔" گرینگوئر کو یہ خبر سن کر واقعی صدمہ پہنچا۔ "پارلیمنٹ کے رکن کتنے سنگدل ہوتے ہیں۔ کیا وہ لوگوں کو زندہ نہیں چھوڑ سکتے۔" پادری فرولو نے جواب دیا۔ "گرینگوئر اس دنیا میں شیطان بھی بستے ہیں۔" پھر لہجہ بدل کر بولا۔ "تم نے مجھے بتایا تھا کہ ایک بار اس لڑکی نے تمہاری جان بچائی تھی۔ کیا اب تم اس کی جان بچانے کے لئے کچھ نہ کرو گے؟" گرینگوئر نے جواب دیا۔ "کاش میں ایسا کرسکتا۔ لیکن میں اپنے گلے میں تو پھانسی کا پھندہ پڑتے بھی نہیں دیکھ سکتا۔" پادری فرولو بار بار ایک جملہ بڑبڑانے لگا۔ "اب اسے کس طرح بچایا جاسکتا ہے۔" گرینگوئر نے مشورہ دیا کہ کیوں نہ شہنشاہ سے درخواست کی جائے کہ وہ اسے معاف کردے۔ پادری فرولو کو اس تجویز پر غصہ آیا۔ گرینگوئر نے جھٹ سے دوسری تجویز پیش کردی۔ "کیوں نہ کسی طرح یہ ثابت کردیا جائے کہ وہ حاملہ ہوچکی ہے۔ اس طرح بھی تو اس کی جان کچھ عرصہ کے لئے بچ سکتی ہے۔" پادری فرولو کا چہرہ غصے سے سرخ ہوگیا۔ "خاموش رہو احمق اپنا منہ بند رکھو۔ تم بکواس ہی کرتے رہو گے۔" گرینگوئر خاموش ہوگیا۔ پادری فرولو پھر بڑبڑانے لگا۔ اسے کسی نہ کسی طرح یہاں سے زندہ نکالنا چاہئے.... مگر کیسے؟ پھر اس نے گرینگوئر کو مخاطب کرکے کہا۔ "میں نے اس مسئلہ پر بہت غور کیا ہے۔ میرے خیال میں صرف ایک ہی ایسا طریقہ ہے۔" گرینگوئر ہمہ تن گوش بن کر سننے لگا۔ "سنو وہ ایک بار تمہاری جان بچا چکی ہے۔ اب وقت آگیا ہے کہ تم اس کے کام آؤ۔ گرجے کی رات دن نگرانی ہوتی ہے۔ وہ لوگ جو گرجے کے اندر جاتے ہیں ان پر کڑی

نظر رکھی جاتی ہے تم گرجے کے اندر جاسکتے ہو۔ میں اسے تمہارے پاس لے آؤں گا۔ تم اس کے ساتھ اپنے کپڑے تبدیل کرلینا۔ یوں وہ تمہارے بھیس میں وہاں سے نکل آئے گی۔ تم گرجے میں اس کی جگہ رہو گے۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ تم پھانسی پر لٹک جاؤ گے لیکن۔ وہ تو بچ جائے گی۔" پادری فرولو کی یہ انوکھی تجویز سن کر پہلے تو گرینگوئر کان کھجانے لگا پھر۔ اس کا چہرہ یک دم سیاہ پڑ گیا۔ ادھر پادری فرولو اس کے بدلتے ہوئے چہرے کے تاثرات سے یکسر غافل۔ پوچھ رہا تھا۔ "کہو۔ گرینگوئر تمہیں میرا یہ منصوبہ کیسا لگا؟" اس نے جواب دیا۔ شام

"آپ نے شبے کا اظہار کیا ہے۔ وہ یقیناً مجھے پھانسی پر چڑھادیں گے۔"

"تو پھر کیا ہوا؟ ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں رکھنا چاہئے آخر وہ بھی تمہاری جان بچا چکی ہے۔ اس طرح تم اس کا بدلہ چکا سکو گے۔"

"مجھ پر تو کئی لوگوں کے احسان ہیں" گرینگوئر نے کہا۔ "میں کس کس کا احسان چکاتا رہوں گا اور پھر میں بھلا اپنے گلے میں پھانسی کا پھندا کیوں ڈال لوں۔"

"آخر ایسی کونسی کشش ہے کہ تم زندہ رہنا چاہتے ہو۔"

"ہزاروں وجوہات ایسی ہیں۔ جن کی وجہ سے میں مرنا نہیں چاہتا۔" گرینگوئر نے کہا۔

"کیا تم ان ہزاروں میں سے ایک وجہ مجھے بھی بتاؤ گے؟" پادری فرولو نے پوچھا۔

"ہاں کیوں نہیں۔" گرینگوئر نے جواب دیا۔ "تازہ ہوا ہے۔ آسمان ہے۔ صبح ہے۔ شام ہے۔ چاندنی ہے۔ میرے دوست ہیں۔ عورتیں ہیں۔ خوب صورت عمارتیں ہیں۔ تین کتابیں ہیں جو میں لکھنا چاہتا ہوں ا کلشاغورث کہا کرتا تھا کہ وہ دنیا میں اس لئے ہے کہ سورج کی تعریف کرسکے۔ اور پھر یہ کہ میں اپنے شب و روز ایک نا .بغہ شخص کی رفاقت میں بسر کرتا ہوں۔ جو میں خود ہوں۔ اور مجھے یہ رفاقت بے حد پسند ہے۔"

پادری فرولو۔ گرینگوئر کے اس جواب پر مشتعل ہوگیا۔ وہ گرجدار چیختی ہوئی آواز میں پوچھنے لگا۔ "بھلا یہ تو بتاؤ کہ یہ زندگی جسے آج تم بڑا پرکشش محسوس کرتے ہو۔ یہ کس کی دین ہے؟ کس نے تمہارے لئے یہ ممکن بنادیا کہ تم ٹھنڈی ہوا کے مزے لوٹ سکو۔ تم احمق ہو اور احسان فراموش ہو۔ وہ جس نے تمہاری جان بچائی تم چاہتے ہو کہ وہ مرجائے؟ ذرا سوچو تو تم اس کی موت چاہتے ہو۔ جو خدا کی طرح قابل پرستش ہے۔ کتنی حسین، نرم و نازک اور

پُرکشش ہے وہ؟ گرینگوئر اپنے دل کو نرم کرو۔ اب تمہاری باری ہے کہ تم فیاضی کا مظاہرہ کرو۔" پادری فرولو نے موثر انداز میں یہ باتیں کیں کہ وہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ لیکن اپنے آپ کو ایمرالڈا کے لباس میں ملبوس۔ دیکھنے کا تصور ہی اسے بڑا مضحکہ خیز لگ رہا تھا۔ پادری فرولو نے پوچھا۔ "کہو اب تمہارا فیصلہ کیا ہے؟"

گرینگوئر اب جذباتی ہو چکا تھا۔ "میرا کیا فیصلہ ہو سکتا ہے؟ میں موت سے خائف نہیں ہوں اور پھر موت ہے بھی تو کیا؟ ایک ناخوشگوار لمحہ۔ محدود سے معدوم کی طرف جانے کا ایک مختصر سا سفر مجھے یاد ہے کہ جب مشہور فلسفی سریسڈاس سے کسی نے پوچھا تھا کیا وہ مرنا چاہتا ہے؟" تو اس نے جواب دیا تھا۔ "کیوں نہیں؟ مرنے کے بعد تو میں دنیا کے عظیم فلسفیوں اور دانشوروں سے ملاقات کر سکوں گا۔ فلسفیوں میں فیثا غورث' مورخین میں ہیکٹائیس' شاعروں میں ہومر' موسیقاروں میں اولپس سے ملنے کا کس کا جی نہیں چاہتا۔"

پادری فرولو نے اس کا ہاتھ تھام کر کہا تو بس پھر طے پا گیا کہ تم آمادہ ہو۔ پادری فرولو کے لمس سے گرینگوئر جذبات کی دنیا سے حقیقی دنیا میں آگیا۔ اور اپنا ہاتھ چھڑا کر بولا۔ "ہرگز نہیں میں اپنے آپ کو پھانسی چڑھتے دیکھوں' کبھی نہیں' میں ایسا کبھی نہیں کر سکتا۔" پادری فرولو نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ "دفع ہو جاؤ۔ تم نکمے اور احسان فراموش ہو۔" یہ کہہ کر پادری فرولو تیزی سے چل دیا۔ گرینگوئر چند منٹوں تک وہاں کھڑا رہا۔ پھر اس کے پیچھے بھاگا۔ اور اسے روک کر بولا۔ "رک جائیے۔ پرانے دوستوں کو اس طرح سے جدا نہیں ہونا چاہئے آپ کو اس لڑکی۔ میری بیوی سے دل چسپی ہے۔ یہ اچھی بات ہے۔ میرے ذہن میں ابھی ابھی ایک تجویز آئی ہے۔ ایک شاندار تجویز۔ ایک ایسی تجویز جس پر عمل کر کے اسے بچایا بھی جا سکتا ہے اور میری گردن بھی پھانسی کے پھندے سے بچ سکتی ہے۔" پادری فرولو اتنا بے چین نظر آنے لگا کہ اس نے وحشت میں اپنے کوٹ کے بٹن تک توڑ دیئے۔

"جلدی بتاؤ۔ ایسی کونسی تجویز ہے؟" گرینگوئر نے طمانیت سے جواب دیا۔ "سنئے۔ گداگروں کی بستی میں رہنے والے میرے تمام رفیق بہادر اور جانباز ہیں۔ مصر کا قبیلہ۔ ایمرالڈا سے محبت کرتا ہے۔ وہ اس کو بچانے کے لئے اپنی جانوں پر کھیل سکتے ہیں۔ آج رات ان کی مدد سے کیوں نہ نوٹرے ڈیم پر حملہ کر دیا جائے۔ اس لڑائی اور انتشار کے وقت

ہم ایمرالڈا کو وہاں سے صاف بچا کر نکل جائیں گے۔" پادری فرولو نے گرینگوئر کو جھنجھوڑ کر کہا "تفصیل سے بتاؤ۔" گرینگوئر کا رد عمل بڑا عجیب تھا۔ "مجھے اکیلا چھوڑ دیجئے۔ کیا آپ دیکھ نہیں رہے کہ میں سوچ رہا ہوں۔" پھر چند لمحوں کی خاموشی کے بعد اس نے اپنے آپ سے کہا۔ "واہ کیا دماغ پایا ہے میں نے کیسا شاندار منصوبہ بنایا ہے۔" پادری فرولو کا پارہ چڑھنے لگا۔ "اب بتاؤ بھی....." گرینگوئر نے اسی طمانیت اور فخر سے کہا۔ "ذرا کان ادھر لائیے۔ یہ بات سرگوشی میں کرنے والی ہے اور ہاں۔ کیا وہ بکری بھی وہیں ہے؟" پادری فرولو سٹپٹا اٹھا۔ "بکری کا اس تجویز سے کیا تعلق ہے۔" گرینگوئر نے پوچھا۔ "سنا ہے اسے بھی وہ پھانسی دے رہے تھے۔" پادری فرولو نے چیخ کر کہا۔ "کیا بک رہے ہو۔ اصل بات کرو۔" مگر گرینگوئر اپنے خیالوں میں مست تھا۔ "ان کا کیا ہے۔ پچھلے دنوں انہوں نے ایک بچ کو پھانسی پر لٹکا دیا تھا۔ مگر وہ میری پیاری بکری کو پھانسی نہ دے سکیں گے۔" اب تک پادری فرولو کے صبر کا پیالہ لبریز ہو چکا تھا۔ اس نے گرینگوئر کو جھنجوڑ ڈالا۔ "نرمی سے جناب۔" گرینگوئر نے کہا۔ "پھر وہ پادری فرولو کے کان میں دھیمے لہجے میں کچھ کہنے لگا۔ چند منٹوں میں پادری کے چہرے کا تاثر بدل گیا۔ اس نے گرینگوئر کا ہاتھ دبا کر کہا۔ "ٹھیک ہے تو پھر کل۔" گرینگوئر نے کہا۔ "ہاں کل۔" اور پھر دونوں اپنی اپنی راہ لگ گئے۔ گرینگوئر اپنے آپ سے کہہ رہا تھا۔ "کل۔ خوب نظارہ ہوگا۔ واہ" کیسا منظر ہوگا۔

جب پادری فرولو نوٹرے ڈیم میں اپنے حجرے کے قریب پہنچا تو وہاں اس نے اپنے اوباش طبع بھائی جیان کو موجود پایا۔ جیان دروازے کے قریب کھڑا دیوار پر کوئلے سے اپنے بھائی کی تصویر بنا رہا تھا۔ ابھی تصویر نامکمل تھی کہ فرولو وہاں پہنچ گیا۔

پادری فرولو ان گنت الجھنوں کی وجہ سے سٹپٹایا ہوا تھا۔ اس لئے وہ اپنے بھائی کو دیکھ کر خوش نہ ہوا۔ "بھائی میں آپ سے ملنے کے لئے آیا ہوں۔" جیان نے جھکتے ہوئے کہا۔ پادری فرولو نے اس کی طرف آنکھیں اٹھائے بغیر پوچھا۔ "تو پھر؟" جیان نے ریاکارانہ لہجہ بنا کر کہنا شروع کیا۔ "آہ بھائی آپ ہمیشہ سچ ہی کہا کرتے تھے۔ لیکن میری بدبختی میں نے آپ کی ایک نہ سنی۔ اور آج میں آپ کے سامنے ایک مجرم کی طرح کھڑا ہوں۔ میں تباہ ہو چکا ہوں۔ میں نے آپ کی نصیحتوں کی قدر جو نہ کی تھی۔ آہ بدکاری اپنے چہرے سے کتنی خوب

صورت اور اپنی پشت سے کتنی گھناؤنی نظر آتی ہے۔ میں اپنا سب کچھ بیچ چکا۔ میز پوش' قمیض اور تولیہ تک بک گیا۔ میری عیاشی کی زندگی کا خاتمہ ہوگیا۔ عورتیں میرا منہ چڑھاتی ہیں۔ اب میں صرف پانی پیتا ہوں۔ قرض خواہوں اور بد نصیبوں نے مجھے چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔ میں اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ میں تعلیم جاری رکھنا چاہتا ہوں۔ پڑھنا چاہتا ہوں لیکن میرے پاس نہ کاغذ ہے' نہ قلم نہ دولت۔ نہ سیاہی نہ کتاب بھائی مجھے پیسے چاہئیں۔" جہیان کی منت و زاری کا پادری فرولو کے پاس ایک ہی جواب تھا کہ اس کے پاس کوئی پیسہ نہیں' جہیان نے دھمکی دی۔ "اگر آپ نے مجھے پیسے نہ دیئے و میں آوارہ گرد بن جاؤں گا۔" پادری فرولو کا چہرہ ایک لمحے میں شدت اشتعال سے بگڑ گیا۔ اور اس نے چیخ کر کہا۔ "نکل جاؤ یہاں سے میری طرف سے تمہیں اجازت ہے کہ تم آوارہ گرد بن جاؤ۔"

جہیان کی ہر ترکیب ناکام رہی۔ وہ سر جھکائے پادری کے حجرے سے باہر نکل گیا۔ جہیان جب اپنے بھائی کے حجرے سے نکل کر سیڑھیاں طے کر کے صحن میں پہنچا تو اچانک پادری فرولو نے اپنے حجرے کی کھڑکی کھول کر اسے پکارا۔ "میری طرف سے شیطان کے پاس جاؤ یہ آخری رقم ہے جو میں تمہیں دے رہا ہوں۔" یہ کہہ کر اس نے سکوں سے بھرا ہوا بٹوہ جہیان کی طرف نیچے پھینکا۔ جو جہیان کی پیشانی پر جا لگا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کی پیشانی پر گومڑ نکل آیا۔ لیکن اس ذلت اور خست کے باوجود جہیان تھوڑی سی رقم پا کر خوش تھا۔ پیرس کے الگ تھلگ علاقے گداگروں کی بستی' معجزوں کے دربار میں رات سر پر آچکی تھی۔ عورتیں اور مرد بیئر کے بڑے مگ سامنے رکھے بیٹھے تھے۔ کوئی جوا کھیل رہا تھا' کوئی پی رہا تھا بوہیمیا کا ڈیوک میتھائس اپنے آس پاس بیٹھے ہوئے لوگوں کو عیاری کی نت نئی ترکیبیں بتا رہا تھا اور اس کے پاس گداگروں کا شہنشاہ کلوپن طور لیفو بیٹھا تھا۔ اسی بستی کے اپنے ہی رنگ ڈھنگ تھے۔ اور اس مجمع میں پیری گرینگوئر بھی بیٹھا ہوا تھا۔ اچانک مجمع میں سے ایک شخص اٹھ کر زور زور سے بولنے لگا۔ وہ جہیان فرولو تھا۔ نشے میں دھت وہ کہہ رہا تھا۔ "میں بھی آوارہ گرد ہوں۔ دوستو میرا نام جہیان فرولو ہے۔ بھائیو۔ ہم بہادر آدمی ہیں۔ اپنی تلواریں سونت کر باہر نکلو اور نوٹرے ڈیم کا محاصرہ کر لو۔ اس کے دروازے توڑ دو۔ اور اس خوب صورت لڑکی کو بچا کر لے آؤ۔ بے رحم راہبوں کے شکنجے سے اسے نکال لاؤ اگر ہم نے یہ اقدام جلدی

نہ کیا تو پارلیمان کے حکم کے تحت ہماری خوب صورت لڑکی کو قید کر کے پھانسی پر لٹکا دیا جائے گا۔" مجمع گرما رہا تھا۔ اور جہیان بول رہا تھا۔ "ساتھیو۔ بھائیو۔ میری بات غور سے سنو۔ میں ازلی آوارہ گرد ہوں۔ میری روح میں آوارہ گردی رچی ہوئی ہے۔ میں کبھی دولت مند تھا۔ لیکن میں نے سب کچھ لٹا دیا۔ میری ماں چاہتی تھی کہ میں افسر بنوں۔ میرا بھائی مجھے پادری بنانا چاہتا تھا لیکن میں ایک آوارہ گرد ہوں۔ اور شراب انڈیلو۔ اب بھی میرے پاس اتنے پیسے ہیں کہ شراب کی قیمت چکا سکوں۔" لوگوں نے تالیاں بجائیں قہقہے لگائے۔

"ساتھیو نوٹرے ڈیم کی طرف بڑھو۔" ایک گداگر نے اٹھ کر کہا۔ "نوٹرے ڈیم کے اندر سونے چاندی کے انبار لگے ہوئے ہیں۔ سونے کے مجسمے' سونے کے شمعدان' چاندی کے ظروف۔ میں سچ کہتا ہوں کیونکہ میں کبھی سنار تھا۔" اس عرصے میں کلوپن طورلیفو گداگروں میں ہتھیار بانٹ چکا تھا اور گرینگوئر کے پاس کھڑا پوچھ رہا تھا۔ "تم کیا سوچ رہے ہو؟" گرینگوئر بولا۔ "مجھے آگ سے محبت ہے۔ حضور والا۔ اس لئے نہیں کہ ہم آگ سے کھانا پکاتے ہیں۔ اور یہ ہمارے جسموں کو گرم رکھتی ہے۔ بلکہ اس لئے کہ آگ میں اک روشنی ہوتی ہے۔ میں نے اپنی زندگی میں گھنٹوں آگ کے شعلوں کو دیکھا ہے۔ اور آج آگ اور خون کا ایک نیا کھیل کھیلا جا رہا ہے۔" گداگروں کے بادشاہ کلوپن طورلیفو نے اسے ڈانٹ دیا اور کہا۔ "کیا بکواس کر رہے ہو۔" اور پھر مصر کے ڈیوک کو مخاطب کر کے بولا۔ "بھائی ہم نے غلط وقت تو نہیں چن لیا۔ سنا ہے کہ بادشاہ لوئی بھی پیرس میں ہے۔" بوڑھے خانہ بدوش نے کہا۔ "اس میں تو ہمارا بھلا ہے۔ ہمیں آج ہی اپنی بہن کو ان کے پنجوں سے چھڑا کر لانا چاہئے۔ آج مزاحمت کم ہوگی۔ سپاہی اور فوجی بادشاہ کی قیام گاہ کے پاس متعین ہوں گے۔ ادھر دوسری طرف جہیان چیخ رہا تھا۔ "میں کھا رہا ہوں' میں پی رہا ہوں۔ میں شرابی ہوں۔ میں سب کے ناک توڑ دوں گا۔" گرینگوئر ساری منظر کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے بڑبڑا کر اپنے آپ سے کہا۔ "اچھا ہی ہوا کہ میں نے نہیں پی۔" اور پھر کلوپن طورلیفو چیخا۔ "آدھی رات ہوگئی۔" یہ سنتے ہی تمام اوارہ گرد مرد عورتیں اور بچے بھاگتے ہوئے گداگروں کی بستی کے صحن میں اکٹھے ہونے لگے اور ہتھیاروں کے ٹکرانے سے گونجدار آوازیں پیدا ہونے لگیں۔ چاند بادل کے پیچھے چھپ گیا تھا۔ گداگروں کی بستی تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی۔ اس

تاریکی میں گداگروں کے بادشاہ طور لیفو نے کہا۔ "سنو خاموشی سے شہر کے اندر پہنچو۔ جب تک نوٹرے ڈیم تک نہ پہنچ جاؤ مشعلیں نہ جلانا۔ آگے بڑھو۔ مارچ۔" دس منٹ کے بعد گھڑسوار سپاہیوں نے عجیب منظر دیکھا کہ شہر کی مختلف گلیوں سے چپ چاپ چلتے ہوئے انسانوں کا جم غفیر بڑھتا ہی چلا آرہا ہے۔

اس رات قاسیمڈو ابھی سویا نہ تھا۔ اس نے آخری بار سارے گرجے کا چکر لگا کر دروازے کھڑکیاں بند کی تھیں پادری فرولو ایک بار اس کے سامنے سے گزرا تھا۔ جب سے ان دونوں کا آمنا سامنا ایمرالڈا کی کوٹھڑی میں ہوا تھا۔ پادری فرولو اس کے ساتھ سختی سے پیش آنے لگا تھا۔ فرولو اس کی بے عزتی کرتا اسے پیٹتا اسے دھمکیاں دیتا لیکن قاسیمڈو ہر زیادتی خاموشی سے سہہ رہا تھا۔ اس رات قاسیمڈو نے ان گھنٹیوں کو حسرت بھری نظروں سے دیکھا۔ جنہیں وہ کبھی بڑی محبت کرتا تھا۔ پھر وہ لالٹین ہاتھ میں لئے نوٹرے ڈیم کے شمالی مینار پر چڑھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے پیرس کی طرف دیکھا۔ ان دنوں شہر میں روشنیاں تو ہوتی نہ تھیں۔ اس لئے چاروں طرف تاریکی تھی۔ کہیں کہیں اکادکا روشنی نظر آرہی تھی۔ ہلکی ہلکی دھند چاروں طرف بکھری ہوئی تھی اور اس میں اسے کچھ سائے نظر آنے لگے۔ قاسیمڈو کی پریشانی بڑھ گئی۔ پچھلے کئی دنوں سے وہ دیکھ رہا تھا کئی عجیب وغریب چہروں والے لوگ نوٹرے ڈیم کے اردگرد منڈلاتے رہتے ہیں۔ قاسیمڈو کا اب لوگوں پر اعتماد نہ رہا تھا۔ جانے ان میں سے کون تھا جو ایمرالڈا کو نقصان پہنچا سکتا تھا۔ شک اور شبے کی وجہ سے اس نے غور سے دیکھنا شروع کیا۔ اس کی ایک ہی آنکھ تھی لیکن قدرت نے اس کی تلافی کر دی تھی۔

اس کی ایک آنکھ میں اتنی تیز بصارت تھی کہ شاید دو آنکھوں میں بھی نہ ہو اس نے دور دور تک دیکھا اور بھانپ گیا کہ کچھ مدھم مبہم سائے حرکت میں ہیں۔ اس نے اندازہ لگایا کہ یہ انسانوں کے سروں کا ہجوم ہے جو بڑھتا ہی چلا آرہا ہے۔ اور پھر وہ سمجھ گیا کہ کچھ نہ کچھ اس تاریکی میں ہونے والا ہے اس کے ذہن میں آیا کہ بے چاری ایمرالڈا کے خلاف کوئی سازش ہو رہی ہے وہ سوچنے لگا اپنے آپ سے پوچھنے لگا کہ میں ایمرالڈا کو جگا دوں کیا اسے گرجے سے باہر لے جاؤں مگر کیسے؟ گرجے سے لے کر دریا تک تمام گلیاں انسانوں سے بھر گئی تھیں۔ کوئی راستہ نہ تھا۔

ایک ہی راستہ تھا زندگی کے آخری لمحے تک نوٹرے ڈیم کی دہلیز پر ایمرالڈا کو بچانے کے لئے لڑا جائے۔

جب وہ یہ فیصلہ کر چکا تو اس نے پر سکون انداز میں گرجے کی طرف بڑھتے ہوئے ہجوم کی طرف دیکھنا شروع کیا۔ ہجوم بڑھتا چلا آ رہا تھا۔ تاریکی اور خاموشی میں اچانک کسی نے ایک مشعل روشن کی۔ اور پھر کئی مشعلیں روشن ہو گئیں۔ اور پھر قاسیمڈو نے دیکھا کہ پھٹے پرانے بھدے لباسوں میں ملبوس انسانوں کا ایک جم غفیر ہے کسی کے ہاتھ میں کلہاڑی ہے اور کسی ہاتھ میں درانتی عجیب وغریب قسم کے ہتھیار مشعلوں کی روشنی میں چمک رہے تھے۔ اسے یہ چہرے کچھ جانے پہچانے نظر آ رہے تھے۔ جب اسے احمقوں کا پوپ بنایا گیا تھا تو یہ چہرے اس کے جلوس میں شامل تھے۔ قاسیمڈو نے اپنی لالٹین اٹھائی اور بھاگتا ہوا دو میناروں کے درمیان کھڑے ہو کر جھک کر ان لوگوں کو دیکھتے ہوئے ایمرالڈا کے دفاع کی ترکیبیں سوچنے لگا۔ گداگروں کا لشکر اب نوٹرے ڈیم کے سامنے کھڑا تھا۔ گداگروں کا بادشاہ طورلیفو۔ اپنی اس فوج کو ترتیب دے چکا تھا۔ اس نے اپنے ان سپاہیوں کو تین دستوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ مصر کا ڈیوک اور جہیان ان دستوں کے کمانڈر تھے۔ جہیان جو نیا نیا آوارہ گرد بنا تھا۔ وہ خاص طور پر بڑے جوش اور جذبے کا اظہار کرتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔

عہد وسطیٰ کا وہ زمانہ بھی کیا خوب تھا۔ پیرس تو کیا شاید اس زمانے میں دوسرے بڑے بڑے شہروں میں بھی۔ پولیس نام کی کوئی چیز نہ ہوتی تھی۔ اس جاگیرداری نظام میں جاگیرداروں اور امرا کے اپنے اپنے ذاتی دفاعی دستے ہوا کرتے تھے۔ سرکاری طور پر بھی دفاعی دستوں کو ترتیب دیا جاتا تھا۔ لیکن یہ سرکاری دستے عموماً" جاگیرداروں کے حفاظتی دستوں کی باہمی چپقلش اور مادھاڑ کو روکنے میں ہی مصروف رہتے تھے۔ شہریوں کی جان مال کی دیکھ بھال کرنے کا انہیں کم ہی موقع ملتا تھا۔ پیرس کا شہر مختلف آقاؤں اور جاگیرداروں میں بٹا ہوا تھا۔ ایک سو چالیس جاگیردار اور آقا تھے۔ جن میں پچیس ایسے تھے جو منصفی کے فرائض بھی انجام دیتے تھے اور انتظامی امور کے نگران بھی وہی تھے۔ ذاتی مفادات کی وجہ سے ہمیشہ انتظامی اور عدالتی شعبوں میں افراتفری کا بازار گرم رہتا تھا۔

جس رات گداگروں اور یہ آوارہ گرد اپنی "بہن" ایمرالڈا کو نوٹرے ڈیم سے نکالنے کے

لئے جمع ہوئے تھے۔ فرانس کا بادشاہ لوئی بھی فرانس میں تھا۔ سرکاری دستے کے کچھ افراد اس منظر کو دیکھ رہے تھے۔ گداگروں' شہدوں' لفنگوں اور آوارہ گردوں کا ہجوم نوٹرے ڈیم کے سامنے جمع ہو چکا ہے۔

گداگروں کے بادشاہ طورلیفو کی آواز گونجنے لگی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "سنو میں معجزوں کے دربار کا بادشاہ کلوپن طورلیفو تم سے مخاطب ہوں۔ تم سے تم لوئی ڈی بیومونٹ پیرس کے بشپ اور شاہی پارلیمان کے کونسلر ہو۔ ہاں میں تم سے مخاطب ہوں۔ سنو۔ ہماری بہنوں میں سے ایک بہن کو جادو اور ٹونے ٹوٹکے کا جھوٹا الزام لگا کر سزا دی گئی تھی۔ وہ نوٹرے ڈیم میں پناہ لے چکی ہے۔ تم اس کی حفاظت اور زندگی کے ذمہ دار ہو پارلیمان نے فیصلہ کیا ہے کہ اس مقدس پناہ گاہ کہ تمام اصولوں کو توڑ کر اسے گرفتار کر کے کل صبح پھانسی پر لٹکا دیا جائے۔ لیکن ایسا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جب تک خدا موجود ہے اور ہم آوارہ گرد اور گداگر زندہ ہیں۔ ہماری بہن کو کوئی پھانسی پر نہیں لٹکا سکتا۔ سنو' اگر تم اپنے گرجے کی سلامتی چاہتے ہو تو ہماری بہن کو ہمارے حوالے کر دو۔ اگر تمہارا گرجا تمہارے لئے مقدس ہے تو ہمارے لئے ہماری بہن ہی مقدس ہے۔ ورنہ ہم اس گرجے کو گرا دیں گے۔ اس کو آگ لگا دیں گے۔ میں یہاں اپنا پرچم لہرا کر رہوں گا۔ اے پیرس کے بشپ اب یہ تمہاری مرضی ہے کہ تم کیا فیصلہ کرتے ہو!"

قاسیمڈو بدقسمتی سے گداگروں کے بادشاہ کی زبان سے نکلنے والے فرمان کا ایک لفظ بھی نہ سن سکا۔ اس نے دیکھا کہ ایک گداگر نے ایک جھنڈا گداگروں کے بادشاہ کو پیش کیا ہے۔ طورلیفو گداگروں کے بادشاہ نے اس جھنڈے کو دیوار کی دو سلوں کے درمیان گاڑ دیا۔ اس کے بعد اس نے بڑے فخر سے اپنے "سپاہیوں" کی طرف دیکھا اور بڑے شاندار لہجے میں حکم دیا "بھائیو' آگے بڑھو۔" تیس آدمی اس حکم پر آگے بڑھے۔ وہ نت نئے اسلحہ سے لیس تھے۔ ان کے پیچھے دوسرے گداگروں کا ہجوم بڑھا۔ وہ سب نوٹرے ڈیم کے گرجے کے بڑے دروازے پر پل پڑے۔ لیکن دروازہ بڑا مضبوط تھا۔ اس میں جڑی ہوئی آہنی سلاخیں اور بڑا قفل۔ کھولے سے نہ کھل رہا تھا۔ طورلیفو اپنے آدمیوں کو للکار رہا تھا۔ گداگر پورے جوش و خروش سے دروازہ کھولنے میں مصروف تھے۔ لیکن دروازہ اسی طرح کھڑا تھا۔ اسی وقت ایک

ایسی آواز آئی جیسے توپ داغ دی گئی ہو۔ اس آواز کا عجب اثر ہوا۔ چند ثانیوں میں نوٹرے ڈیم کا چوک گداگروں سے خالی ہوگیا۔ خوف و ہراس نے سب کو جکڑ لیا تھا۔ پتھر کی ایک بہت بڑی سیل اوپر سے گری تھی جس نے کئی آدمیوں کو کچل دیا تھا۔ یہ قاسیمیڈو کا پہلا کارنامہ اور ردعمل تھا۔ طورلیفو نے پھر اپنے آدمیوں کو للکارا وہ پھر آگے بڑھے۔ اب تک اتنا شور وغل مچ رہا تھا کہ آس پاس کے علاقے کے لوگ گہری نیند سے بیدار ہوگئے۔ گھروں کے دروازے اور کھڑکیاں کھلے اور لوگ ایک ہی لمحے میں باہر کا منظر دیکھ کر اتنے خوفزدہ ہوئے کہ انہوں نے اپنے دروازوں اور کھڑکیوں کو دوبارہ بند کرلینے میں ہی عافیت سمجھی۔

"دروازہ توڑ دو۔ شاباش... بھائیو..." طورلیفو چیخ رہا تھا۔ اپنے ساتھیوں کا حوصلہ بڑھا رہا تھا۔ گداگر ایک بہت بڑے شہتیر کو اٹھائے پوری قوت کے ساتھ نوٹرے ڈیم کے بڑے دروازے پر مار رہے تھے۔ دروازہ چرچرانے لگا تھا۔ لیکن ابھی تک بند پڑا تھا۔

قاسیمیڈو تیزی سے گرجے کے اندر بھاگ رہا تھا۔ وہ صحیح صورت حال سے ناآشنا تھا۔ لیکن یہ ضرور محسوس کرچکا تھا کہ یہ گداگر اس کی ایمرالڈا کو لینے آئے ہیں۔ وہ چھت پر ایک بہت بڑے شہتیر کو گھسیٹتا ہوا لایا۔ اور پھر اسے اڑا کر نیچے پھینک دیا۔ جانے کتنے لوگ اس بھاری شہتیر کے نیچے آکر مرگئے۔ گداگروں کی سمجھ میں یہ بات نہ آرہی تھی کہ یہ شہتیر کس نے گرایا ہے وہ دم بخود کھڑے تھے کہ اوپر سے پتھروں کی بارش ہونے لگی۔ قاسیمیڈو تیزی سے پتھر نیچے لڑھکا رہا تھا۔ قاسیمیڈو کا ذہن تیزی سے کام کررہا تھا۔ اس کی نظر پرنالوں پر پڑی تو اس کے ذہن میں ایک عجیب خیال آیا۔ اس نے جلدی جلدی لکڑی کے ٹکڑے شہتیر اور دوسری سوختنی اشیاء اکٹھی کیں اور ان کو آگ لگادی منٹوں میں آگ بھڑک اٹھی۔ چوک میں کھڑے لوگ حیرت اور تعجب سے اوپر دیکھنے لگے۔ لیکن ان کے دیکھتے ہی دیکھتے پرنالوں کے منہ کھل گئے۔ گرم اور جھلسا دینے والے پانی کی بارش ہونے لگی۔ لوگ دور دور بھاگنے لگے لیکن اس گرم اور جلا دینے والے پانی کی بارش کا سلسلہ جاری رہا۔ دور کھڑے لوگوں نے ایک عجیب و غریب منظر کو دیکھا۔ ایسا منظر جسے شاید وہ کبھی اپنے ذہنوں سے محو نہ کرسکے ہوں گے۔ نوٹرے ڈیم کے گرجے کی چھت پر الاؤ دہک رہا تھا۔ ہوا کے ساتھ ساتھ شعلے رقص کر رہے تھے۔ نوٹرے ڈیم کی دیواروں پر نصب شیطانوں۔ بدی کی علامتوں اور

درندوں کے مجسمے آگ کی روشنی میں روشن ہو کر صاف اور واضح طور پر دکھائی دے رہے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے ان مجسموں میں زندگی پیدا ہو گئی ہو جیسے آگ کے لمس نے ان کو زندہ کردیا ہو۔ وہ سب خوفناک انداز میں منہ کھولے قہقہے لگاتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔

گداگروں کی پیش قدمی رک چکی تھی۔ ان کے ہاتھ لٹکے ہوئے تھے چہروں پر صاف وحشت دکھائی دے رہی تھی۔ آنکھیں خوف سے پھٹ رہی تھیں۔ سب کی پھٹی ہی نظریں نوٹرے ڈیم کی چھت پر لگی تھیں۔ جہاں آگ کے آلاؤ کے پاس کبھی کبھی ایک عجیب وغریب انسان نظر آتا تھا۔ گداگروں کے سردار اور باشاہ ایک طرف کھڑے اسے دیکھ رہے تھے۔ طورلیفو نے اسے پہچان کر کہا۔ یہ تو نوٹرے ڈیم کا گھنٹی بجانے والا کبڑا' قاسیمڈو ہے۔ کبڑے قاسیمڈو کو دیکھ کر وہ سوچنے لگا کہ اس وقت انہیں فوری طور پر کیا کرنا چاہئے۔ ابھی وہ کوئی فیصلہ نہ کرپائے تھے کہ انہیں جیان اپنی طرف بڑھتا ہوا دکھائی دیا۔ وہ ایک لمبی سیڑھی گھسیٹتے ہوئے چلا آرہا تھا۔ وہ قریب پہنچ کر چیخا۔ "فتح ہماری ہے یہ دیکھو....." اس سیڑھی پر سوار ہو کر ہم شہنشاہ فرانس کی گیلری تک پہنچ جائیں گے۔ وہاں سے نوٹرے ڈیم کے اندر داخل ہونا مشکل نہ ہو گا۔ پھر اس نے سینے پر ہاتھ مار کر بڑے فخر سے کہا۔ "یہ سیڑھی میں لایا ہوں' اور میں ہی سب سے پہلے اس پر چڑھوں گا۔"

چند لمحوں کے بعد سیڑھی ایک دیوار کے ساتھ لٹکا دی گئی۔ گداگر خوشی سے چیختے ہوئے سیڑھی پر چڑھنے لگے۔ جیان سب سے آگے تھا۔ چند منٹوں کے بعد جیان بادشاہ فرانس کی گیلری کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے نیچے کھڑے گداگروں کی طرف فخر سے دیکھا۔ وہ خوشی سے قہقہہ لگانا چاہتا تھا کہ اسی لمحے اسے اپنے عقب میں کھڑے قاسیمڈو کی شکل دکھائی دی۔ وہ گیلری کی طرف کودا۔ لیکن دوسرے لمحے ہی اس کے قدم گیلری کے فرش پر گڑ گئے۔ اس نے دیکھا کہ قاسیمڈو نے پوری قوت کے ساتھ سیڑھی کو جکڑ لیا۔ درجنوں آوارہ گرد سیڑھی پر سوار تھے۔ لیکن قاسیمڈو میں جانے اتنی قوت کہاں سے آگئی تھی کہ اس نے اس بوجھل سیڑھی کو چند لمحوں میں الٹا کر کے زمین کی طرف لڑھکا دیا۔ سیڑھی فرش تک پہنچی تو کئی لوگ زخمی ہو گئے۔ چاروں طرف چیخیں گونجنے لگیں۔ جیان کا چہرہ زرد ہو گیا۔ اب وہ اکیلا تھا۔ اور قاسیمڈو اس کے سامنے کھڑا تھا۔ اس نے اسے مخاطب کر کے کہا۔

"تم مجھے اس طرح سے کیوں دیکھ رہے ہو۔ سنو بہرے قاسیمڈو۔ میں ابھی تمہیں اندھا کردوں گا اور لوگ تمہیں بہرہ اور اندھا کبڑا کہا کریں گے۔" یہ کہہ کر اس نے جلدی سے اپنا تیر کمان نکالا۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ تیر چلاتا۔ قاسیمڈو نے اس سے تیر کمان چھین لیا۔ اور پھر یوں ہوا کہ قاسیمڈو نے جہیان کے دونوں بازوؤں کو اپنے بازوؤں میں پکڑ کر گھمایا۔ جہیان نے مزاحمت کی کوشش کی۔ لیکن قاسیمڈو اس کے بازو اس طرح سے مروڑتا چلا جا رہا تھا کہ منٹوں میں ایک ایک کرکے جہیان کے جسم پر پہنی ہوئی زرہ' تلوار اور خنجر سب زمین پر گرتے چلے گئے اپنی بے بسی کا صحیح اندازہ کرتے ہی جہیان کی زبان گنگ ہو گئی تھی۔ نیچے کھڑے لاتعداد آوارہ گرد چہرے اوپر اٹھائے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ قاسیمڈو نے جہیان کو ایک ٹانگ سے اوپر اٹھایا اور اس کے بازوؤں میں الٹا لٹک گیا۔ اس کے بعد لوگوں نے دیکھا کہ قاسیمڈو نے اس کو اسی طرح اٹھائے' اٹھائے نیچے پھینک دیا۔ ایک زوردار آواز سنائی دی اور پھر جہیان نظر نہ آیا۔ وہ گرجے کے اندر چت پڑا تھا۔ ٹوٹا پھوٹا مسخ' مڑا تڑا' کھوپڑی پھٹ گئی تھی۔

گداگروں میں کھلبلی مچ گئی۔ وہ چیخے "انتقام انتقام۔۔۔" اور وہ سب ہزاروں کی تعداد میں گرجے پر حملہ کرنے لگے۔ قاسیمڈو اب لاچار ہو چکا تھا۔ اب اس کے پاس کوئی ایسی چیز نہ تھی جس سے وہ ان کا مقابلہ کر سکتا۔ اور جوں جوں اس کے ذہن میں ایمرالڈا کا خیال آتا وہ توں توں بے بسی کو شدت سے محسوس کرنے لگتا۔ نوٹرے ڈیم کے گرجے کے ارد گرد اس وقت ہزاروں آوازیں چیخ رہی تھیں اور ان چیخوں کی گونج سارے شہر میں سنائی دے رہی تھی۔

نوٹرے ڈیم کے گرجے کی چھت پر بیٹھے۔ قاسیمڈو نے مایوسی کے عالم میں پیرس کی طرف دیکھا۔ اس کا دل دعا مانگ رہا تھا۔ کہ کوئی معجزہ ہو جائے۔ کہیں سے مدد آجائے اور ایمرالڈا کی زندگی بچ جائے!! فرانس کے شہنشاہ لوئی یازدہم نے بیتیل میں قیام کیا تھا اور اس کے کمرے سے روشنی چھن چھن کر باہر نکل رہی تھی۔ شہنشاہ اپنے درباریوں میں گھرا ہوا تھا۔ درباری جو اپنی اپنی جگہ بادشاہ کی زیادہ سے زیادہ مدح سرائی کرنے کے موڈ میں تھے۔ لیکن شہنشاہ کا رویہ خاصا لاپرواہانہ اور تضحیک آمیز تھا۔ ماسٹر ڈاکس بادشاہ کے حضور پیش ہوا۔

اس کے چہرے کا رنگ اڑا ہوا تھا۔ اس نے شاہی آداب کو نظرانداز کر کے تیزی سے کہا۔ ”حضور۔ بغاوت ہو گئی۔“ بادشاہ نے اس کی طرف حیرت سے دیکھا اور پھر اس سے تفصیل طلب کی ماسٹر ڑا کس نے بتایا کہ گداگر ہزاروں کی تعداد میں نوٹرے ڈیم کا گھیراؤ کر چکے ہیں۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ یہ سب کچھ ایک ایسی لڑکی کے لئے ہو رہا ہے جو نوٹرے ڈیم میں پناہ گزین ہے اور پارلیمان اسے گرفتار کر کے پھانسی پر لٹکانا چاہتی ہے۔

بادشاہ کا پارہ ایک منٹ میں چڑھ گیا۔ ”یہ لوگ اپنے آپ کو کیا سمجھتے ہیں۔ انہیں یہ حق کس نے دیا ہے کہ وہ انصاف اور عدل کے تقاضوں کی راہ میں دیوار نہیں۔“ ابھی بادشاہ اپنا غصہ اچھی طرح سے نکال نہ پایا تھا کہ اس کی خدمت میں دو آوارہ گرد پیش کئے گئے جو ابھی ابھی گرفتار کئے گئے تھے۔ ان میں ایک گرینگوئر تھا۔ ”کون ہو تم' تمہارا نام کیا ہے۔ پیشہ کیا ہے؟“ بادشاہ نے پوچھا۔

”حضور میرا نام پیئری گرینگوئر ہے۔ میں فلسفی ہوں۔“

”تمہیں یہ کیسے جرات ہوئی کہ تم نوٹرے ڈیم کا محاصرہ کرو۔“

”حضور میں سچ کہتا ہوں میں ان لوگوں کے ساتھ شامل نہیں ہوں۔“

”پھر تمہیں گرفتار کیوں کیا گیا؟“ بادشاہ نے پوچھا۔ ”حضور۔ ان سے غلطی ہو گئی ہے۔ میں گداگر نہیں میں ڈرامہ نگار ہوں۔ شاعر ہوں۔ میں عموماً“ راتوں کو گلیوں میں گھوما کرتا ہوں۔ انہوں نے مجھے شبہ میں پکڑ لیا ہے۔ میرا اس بغاوت سے کوئی تعلق نہیں۔“

”بکواس بند کرو۔ لے جاؤ اسے زنداں میں ڈال دو۔“

گرینگوئر نے سوچا کہ اگر اس وقت اس نے ذہانت کا مظاہرہ نہ کیا تو ساری عمر زنداں کی کوٹھڑی میں پڑا سڑتا رہے گا۔ اس نے بڑے ڈرامائی انداز میں اپنے آپ کو بادشاہ کے قدموں میں گرا دیا اور روتے ہوئے کہنے لگا۔ ”حضور والا۔ میں نہ آوارہ گرد ہوں۔ نہ باغی۔ میں تو حضور والا کی وفادار رعایا ہوں۔ میں غریب ضرور ہوں۔ لیکن عالم ہوں۔ حضور والا' علم کے رسیا دنیا میں نادار ہی رہتے ہیں۔ میری ظاہری حالت پر نہ جایئے۔ میں سچ مچ ایک عالم ہوں۔ ڈرامہ نگار' شاعر' فلسفی مجھے غلطی سے پکڑ لیا گیا ہے۔ جناب والا۔ حضور.....“ بادشاہ گرینگوئر کی بک بک سے تنگ آ چکا تھا۔ اس نے پھیکی سے مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ ”بھاگ

جاؤ یہاں سے" پھر ایک سپاہی کو اشارہ کر کے کہا۔ "اس بدمعاش کو دھکے دے کر باہر نکال دو۔ اسے تم نے بیکار ہی پکڑا۔" گرینگوئر اپنی جان بخشی کا فرمان سن کر خود ہی بھاگ کھڑا ہوا۔

بادشاہ نے چند منٹوں تک کچھ سوچا۔ پھر حکم دیا۔ "باغیوں کو کچل دیا جائے۔ سنو۔ کوئی زندہ نہ بچے۔ اور اس چڑیل کو بھی پھانسی دے دی جائے۔"

☆

گرینگوئر بھاگتا چلا جا رہا تھا۔ جب وہ باؤور گیٹ کے پاس پہنچا تو اس نے اپنی رفتار کم کر لی۔ تاریکی میں اسے وہ شخص نظر آ گیا تھا۔ جس کی اسے تلاش تھی۔ پادری فرولو۔ جو حسب معمول سیاہ رنگ کے لباس میں ملبوس تھا۔ "میں آ گیا آقا!" اس نے کہا۔ پادری فرولو نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "تم نے میرا خون کھولا دیا تھا۔ کیا تمہیں علم ہے کہ رات کا ڈیڑھ بج چکا ہے۔" گرینگوئر نے تیزی سے جواب دیا۔ "جو تاخیر ہوئی اس میں میرا کوئی قصور نہیں۔ بادشاہ اور اس کے آدمیوں نے مجھے روک لیا تھا۔ وہ تو میری قسمت اچھی تھی کہ میں بچ گیا۔ ورنہ وہ تو مجھے موت کی سزا دینے والے تھے۔" پادری فرولو نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔ "اب بکواس نہ کرو۔ جلدی سے چلو پہلے ہی بہت دیر ہو چکی ہے۔" وہ دونوں چل پڑے۔ گرینگوئر کہہ رہا تھا۔ "ذرا سوچئے تو چند منٹ پہلے میں بادشاہ سلامت کے سامنے کھڑا تھا۔" "اپنی بک بک بند کرو۔ جانتے ہو کہ "پاس ورڈ" کیا ہے؟" گرینگوئر نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "لیکن ہم گرجے کے اندر کیسے جائیں گے۔" پادری فرولو نے اس کی طرف دیکھے بغیر تیز تیز چلتے ہوئے کہا۔ "میرے پاس ایک ٹاور کی چابی موجود ہے۔ یہ خفیہ راستہ ہے اور اسی طرح ہم گرجے کے عقب کے ایک خفیہ راستے کے ذریعے اندر سے باہر دریا کی طرف نکل جائیں گے۔ جہاں میں صبح ایک کشتی کنارے پر باندھ آیا ہوں۔ اب تم جلدی جلدی چلو۔۔۔"

قاسیمڈو مایوس ہو چکا تھا۔ جپسی لڑکی ایمرالڈا کو بچانے کے لئے اس نے بڑی بہادری سے گداگروں کا مقابلہ کیا تھا لیکن اب وہ تنہا تھا۔ اس دوران میں نے اس نے ایک بار بھی اپنی جان کی سلامتی کے بارے میں نہ سوچا تھا۔ وہ تجسس بھری آنکھوں سے گداگروں کو دیکھتا چلا جا رہا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے نوٹرے ڈیم کا دروازہ اب ٹوٹنے ہی والا ہے۔ اور اس کے بعد یہ لچے، لفنگے اور گداگر۔ نوٹرے ڈیم میں صدیوں سے محفوظ قیمتی نوادرات کو لوٹ کر لے

جائیں گے۔ اور قاسمیڈو اپنی زندگی کی سب سے قیمتی متاع۔ ایمرالڈا کو بھی ان سے محفوظ نہ رکھ سکے گا۔ وہ دیوانہ وار چھت پر دوڑنے لگا۔ اور پھر اچانک اسے گھڑسوار دستے اس طرف آتے دکھائی دیئے۔ سواروں کے ہاتھوں میں تلواریں اور نیزے سونتے ہوئے تھے اور کچھ گھڑسوار چیخ رہے تھے۔ "باغیوں اور غداروں کا سر کچل دو۔" گداگروں نے گھوڑوں کی ٹاپیں سنیں تو وہ حیرت سے مڑ کر دیکھنے لگے۔ قاسمیڈو کا چہرہ کھل گیا۔ وہ جان چکا تھا کہ سرکاری فوج آچکی ہے۔ ایک دستے کی کمان فوبیس کر رہا تھا۔ چند منٹوں میں نوٹرے ڈیم کے چوک میں ایک خوفناک لڑائی چھڑ گئی۔ گداگر اپنی جان بچانے کے لئے پوری کوشش کر رہے تھے۔ لیکن فوبیس کی قیادت میں لڑنے والے سرکاری سپاہی ان کو قتل کرتے چلے جا رہے تھے۔ گداگر حملوں سے بچنے کے لئے گھوڑوں سے چمٹ رہے تھے تاکہ ان کے سواروں کو نیچے گرا سکیں۔ ایک عجیب و غریب منظر تھا۔ آس پاس کے گھروں کی وہ کھڑکیاں اور دروازے جنہیں لوگوں نے خوف کی وجہ سے بند کر دیا تھا' ایک بار پھر کھول دیے گئے تھے اب دروازوں اور کھڑکیوں میں کھڑے لوگ گداگروں پر گولیوں کی بارش کر رہے تھے۔

ایک مختصر سے عرصے میں گداگر ہار گئے۔ وہ تھک چکے تھے۔ ان کے کتنے ہی ساتھی موت کے گھاٹ اتر چکے تھے۔ کتنے ہی تھے جو زخموں سے کراہ رہے تھے۔ چوک کا منظر بڑا دہشت ناک تھا۔ ادھر ادھر لاشیں بکھری ہوئی تھیں۔ جب قاسمیڈو کو گداگروں کی شکست کا یقین ہو گیا تو وہ گھٹنوں کے بل جھک گیا۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف پھیلا دیئے جب وہ یوں شکرانہ ادا کر چکا تو پھر خوشی سے چیختا ہوا اس کوٹھری کی طرف بھاگا جہاں وہ لڑکی پناہ گزین تھی جس کے لئے اس نے آج بڑی شجاعت سے جنگ لڑی تھی۔ وہ لڑکی جس کی اس نے آج دوسری بار جان بچائی تھی۔

جب وہ کوٹھڑی کے اندر داخل ہوا تو اس کا سانس رک گیا۔

ایمرالڈا غائب تھی!!

ملاپ

ایمرالڈا شور و غل کی آواز سن چکی تھی۔ وہ دیکھ چکی تھی کہ چوک میں نوٹرے ڈیم کے

سامنے کیا ہو رہا ہے۔ ایک بار پھر اسے اپنی موت اپنے سامنے نظر آنے لگی تھی۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ اسے اب زبردستی یہاں سے لے جا کر پھانسی پر لٹکا دیا جائے گا۔ اگرچہ وہ خانہ بدوش تھی۔ کافر تھی لیکن اپنی جان بچانے کے لئے وہ عیسائیوں کے خدا کے سامنے بھی گڑگڑانے لگی۔ جب گڑگڑا رہی تھی تو اس نے قدموں کی چاپ سنی۔ پھر دیکھا کہ دو آدمی اس کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ ایک آدمی نے کوٹھڑی میں داخل ہو کر کہا۔ "ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔ یہ میں ہوں۔" ایمرالڈا کو یہ آواز جانی پہچانی لگی۔ اور پھر وہ جلد ہی سمجھ گئی۔ بولنے والا گرینگوئر ہے۔ لیکن گر نگوئر کے پاس جو شخص سیاہ لباس میں ملبوس کھڑا تھا وہ اب بھی اسے خوفزدہ کر رہا تھا۔ گرینگوئر بولا۔ "جالی ہے تو بکری۔ لیکن وہ تم سے پہلے مجھے پہچان گئی۔" گرینگوئر گفتگو کے ساتھ ساتھ جالی کے جسم کو بڑی شفقت سے سہلا رہا تھا۔ اور جالی بھی بڑی مسرور دکھائی دے رہی تھی۔ "تمہارے ساتھ کون ہے۔" ایمرالڈا نے پوچھا۔

"کوئی فکر نہ کرو۔ یہ میرا ایک دوست ہے۔" یہ کہہ کر گرینگوئر نے اپنے ایک ہاتھ میں پکڑی ہوئی لالٹین فرش پر رکھ دی اور جالی کو دونوں ہاتھوں سے سہلانے لگا۔ "کیا خوب صورت مخلوق ہے یہ بھی۔ جالی، مجھے امید ہے کہ تم اپنے کرتب ابھی تو نہ بھولی ہو گی۔ ذرا دکھاؤ تو۔ دیکھو میں تمہارا دوست۔ تمہیں کتنی دور سے ملنے کے لئے آیا ہوں۔ کیوں نہ تم مجھے دو چار کرتب دکھاتی...." اس کے پاس کھڑے ہوئے پادری فرولو نے اس کی بات کو پورا نہ ہونے دیا۔ اور اس کو شانے سے پکڑ کر سختی سے جھنجوڑا۔ گرینگوئر اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور بولا۔ "اوہ یہ تو میں بھول ہی گیا تھا۔ کہ ہمیں یہاں سے جلدی چلنا چاہئے۔ دیکھو ایمرالڈا۔ تمہاری زندگی خطرے میں ہے۔ اور جالی بھی خطرے میں ہے۔ وہ تمہیں تمہاری پناہ گاہ سے لے جا کر پھانسی دینا چاہتے ہیں۔ ہم تمہارے دوست ہیں۔ تم ہمارے ساتھ چلو۔ جلدی...."

"کیا واقعی۔ تم میرے دوست ہو؟"

"اس میں بھلا جھوٹ کی کون سی بات ہے۔ جلدی چلو۔"

"لیکن تمہارا دوست۔ وہ کیوں خاموش کھڑا ہے۔"

گرینگوئر نے جلدی سے جواب دیا۔ "اس کے والدین نے اسے خاموش رہنا ہی سکھایا ہے۔"

پادری فرولو کو وہ ابھی تک پہچان نہ پائی تھی کیونکہ سوائے آنکھوں کے اس کا سارا چہرہ چھپا ہوا تھا۔ اور چاروں طرف تاریکی تھی۔ پادری فرولو آگے آگے چل پڑا۔ ایمرالڈا اور گرینگوئر کے ساتھ ساتھ جالی بھی چل دی۔ ایمرالڈا کو گرینگوئر کی آمد سے بڑی تسلی ہوئی تھی۔ امید کے بجھے ہوئے دیئے پھر سے روشن ہوگئے تھے۔ "زندگی۔ اوہ یہ ہے زندگی۔" گرینگوئر پر فلسفہ کا دورہ پڑنے لگا۔ "ہمارے سب سے اچھے دوست ہی ہمارے زوال کا باعث بنتے ہیں۔ یہی ہے زندگی۔"

وہ چلتے گئے۔ پھر سیاہ لباس والے پادری نے ایک خفیہ دروازہ کھولا اور وہ گرجے سے باہر نکل آئے۔ اب وہ گرجے کے عقب میں تھے۔ اور شور وغل اور لڑائی کی آوازیں ادھر سنائی نہ دے رہی تھیں۔ سامنے دریا تھا۔ جب ایمرالڈا۔ گرینگوئر اور بکری جالی کشتی میں سوار ہوگئے تو پادری فرولو نے کشتی کا رسہ کھولا اور پھر وہ بھی کشتی میں سوار ہوگیا۔ گرینگوئر نے بکری جالی کو اپنی گود میں بٹھا رکھا تھا۔ وہ بے حد مسرور نظر آرہا تھا۔ اس نے چہکتے ہوئے کہا۔ "ہم چاروں اب محفوظ ہیں۔" پھر بولا۔ ہم کبھی کبھی قسمت کے احسان مند ہوتے ہیں اور کبھی کبھی اپنی ہی ذہانت کا شکریہ ادا کرنا پڑتا ہے۔ کشتی چل رہی تھی۔ ایمرالڈا۔ اس پراسرار خاموش اور سیاہ لباس میں ملبوس آدمی کو کن آنکھیوں سے دیکھتی چلی جا رہی تھی۔ اس کے دل میں کوئی انجانا خوف اسے ڈرانے لگا تھا۔ گرینگوئر بولتا چلا جا رہا تھا۔ "تم لوگ خاموش کیوں ہو۔ میرا دل چاہتا ہے کہ کوئی مجھ سے گفتگو کرے انسان کی آواز۔ انسانی کان کے لئے موسیقی کا درجہ رکھتی ہے یہ جملہ میرا نہیں ہے۔ خوب صورت ایمرالڈا۔ یہ سکندر کے فلسفی ڈایئڈ میس کا قول ہے۔ اچھا ہی ہوا تم بچ گئیں۔ پارلیمان تمہارے خلاف حکم جاری کرچکی تھی کہ تمہیں گرجے کی پناہ گاہ سے زبردستی نکال لیا جائے۔ میرے آقا۔ ہم بچ گئے۔ میرا خیال ہے کہ اب ہمیں کوئی نہ پکڑ سکے گا۔ اوہ تم لوگ اتنے خاموش کیوں ہو۔ بولتے کیوں نہیں بھئی میں تو ڈرامہ نگار ٹھہرا۔ میں خاموش نہیں رہ سکتا۔ لوئی یازدہم ایک ظالم بادشاہ ہے۔ سوچو تو۔ ایک بادشاہ میرا مقروض ہے وہ کھیل جو میں نے اسٹیج کیا تھا۔ ابھی تک اس کے اخراجات، مجھے ادا نہیں کئے گئے ادھر آج رات وہ مجھے پھانسی پر چڑھانے کے لئے تلا ہوا تھا۔ کیا تماشا ہے یہ زندگی۔ ہاں میں ٹھیک کہہ رہا تھا یہ بادشاہ ایک بڑے اسفنج کی طرح

ہے جو دولت مندوں اور غریبوں سب کی دولت چوس رہا ہے۔ میرے آقا آپ کیوں چپ ہیں۔ کاش آپ نے ایک نظر۔ ایک گھنٹی بجانے والے بہرے کبڑے کو دیکھا ہوتا۔ وہ کس طرح بھاگ بھاگ کر گداگروں پر پتھراؤ اور گرم پانی پھینک رہا تھا۔"

ایمرالڈا کے دل کی دھڑکن تیز ہوتی جا رہی تھی وہ دیکھ رہی تھی وہ سیاہ پوش خاموش ہے لیکن کبھی کبھی اس کے منہ سے بے اختیار آہ نکل جاتی تھی۔

جب وہ جزیرے کے کنارے کی طرف بڑھ رہے تھے تو اس وقت نوٹرے ڈیم میں شاہی دستہ۔ ایمرالڈا کو پانے میں ناکام ہو چکا تھا۔ چاروں طرف مشعلوں کا سمندر سا دکھائی دے رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے ان گنت لوگ اس کی تلاش میں گھوم رہے ہوں۔ ایمرالڈا نے دور سے آتی ہوئی کئی آوازیں سنیں۔ "خچپسی لڑکی۔ چڑیل.... کہاں گئی وہ...." ایمرالڈا نے غم سے اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپالیا۔ گرینگوئر کے ذہن میں بھی ایک اذیت ناک خیال آیا۔ اگر ہم پکڑے گئے تو بیچاری بکری جالی کو بھی ہلاک کر دیا جائے گا۔ بکری کی موت کے تصور سے ہی اس کا دل درد محسوس کر رہا تھا۔ اس نے ایمرالڈا اور بکری کی طرف یوں دیکھا جیسے کوئی اہم فیصلہ کر رہا ہو۔ پھر اس نے اپنے آپ سے کہا۔ "میں ان دونوں کو نہیں بچا سکتا۔"

کشتی کنارے پر آن لگی۔ ایمرالڈا گرینگوئر کا سہارا لے کر کشتی سے اتری۔ کشتی سے اتر کر وہ کھڑی ہو گئی۔ وہ بوکھلائی ہوئی تھی۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا تھا کہ وہ کیا کرے۔ لیکن گرینگوئر نہ صرف ایک فیصلہ کر چکا تھا بلکہ اس پر عمل بھی۔ وہ چپکے سے بکری جالی کو ساتھ لے کر وہاں سے کھسک چکا تھا۔

سیاہ پوش۔ انجانے شخص کے پاس ایمرالڈا اکیلی کھڑی ڈر رہی تھی۔ وہ بولنا چاہتی تھی وہ چیخ کر گرینگوئر کو بلانا چاہتی تھی۔ اچانک اس نے محسوس کیا کہ اجنبی نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا ہے یہ ایک مضبوط اور سرد ہاتھ تھا۔ اس ہاتھ کے لمس سے اس کا جسم لرزنے لگا۔ دانت بجنے لگے۔ اس کے چہرے کی رنگت۔ چاند کی پیلی چاندنی سے بھی زیادہ زرد ہو گئی۔ اس شخص نے اپنی زبان سے ایک لفظ تک نہ نکالا اور اس کا ہاتھ تھامے چلنے لگا۔ وہ اس کے ساتھ گھسٹتے ہوئے چلتی رہی۔ چند منٹوں کے بعد وہ ایک گلی میں تھے۔ ایمرالڈا نے چاروں طرف دیکھا۔ وہاں کوئی نظر نہ آ رہا تھا۔ گلی سنسان پڑی تھی۔ نوٹرے ڈیم کی طرف سے آنے والی آوازوں

کے علاوہ دوسری کوئی آواز وہاں سنائی نہ دے رہی تھی کبھی کبھی ان دور سے آنے والی آوازوں میں وہ اپنا نام بھی سن لیتی تھی۔ ایک گھر کے کمرے میں روشنی دیکھ کر وہ چیخی۔ "مدد....مدد...." دروازہ کھلا۔ شب خوابی کے لباس میں ایک آدمی دروازے تک آیا۔ باہر دیکھا اور پھر بڑبڑاتے ہوئے اس نے دروازہ بند کردیا۔ وہ ایمرالڈا کا ہاتھ سختی سے پکڑے اسے اپنے ساتھ گھسیٹ رہا تھا اب بھی اس کے منہ سے ایک لفظ نہ نکلا تھا۔ ایمرالڈا کا سانس پھول رہا تھا۔ اس نے اپنی ساری طاقت اکٹھے کرتے ہوئے پوچھا۔ "کون ہو تم....بولو۔ کون ہو تم۔" اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ چوک میں پہنچ گئے۔ چاند کی روشنی میں چیزیں اب واضح اور نمایاں ہو رہی تھیں۔ اور اس روشنی میں ایمرالڈا اسے پہچان گئی۔ "اوہ یہ پھر تم ہو....مجھے میرا دل مجھے پہلے کہہ رہا تھا کہ یہ تم ہو...."

پادری فرولو اس وقت کسی آسیب کی طرح نظر آرہا تھا۔

"سنو" پادری فرولو نے کہنا شروع کیا۔ اس کی جانی پہچانی کریہہ آواز سن کر ایمرالڈا کانپ اٹھی۔ "سنو ہم یہاں تک پہنچ گئے۔ یہ پیلس ڈی گریو ہے۔ قسمت نے ہمیں ایک دوسرے سے پھر ملا دیا ہے۔ تمہاری زندگی میرے ہاتھوں میں اور میری روح تمہارے ہاتھوں میں ہے۔ میری بات غور سے سنو....ہاں....سب سے پہلے تو یہ کہ میرے سامنے فوبیس کا ذکر تک نہ کرنا۔ اگر تم اس کا نام بھی اپنے ہونٹوں پر لائیں تو خدا جانے میں کیا کر بیٹھوں گا...." ایمرالڈا نے اپنا چہرہ موڑ لیا تو وہ بولا۔ "یوں اپنا چہرہ مجھ سے نہ چھپاؤ۔ بے حد سنجیدہ مسئلہ ہے۔ پارلیمان تمہاری گرفتاری اور موت کا حکم جاری کرچکی ہے۔ میں نے تمہیں بچالیا ہے۔ لیکن ابھی وہ لوگ تمہاری تلاش میں ہیں...." یہ کہہ کر اس نے نوٹرے ڈیم کی طرف اشارہ کیا۔ اب بھی آوازوں کا شور سنائی دے رہا تھا۔ اور آوازوں میں ایمرالڈا کا نام بھی شامل تھا۔ "تم سن رہی ہو کہ وہ تمہاری تلاش میں ہیں۔ میں تم سے جھوٹ نہیں بول رہا۔ جہاں تک میرا مسئلہ ہے۔ مجھے تم سے محبت ہے۔ اپنا منہ نہ کھولو۔ میری بات سنو۔ اب مجھے یہ کبھی نہ کہنا کہ تم مجھ سے نفرت کرتی ہو۔ میں یہ ارادہ کرچکا ہوں کہ یہ لفظ تمہاری زبان سے اب کبھی نہ سنوں گا۔ میں نے تمہیں بچالیا ہے....سنو۔ پہلے میری بات مکمل ہوجانے دو.... میں ہر چیز کی تیاری کرچکا ہوں۔ فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے۔" ایمرالڈا نے اس کی طرف

نفرت سے دیکھا اور بولی۔ ”میں دنیا کی ہر چیز سے زیادہ تم سے نفرت کرتی ہوں۔“ پادری فرولو خاموش رہا۔ پھر بڑبڑایا۔ ”اگر پتھروں کو زبان مل سکتی تو یہ کہتے کہ میں دنیا کا سب سے بد قسمت انسان ہوں۔ پھر اچانک اس کی آواز بلند ہو گئی۔ لیکن اس کے لہجے میں نرمی تھی۔ ”میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ کیا تم اتنا بھی اندازہ نہیں کر سکتی ہو کہ میرے دل میں کیسی آگ جل رہی ہے.... دن رات مجھے اذیت پہنچاتی ہے۔ اب یہ اذیت نا قابل برداشت ہو چکی ہے۔ تم دیکھ رہی ہو کہ میں کس نرمی سے تمہارے ساتھ گفتگو کر رہا ہوں۔ جب ایک مرد کسی عورت سے محبت کرتا ہے تو اس کا کیا قصور۔ اوہ میرے خدا کیا تم مجھے معاف کرو گے؟ سنو کیا تم ہمیشہ مجھ سے نفرت کرتی رہو گی؟ تم کتنی سفاک اور ظالم ہو کہ تم میری طرف دیکھنا بھی گوارا نہیں کر رہی ہو۔ تم تو کچھ اور ہی سوچ رہی ہو۔ اپنے دل میں میرے لئے رحم کا جذبہ کیوں پیدا نہیں کرتی ہو؟ کاش میں تمہارے سامنے جھک کر تمہارے پاؤں چوم سکوں لیکن نہیں تم مجھے اپنے پاؤں نہ چومنے دو گی۔ لیکن میں جانتا ہوں اگر میں تمہارے پیروں کے نیچے بچھی ہوئی مٹی کو چوموں۔ بچے کی طرح رونے لگوں اپنا دل چیر کر تمہارے سامنے رکھ دوں اور کہوں کہ دیکھو میں تم سے کتنی محبت کرتا ہوں۔ تب بھی تم پر شاید اثر نہیں ہو گا۔ ہر چیز بے سود ہے۔ آہ میری قسمت۔ تمہاری روح میں نرمیاں اور حلاوتیں گھلی ہوئی ہیں۔ اس دنیا کی ساری شیرینیاں تمہارے حسن کے سامنے ماند ہیں۔ تم مہربان' رحمدل اور خوب صورت ہو لیکن افسوس صرف میرے لئے سفاک بن گئی ہو۔ آہ یہ میری قسمت۔“ پادری فرولو نے اپنا چہرہ اپنے ہاتھوں سے چھپالیا۔ ایمرالڈا نے دیکھا کہ وہ رو رہا ہے پھر اس نے آنسوؤں بھری آنکھوں اور لرزتے ہوئے لہجے میں کہا۔ ”اب میرے پاس لفظ بھی نہیں رہے۔ میں نے بہت سوچا اور غور و فکر کیا تھا۔ ایک ایک لفظ پر میں نے گھنٹوں صرف کر دیئے تھے کہ میں تمہیں کیا کہوں گا۔ لیکن اب میں کانپ رہا ہوں لیکن اس فیصلہ کن لمحے میں 'میں سب کچھ بھول رہا ہوں۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے کوئی مطلق العنان قوت ہے جو ہم دونوں سے ناراض ہو چکی ہے۔ سنو تم مجھ پر نہیں تو اپنے آپ پر ہی رحم کھاؤ۔ کاش تم جان سکتیں کہ میں تم سے کتنی محبت کرتا ہوں۔ کاش تم یہ دیکھ سکتیں کہ تمہارے لئے میرے دل میں کیا کچھ ہے۔ کاش تم اندازہ کر سکتیں کہ میں نے تمہارے لئے کیا کچھ گنوا دیا ہے۔ علم نے مجھے

فضیلتیں بخشیں۔ سائنس نے مجھے رتبہ بخشا۔ میرے خون میں شرافت رچی ہوئی ہے لیکن میں نے اپنا نام رسوا کر دیا۔ میں پادری ہوں لیکن ہوس میرے دل میں در آئی اور میں خدا کے روبرو کھڑا ہو کر اسے جھٹلانے لگا۔ صرف تمہارے لئے! جادوگرنی۔ میں نے جو سوچا۔ اس کا حاصل یہ کہ میں جہنم کا ایندھن بنوں گا۔ میں نے اپنی روح غارت کر دی۔ اوہ میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گا۔ کیا کیا ذلتیں خستیں میں نے تمہارے لئے برداشت کیں۔" یک دم اس کے چہرے کا تاثر بدل گیا۔ آواز بھی اونچی ہو گئی۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ اب اپنے آپ سے مخاطب ہو۔ "قاتل۔ بتا تو نے اپنے بھائی کے ساتھ کیا کیا؟ میرے آقا میرے خدا میں نے اپنے بھائی کے ساتھ کیا کیا؟ میں نے اس کی دیکھ بھال کی اسے پروان چڑھایا اس کی کفالت کی! میں نے اسے چاہا اس کی پرستش کی۔ اور پھر میں نے اسے ہلاک کر دیا۔ ہاں خداوند ہاں میرے آقا ابھی میں نے اس کا کچلا ہوا سر تیرے گھر کے سامنے ڈھیر دیکھا ہے۔ یہ سب کچھ میری وجہ سے ہوا۔ اس عورت کی وجہ سے!" اس کی آواز دھیمی پڑ گئی۔ اور کئی بار اس نے ایک ہی جملہ دہرایا "اس عورت کی وجہ سے!..... اس عورت کی وجہ سے!!" پھر وہ چپ چاپ سر ہاتھوں میں لے کر زمین پر بیٹھ گیا۔ اور جب اس کے ہاتھوں کی انگلیوں نے اس کے آنسوؤں سے بھیگے ہوئے رخساروں کو چھوا تو وہ تڑپ کر بولا۔ "تو کیا میں رو رہا تھا۔" جب اس نے ایمرالڈا کی طرف آنکھیں اٹھا کر دیکھا تو دنیا بھر کی نفرتیں اس کی آنکھوں میں سمٹی ہوئی تھیں۔ "تم مجھے روتا ہوا دیکھتی رہیں۔ کیا تمہیں اتنا بھی علم نہیں کہ یہ آنسو تو لوہے کو بھی پگھلا دیتے ہیں۔ کیا تم مجھ سے اتنی نفرت کرتی ہو کہ میرے آنسوؤں نے بھی تمہارے اندر رحم کا جذبہ پیدا نہیں کیا؟ مجھے یوں لگتا ہے کہ جب میں مر رہا ہوں گا تو تم قہقہے لگاؤ گی۔ لیکن میں تمہیں مرتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا۔ ایک لفظ عفو کا ایک لفظ۔ تم مجھے یہ بھی نہ کہو کہ تم مجھ سے محبت کرتی ہو۔ بس اتنا کہہ دو کہ تم مجھ سے محبت کرو گی۔ میرے لئے بس اتنا ہی کافی ہے اور میں تمہیں بچا لوں گا۔ ورنہ..... اوہ وقت تیزی سے گزر رہا ہے۔ میں التجا کرتا ہوں کہ مجھ پر رحم کرو۔ اس سے پہلے کہ میں پھر پتھر بن جاؤں۔ یاد رکھو کہ ہم دونوں کی زندگیاں تمہارے ہاتھ میں ہیں۔ میں پاگل ہوں مجھے مشتعل نہ کرنا۔ ایسا نہ ہو کہ ہر چیز ہمارے ہاتھ سے چھوٹ جائے۔ اور پھر ہم دونوں ایک پاتال میں گر جائیں جہاں موت ہے

نرمی کا ایک لفظ۔ کہہ دو۔ بس ایک لفظ۔"

ایمرالڈا نے جواب دینے کے لئے ہونٹوں کو جنبش دی۔ اشتیاق کے ہاتھوں وہ اس کے سامنے جھک گیا۔ محبت کا ایک لفظ سننے کے لئے وہ آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھنے لگا۔ لیکن ایمرالڈا نے اس سے کہا۔ "تم ایک قاتل ہو!"

جنون اور جوش کی کیفیت میں پادری فرولو نے اسے اپنے بازوؤں میں سمیٹ کر ایک خوفناک قہقہہ لگایا۔ "ہاں تم ٹھیک کہتی ہو۔ اگر تم مجھے ایک غلام کی حیثیت سے قبول نہیں کرتی ہو تو پھر میں تمہارا آقا بن جاؤں گا۔ میں نے ایک خفیہ جگہ کا انتظام کر رکھا ہے۔ میں تمہیں وہاں گھسیٹ کر لے جاؤں گا۔ تمہیں میرے سامنے چلنا پڑے گا۔ ورنہ جلاد تمہارا منتظر ہے۔ یا مر جاؤ یا میری بن جاؤ۔ پادری کی بن جاؤ' راہب کی بن جاؤ۔ اس قاتل کی بن جاؤ۔ آج ہی کی رات سے میری بن جاؤ۔ یا مجھے چوم لو۔ یا مجھے چومنے دو۔ میرا بستر قبول کرو یا قبر۔" غصے اور ہوس سے اس کی آنکھیں پھٹ رہی تھیں۔ اس کے بے قرار ہونٹوں نے ایمرالڈا کے گلے کو چوم چوم کر سرخ کر دیا تھا۔ وہ اس کے بازوؤں میں تلملا رہی تھی۔ پھر وہ چیخ اٹھی۔

"درندے مجھے مت کاٹو اوہ کتنا گندا اور گھناؤنا۔ پادری مجھے جانے دو ورنہ میں تمہارے گندے بال نوچ کر تمہارے چہرے پر پھینک دوں گی۔" پادری فرولو کا چہرہ فق ہو گیا۔ اس نے اسے اپنے بازوؤں کی گرفت سے نکال دیا اور اسے دیکھنے لگا۔ ایمرالڈا نے سمجھا کہ وہ جیت گئی ہے۔ "میں تمہیں کہہ چکی ہوں کہ میں فوبیس کی ہوں۔ ہاں میں فوبیس سے محبت کرتی ہوں۔ فوبیس جو خوب صورت ہے۔ پادری تم بوڑھے اور بد صورت ہو! دفع ہو جاؤ۔"

پادری فرولو نے اس قیدی کی طرح چیخ ماری جسے گرم لوہے سے داغ دیا گیا ہو۔ "اچھا تو پھر مر جاؤ۔" اس نے دانت پیستے ہوئے کہا ایمرالڈا نے اس کے چہرے کا خوف ناک تاثر دیکھا۔ اور بھاگنے کی کوشش کی لیکن فرولو نے اسے پکڑ لیا۔ اور گھسیٹتا ہوا رولاں ٹاور تک لے گیا۔ اور پھر ایمرالڈا سے کہا۔ "آخری بار پوچھتا ہوں کیا تم میری بنو گی؟"

"نہیں۔" اس نے چیخ کر کہا۔

"گوڈلی۔ گوڈلی" پادری فرولو چیخا۔ "جپسی لڑکی آ گئی اپنا انتقام پورا کر لو۔" اسی لمحے

ایمرالڈا نے محسوس کیا' جیسے کسی ہڈیوں والے سخت ہاتھ نے اس کی کہنی تھام لی ہے۔ اس ہاتھ کی گرفت آہنی تھی۔ پادری فرولو نے چیخ کر کہا۔ "اسے پکڑ لو۔ یہ مفرور جپسی لڑکی ہے۔ اسے جانے نہ دینا میں ابھی سپاہیوں کو بلا کر لاتا ہوں۔ تم اسے پھانسی پر چڑھتے ہوئے دیکھو گی۔" ایمرالڈا نے کوٹھڑی کے اندر سے خوفناک قہقہے کی آواز سنی۔ وہ ایک مضبوط ہاتھ کی گرفت میں تھی۔ قریب ہی سے آتی ہوئی گھوڑوں کی آواز اس نے سنی پادری اس سمت بھاگا۔ خوف اور دہشت سے ہانپتے ہوئے ایمرالڈا نے خود کو اس آہنی گرفت سے چھڑانے کی کوشش کی لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکی۔ پھر وہ دیوار کے ساتھ گر پڑی۔ اور موت کے لمحے کی قربت کو محسوس کرتے ہوئے ایمرالڈا نے زندگی کی خوب صورتی' جوانی کے محسوسات' نیلے آسمان' محبت اور فوبیس اور ماضی کی ہر خوشگوار چیز کو یاد کیا اور پھر اس نے پادری کو دیکھا جو جلاد کو بلانے گیا تھا اس آہنی گرفت سے نجات حاصل کرنے کے لئے وہ پوری قوت سے اٹھنے لگی تو خوفناک قہقہے کے ساتھ کسی نے کہا۔ "آہا وہ تمیں پھانسی پر چڑھا دیں گے۔" ایمرالڈا جو تھک چکی تھی جو مزاحمت میں ناکام ہو چکی تھی۔ اس نے کمزور اور ڈھیلی آواز میں اس سے پوچھا۔ "آخر میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے۔" تارک الدنیا جھڑوس بوڑھی چیخنے لگی۔ "دختر مصر... تم پھانسی پر چڑھو گی۔ میں خوشی سے قہقہے لگاؤں گی۔" لاایمرالڈا نے بوڑھی سے پھر وہی سوال پوچھا۔ "آخر میں نے تیرا کیا بگاڑا ہے۔ مجھے یہاں سے جانے دے۔" بوڑھی اس کی التجاؤں کو سن ہی نہ رہی تھی وہ اپنے ہی خیالوں میں مگن کہہ رہی تھی۔ "میری بھی ایک بیٹی تھی... چھوٹی سی پیاری سی۔" پھر ایمرالڈا نے دیکھا کہ وہ نیم تاریکی میں کسی چیز کو چوم رہی ہے۔ "ہاں... پیاری سی بچی۔ اسے خانہ بدوش اٹھا کر لے گئے تھے۔ مجھے خانہ بدوشوں سے نفرت ہے... تم بھی خانہ بدوش ہونا۔ میری بیٹی کی عمر اس وقت تماری عمر جتنی ہوگی۔ پندرہ برسوں سے میں اس کا انتظار کر رہی ہوں۔ پندرہ برس سے میں موت سے بدتر زندگی گزار رہی ہوں۔ لعنت ہو ان خانہ بدوشوں پر سنا ہے وہ بچوں کو بھون کر کھا جاتے ہیں۔ اگر تمہارے سینے میں دل ہے تو ذرا سوچو کہ مجھ پر کیا گزر رہی ہوگی۔" یہ کہہ کر بوڑھی نے خوف ناک قہقہہ لگایا۔ "اے خانہ بدوش ماؤ! تم نے میری بچی کو کھایا آج میں تمہاری بیٹی کو پھانسی کے پھندے کے سپرد کردوں گی۔"

پو پھٹ رہی تھی۔ ایمرالڈا گھڑسواروں کے قدموں کی چاپ سن رہی تھی۔ جو قریب تر آتی جا رہی تھی۔ اس نے گڑگڑا کر کہا۔ "بزرگ خاتون، مجھ پر رحم کرو، مجھے یہاں سے فرار ہونے میں مدد دو۔ وہ آ رہے ہیں۔ کیا تمہارے سینے میں دل اور دل میں رحم نہیں ہے۔ کیا تم مجھے اپنی آنکھوں کے سامنے مرتے ہوئے دیکھنا برداشت کر لوگی۔"

"مجھے میری بیٹی واپس دے دو میں تمہیں آزاد کر دوں گی۔" بوڑھی عورت نے کہا۔

ایمرالڈا کو جانے کیا یاد آیا کہ بے اختیار اس نے چیخ کر کہا۔ "ہم دونوں بد قسمت ہیں۔ تم اپنی بیٹی کی تلاش میں ہو۔ اور میں اپنے والدین کی تلاش میں ہوں۔ کاش....."

بوڑھی عورت کا جسم کانپنے لگا۔ وہ یوں بولنے لگی۔ جیسے ہذیانی کیفیت اس پر غلبہ حاصل کر گئی ہو۔ "میں ایک گنہگار عورت ہوں۔ انہوں نے مجھ سے میری بیٹی چھین لی تھی وہ خانہ بدوش تھے۔ یہ دیکھ اس چھوٹی سی تھیلی میں اس کی ایک جوتی ہے جسے میں نے پندرہ برسوں سے سنبھال کر رکھا ہوا ہے۔ اگر مجھے پتہ چل جائے کہ میری بیٹی دنیا کے دوسرے سرے پر بھی ہے تو میں وہاں اس کی تلاش میں پہنچ جاؤں گی۔" اپنے کمزور اور ہڈیوں بھرے لرزتے ہوئے ہاتھ میں جوتی پکڑے وہ کانپتی جا رہی تھی۔ ایمرالڈا نے اس جوتی کو دیکھا تو چیخ کر کہا۔

"یہ جوتی مجھے دکھاؤ....."

"اوہ میرے خدا۔" ایمرالڈا نے کانپتے ہوئے اپنے گلے میں لٹکتی ہوئی تعویز نما چھوٹی سی تھیلی کو کھول کر اس میں سے سبز رنگ کی جوتی نکالی۔ ننھی سی جوتی۔ جو بوڑھی عورت والی جوتی کا ہی دوسرا پاؤں تھا۔ بوڑھی وہ جوتی دیکھ کر چیخی۔ "میری بیٹی.....!" وہ اس کی طرف لپکی۔ ایمرالڈا نے بھی چیخ کر کہا۔ "میری امی... اوہ میری امی۔" ان دونوں کے درمیان لوہے کی سلاخیں تھیں۔ "اوہ یہ دیوار" بوڑھی چیخی "اپنی بیٹی کو دیکھ رہی ہوں۔ مگر اسے اپنی آغوش میں نہیں لے سکتی۔ اوہ میری بیٹی۔ مجھے اپنا ہاتھ دے دو۔" ایمرالڈا نے اپنا ہاتھ اپنی ماں کی طرف پھیلا دیا۔ بوڑھی اسے دیوانہ وار چومنے لگی۔ دونوں کانپ رہی تھیں۔ دونوں خاموش تھیں۔ دونوں کی آنکھوں سے یوں آنسو بہہ رہے تھے جیسے کسی تاریک رات میں بارش ہو رہی ہو۔ بوڑھی عورت کے دل کے اندر مایوسی نے پچھلے پندرہ برسوں میں جدائی کی جو دیوار کھڑی کر دی تھی وہ دیوار آنسوؤں کے اس طوفان کے آگے گرتی چلی جا رہی تھی۔

اچانک بوڑھی عورت جوش اور جذبے کے ساتھ اٹھی۔ اور پوری قوت کے ساتھ لوہے کی سلاخ کو اپنی طرف کھینچنے لگی۔ اس وقت وہ ایک شیرنی کی طرح دکھائی دے رہی تھی۔ بوڑھی عورت کی جدوجہد رائیگاں نہ گئی۔ اور چند منٹوں میں پرانے زنگ خوردہ لوہے کی پرانی سلاخیں کھڑکی سے باہر نکل گئیں۔ دوسرے لمحے اس نے اپنی بیٹی کو اپنے بازوؤں میں سمیٹ کر کہا۔ "میرے ساتھ آؤ۔ میں تمہیں زندہ بچالوں گی۔" اس نے ایمرالڈا کو یوں اپنے بازوؤں میں اٹھالیا۔ جیسے وہ جوان لڑکی نہ ہو۔ بلکہ چند برس کی بچی ہو۔ وہ بار بار اسے چوم رہی تھی جانے بے کراں مسرت سے بڑبڑا کر کیا کہہ رہی تھی۔ "میری بیٹی... میری بیٹی.... خدا نے مجھے میری بیٹی دے دی۔ اس نے پندرہ برس تک اسے مجھ سے دور رکھا۔ اور اب اسے دونوں جہاں کی خوب صورتی بخش کر مجھے لوٹا دیا ہے میری بیٹی کو خانہ بدوشوں نے نہیں کھایا۔ اب تو مجھے خانہ بدوشوں سے محبت ہو گئی ہے۔ آہ۔ میں کتنی بد قسمت ہوں کہ اپنے دل کی آواز نہ سن سکی۔ تم جب بھی یہاں سے گزرتی تھیں۔ تمہیں دیکھ کر میرا دل دھڑک اٹھتا تھا۔ لیکن میں اپنے دل کی آواز نہ سنتی اور تمہیں خانہ بدوش سمجھ کر تمہاری موت کی دعا کیا کرتی تھی۔ آہ! تم مجھے کتنا ظالم سمجھتی ہو گی۔ ہیں نا؟ میری پیاری' تم کیا جانو' میں تم سے کتنی محبت کرتی ہوں۔ میں تمہارے لئے پندرہ برس تک آنسو بہاتی رہی۔ میرا سارا حسن۔ تیری جدائی میں آنسوؤں میں بہہ گیا۔" وہ ایمرالڈا کے رخساروں' ہونٹوں اور بالوں کو چوم رہی تھی۔ اس کے جسم کو اپنے ساتھ بھینچ کر خوشی سے کانپ رہی تھی خود ایمرالڈا کے لرزتے ہوئے ہونٹ بار بار ایک عجیب نرمی اور سوز کے ساتھ امی امی پکار رہے تھے۔ بوڑھی کہہ رہی تھی۔ "ہم یہاں سے چلے جائیں گے۔ ریمیز میں میری چھوٹی سی جائیداد ہے۔ تمہیں تو ریمیز کا قصبہ یاد بھی نہ ہو گا۔ تب تم چند مہینوں کی تھی۔ آہ جب میں اپنی بیٹی کے ساتھ واپس ریمیز پہنچوں گی تو وہاں کے لوگ کتنے حیران ہوں گے۔" ایمرالڈا جذباتی لہجے میں کہہ رہی تھی۔ "امی ایک بڑی ہمدرد خانہ بدوش عورت تھی۔ جس نے میری پرورش کی تھی۔ وہ پچھلے برس مر گئی اس نے مجھے یہ تعویز نما تھیلی دی تھی۔ اور وہ بار بار مجھے تاکید کیا کرتی تھی کہ اس تھیلی میں ایک خزانہ چھپا ہوا ہے۔ اسے کبھی اپنے گلے سے نہ اتارنا۔ یہ تھیلی تمہیں تمہاری ماں سے ملوا دے گی۔" بوڑھی ماں اپنی بیٹی کی شیریں آواز سن کر اس پر واری صدقے جا رہی

تھی۔ وہ ہنس رہی تھی۔ اپنی بیٹی کے مل جانے پر خوشی سے بچوں کی طرح تالیاں بجا رہی تھی۔ لیکن ان کی مسرت کے یہ لمحے عارضی اور ناپائیدار تھے۔ وہ یہ بھول ہی چکی تھیں کہ سرکاری پیادے ایمرالڈا کی تلاش میں ہیں گھوڑوں کی ٹاپ سن کر ایمرالڈا نے کہا "امی۔ مجھے بچالو' وہ مجھے پکڑنے کے لئے آرہے ہیں۔" بوڑھی عورت کا بوڑھا اور سوکھا ہوا چہرہ جو ابھی خوشی سے کھلا ہوا تھا۔ اچانک اس کا رنگ زرد ہوگیا۔ "اوہ میرے خدا۔ یہ کیا ہو رہا ہے۔ میری بچی تم سے کیا قصور ہوا کہ وہ تمہاری جان کے درپے ہیں۔" لاایمرالڈا نے روہانسی آواز میں کہا۔ "امی مجھے خبر نہیں۔ وہ مجھے موت کی سزا سنا چکے ہیں۔ مجھے بچالو.....وہ آرہے ہیں امی.....مجھے بچالو۔" چند منٹوں تک بوڑھی عورت ساکت وصامت کھڑی رہی۔ پھر وہ سرہلا کر بولی۔ "نہیں یہ نہیں ہوسکتا۔ تم خواب دیکھ رہی ہو۔ میں اپنی اس بیٹی کو پھر کیسے جدا کرسکتی ہوں جو پہلے ہی پندرہ برس کے بعد مجھے ملی ہو۔ اوہ میرے خدا۔ یہ کیسا لمحہ ہے کیا تم اسے مجھ سے پھر چھین لوگے۔ جبکہ وہ بڑی ہوچکی ہے۔ جوان اور بے پناہ خوب صورت ہے وہ کس طرح میری بیٹی کو میری آنکھوں کے سامنے ہلاک کرسکتے ہیں۔" اسی وقت انہوں نے کسی کی آواز سنی۔ "جناب اس طرف چلئے۔ پادری فرولو نے یہی پتہ بتایا تھا۔" بوڑھی چیخنے لگی۔ "بھاگ جاؤ میری بیٹی۔ واقعی وہ تمہیں ہلاک کرنے کے لئے آرہے ہیں۔" پھر اس نے خود ہی اپنے آپ کو سنبھالا دیتے ہوئے کہا۔ "نہیں ٹھہر جاؤ۔ باہر تو روشنی ہے تم پکڑی جاؤ گی۔ تم اس کونے میں چھپ جاؤ۔ جب وہ آئیں گے تو میں ان سے بات کروں گی۔ میں انہیں کہوں گی کہ تم فرار ہوچکی ہو۔" اس نے جلدی سے ایمرالڈا کو ایک تاریک کونے میں چھپا دیا۔ باہر سے پادری فرولو کی آواز سنائی دی۔ "کیپٹن فوبیس اس طرف مجرمہ اسی طرف ہے۔" کیپٹن فوبیس کا نام سن کر ایمرالڈا چند قدم آگے بڑھ آئی۔ لیکن بوڑھی ماں نے اسے کہا۔ "وہیں کھڑی رہو۔ سامنے نہ آنا۔" کیپٹن فوبیس نے بوڑھی عورت کے پاس پہنچ کر کہا۔ "ہم ایک چڑیل کی تلاش میں ہیں جسے ہم نے پھانسی دینی ہے۔ سنا ہے وہ یہاں چھپی ہوئی ہے۔" بوڑھی ماں نے ایمرالڈا کی موجودگی سے صاف انکار کردیا۔ وہ پوری کوشش کر رہی تھی کہ اس کے چہرے کے آثار سے اس کے جھوٹ کا پول نہ کھل جائے۔ اس کی استقامت اور چہرے کے تاثرات سے ایک بار تو سرکاری پیادے اور کیپٹن فوبیس کو یہ یقین

آگیا کہ ایمرالڈا یہاں نہیں ہے۔ اور وہ وہاں سے چلے گئے۔ ایمرالڈا کونے میں کھڑی فوبیس کی آواز سن کر بے قرار ہو رہی تھی۔ ابھی فوبیس اور سرکاری پیادے گئے ہی تھے کہ ایمرالڈا نے بے اختیار ہو کر فوبیس کو پکارنا شروع کر دیا۔ فوبیس تو جا چکا تھا۔ مگر ایک دوسرا سرکاری پیادہ موجود تھا۔ بوڑھی عورت۔ نے لپک کر اپنی بیٹی کو اپنے بازوؤں میں لے لیا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ ایمرالڈا کی کوئی آواز بھی سن لے۔ مگر اس کی تمام احتیاط دھری رہ گئی۔ سرکاری پیاد وہاں پہنچ گیا تھا اور اس نے ایمرالڈا کو بھی دیکھ لیا تھا۔ بوڑھی ماں کی ساری امیدیں ختم ہو گئیں۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے کبھی اپنی بیٹی کو' کبھی سرکاری پیادوں کو دیکھ رہی تھی۔ پھر وہ چیخی۔ "یہ میری بیٹی ہے۔ یہ میری بیٹی ہے۔" سرکاری پیادے نے کہا۔ "مجھے افسوس ہے لیکن میں مجبور ہوں۔ بادشاہ کا فرمان ہے کہ اسے پھانسی دے دی جائے۔ میں حکم کی تعمیل سے کیسے انکار کر سکتا ہوں۔" ایمرالڈا اب بھی آہستہ آہستہ فوبیس کا نام جپ رہی تھی۔ یہ ایک عجیب منظر تھا۔ جب وہ ایمرالڈا کو پکڑنے کے لئے آگے بڑھے تو بوڑھی عورت چیخ اٹھی۔ "خدا کے لئے شریف انسانو' میری بات سنو یہ میری بیٹی ہے۔ یہ میری بیٹی ہے جو گم ہو گئی تھی۔ سپاہیو تم مجھ پر ہمیشہ مہربان رہے ہو۔ جب بچے مجھے پاگل سمجھ کر مجھ پر پتھر پھینکا کرتے تھے تو تم ہی شریر بچوں سے میری جان بچایا کرتے تھے۔ آج مجھ پر ظلم کیوں توڑ رہے ہو۔ یہ میری بیٹی ہے۔ اسے مجھ سے مت چھینو' میرے دوستو' سوچو تو میں سمجھتی تھی کہ میری بیٹی مر چکی ہے۔ لیکن آج رات معجزہ ہوا۔ خدا مجھ مہربان ہوا اور اس نے میری کھوئی ہوئی بیٹی مجھے لوٹا دی۔ پندرہ برس تک میں خدا کے حضور گڑگڑاتی اور آنسو بہاتی رہی ہوں۔ اور پھر خدا نے میری دعا منظور کر کے مجھے میری بیٹی دے دی۔ تم مجھے اس کی جگہ لے جاؤ۔ ذرا سوچو تو۔ ابھی اس کی عمر ہی کیا ہے۔ صرف سولہ برس۔ اسے زندہ رہنے دو کہ یہ سورج کی کرنوں سے نہا سکے۔ شریف انسانو۔ ہمیں جانے دو۔ ہم یہاں سے دور چلے جاتے ہیں۔" وہ رو رہی تھی۔ ہاتھ جوڑ رہی تھی۔ آنسو بہا رہی تھی۔ اس کی حالت کا اندازہ کیسے لگایا جا سکتا ہے۔ جو اس بوڑھی ماں کے دل پر گزر رہی تھی۔ اسے کون تحریر کر سکتا ہے۔ جب جلاد اور سپاہی نے ایمرالڈا کو گھسیٹنا شروع کیا تو بوڑھی عورت اپنی بیٹی پر گر پڑی۔ ایمرالڈا چیخ رہی تھی۔ "امی۔ مجھے بچالو..." بوڑھی عورت اور ایمرالڈا کی حالت زار دیکھ کر جلاد کی آنکھوں سے بھی آنسو

بہنے لگے!!

ایمرالڈا چیخ رہی تھی۔ "میں زندہ رہنا چاہتی ہوں۔" بوڑھی عورت کا سارا جسم کانپ رہا تھا۔ وہ ایمرالڈا کو اٹھا کر چل دیئے۔ بوڑھی عورت ایک لفظ کہے بغیر جلاد کی طرف لپکی اور اپنے دانت اس کے ہاتھوں پر گاڑ دیئے۔ وہ درد سے چیخا۔ پیادوں نے آگے بڑھ کر بوڑھی کو پرے ہٹایا۔ وہ گر پڑی۔ جب وہ اسے اٹھانے لگے تو وہ مر چکی تھی!!

☆

جب قاسیمڈو نے ایمرالڈا کی کوٹھڑی کو خالی دیکھا تو وہ دونوں ہاتھوں سے اپنے بال نوچنے لگا۔ جس کو بچانے کے لئے اس نے اپنی جان کی بازی لگا دی تھی۔ وہ غائب ہو چکی تھی۔ جب نوٹرے ڈیم میں سرکاری پیادے ایمرالڈا کی تلاش میں پہنچے تو بہرے قاسیمڈو کو کچھ خبر نہ ہوئی کہ ان کی اس تلاش کا مقصد کیا ہے۔ بلکہ وہ خود ان کے ساتھ مل کر ایمرالڈا کو تلاش کرنے لگا۔ جب ناکامی نے اسے مایوس کر دیا تو اس نے سر اٹھایا۔ ایک ایک واقعہ اسے یاد آتا گیا کہ کس طرح پادری فرولو نے ایمرالڈا کو اغوا کرانے کی کوشش کی تھی۔ کس طرح وہ اس کے کمرے میں چوری چھپے آیا تھا۔۔۔ قاسیمڈو کا ذہن تلخ سچائی کو محسوس کرنے لگا تھا اور پھر اس نے دیکھا کہ پادری فرولو جنوبی ٹاور کی طرف جا رہا ہے۔ اس کا سر جھکا ہے۔ وہ اپنے خیالوں میں مگن ہے۔ قاسیمڈو اسے دیکھتا رہا۔ پھر آہستہ آہستہ اس کے پیچھے چل دیا۔ پادری فرولو سے چند گز کے فاصلے پر کھڑے ہو کر قاسیمڈو نے نیچے دیکھا۔ اور پھر جو کچھ اس نے دیکھا وہ ناقابل برداشت تھا۔ جلاد ایمرالڈا کے گلے میں رسہ ڈال چکا تھا۔ پھر اس نے دیکھا کہ کس طرح جان کنی کے عذاب سے وہ جسم دہرا تہرا ہو کر ٹھنڈا ہو گیا ہو گا۔ جو پھولوں کی طرح نازک تھا۔ دہشت سے قاسیمڈو کی آنکھیں پھٹ گئیں ایمرالڈا کو پھانسی دی جا چکی تھی۔ دہشت اور غم کے اس المناک لمحے میں قاسیمڈو نے پادری فرولو کو خوفناک انداز میں ہنستے دیکھا۔ وہ پاگل ہو کر آگے بڑھا۔ وہ سب کچھ سمجھ چکا تھا۔ اس نے پادری کو زور سے دھکا دیا۔۔۔ اور پادری گرتا ہوا۔۔۔۔ جان بچانے کے لئے ایک پرنالے کے ساتھ زمین اور آسمان کے ساتھ لٹک گیا۔ مدد کے لئے پادری فرولو نے اپنا دہشت زدہ چہرہ اوپر اٹھایا اور اس نے قاسیمڈو کو دیکھا جو خاموش کھڑا تھا۔

قاسیمڈو چاہتا تو اپنا ہاتھ بڑھا کر اسے اوپر کھینچ سکتا تھا کیونکہ وہ اس کے ہاتھ کی رسائی میں تھا۔ لیکن اس نے اس کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہ کیا۔ پادری فرولو اب ہانپنے لگا تھا۔ موت اس کے سامنے کھڑی تھی۔ ایک بار اس نے نیچے چوک کی طرف دیکھا۔ اس نے چیخنا چاہا لیکن اپنی آواز کو دبا لیا۔ پادری فرولو اور قاسیمڈو۔ دونوں کی خاموشی معنی خیز تھی۔ پادری فرولو نے ہاتھ پاؤں مار کر اپنی جان بچانے کی کوشش کی۔ لیکن اسے جلد ہی اندازہ ہو گیا کہ پرنالہ کمزور ہے اور خود اس کی اپنی گرفت بھی کمزور پڑتی جا رہی ہے۔ اس کی آنکھوں کے سامنے جو کچھ بھی تھا پتھر کا بنا ہوا نظر آ رہا تھا۔ زمین پتھریلی تھی اور اس کے سر کے اوپر پتھر جیسے چہرے والا۔ قاسیمڈو چپ چاپ آنسو بہا رہا تھا۔ چوک میں کتنے ہی لوگ جمع ہو کر اسے دیکھ رہے تھے۔ لوگ چہ میگوئیاں کر رہے تھے کوئی اس کی مدد نہ کر سکتا تھا۔

قاسیمڈو کی آنکھیں مسلسل آنسو بہا رہی تھیں۔ غصے اور مایوسی کے عالم میں پادری فرولو نے ایک بار پھر پوری کوشش کر کے پرنالے پر اپنی گرفت مضبوط کرنے کی کوشش کی۔ لیکن اس کا انجام قریب آ چکا تھا کوئی چیز اس کا بوجھ اٹھانے پر آمادہ نہ تھی۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ اور پھر قاسیمڈو نے کھلی آنکھوں کے ساتھ اسے زمین کی طرف گرتے ہوئے دیکھا۔ پادری فرولو کا جسم پتھریلی زمین سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گیا۔

قاسیمڈو نے آنکھیں اٹھا کر دوسری طرف دیکھا۔ مردہ ایمرالڈا کا جسم پھانسی کے رسے میں جھول کھا رہا تھا۔ قاسیمڈو کی ہچکی بند ہو گئی اور اس نے چیخ کر اپنے آپ سے کہا۔ "آہ۔ ہر وہ چیز تباہ ہو گئی۔ جس سے میں نے محبت کی تھی۔"

شام کے وقت جب سرکاری پیادے پادری فرولو کی لاش اٹھا کر لے گئے تو قاسیمڈو نوٹرے ڈیم سے غائب ہو گیا۔ اس حادثے کے بارے میں مدتوں تک لوگ خیال آرائی کرتے رہے۔ توہم پرست لوگ اس واقعہ کی نت نئی تاویلیں کرتے تھے۔

پیئری گرینگوئر بکری جالی کی زندگی بچانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ کچھ برسوں کے بعد اس نے ایک المیہ نگار کی حیثیت سے بڑا نام کمایا۔ یوں فلسفہ، فن تعمیر، کیمیا سازی میں ناکامی کے بعد اس کو بھی کامیابی کا منہ دیکھنا نصیب ہوا۔ کیپٹن فوبیس بھی بالآخر اپنے انجام کو پہنچا۔ اس نے شادی کر لی۔ پادری فرولو، ایمرالڈا کی موت کے بعد۔ قاسیمڈو کبھی کسی کو دکھائی نہ دیا۔

جس دن ایمرالڈا کو پھانسی دی گئی۔ اس شام کو رواج کے مطابق اس کا مردہ جسم مونٹ فاکین کے تہہ خانے میں ڈال دیا گیا۔ یہ تہہ خانہ پیرس کی دیواروں کے باہر تھا۔ یہ پندرہ فٹ اونچا، تیس فٹ چوڑا اور چالیس فٹ لمبا تھا۔ اس کا دروازہ آہنی زنجیروں سے بند کیا جاتا تھا۔ یہ ۱۳۲۸ء میں تعمیر کیا گیا تھا۔ پندرھویں صدی کے آخر میں اس کے شہتیروں کو گھن کھا چکا تھا۔ زنجیروں کو زنگ لگ گیا تھا۔ ستونوں پر کائی جم گئی تھی۔ قاسیمڈو کی گمشدگی اور ایمرالڈا کی موت کے ڈیڑھ برس بعد اس تہہ خانے میں کچھ لوگ ایک لاش نکالنے گئے۔ یہاں لاوارث اور معتوب لوگوں کی لاشیں رکھی جاتی تھیں۔ جس شخص کی لاش نکالی گئی۔ بادشاہ نے اس کے ورثاء کی درخواست منظور کر کے اس کی باقاعدہ تدفین کی اجازت دے دی تھی۔ ان لوگوں نے تہہ خانے میں ایک عجیب منظر دیکھا۔

دو انسانی ڈھانچے ایک دوسرے کے ساتھ یوں جڑے ہوئے تھے جیسے ایک دوسرے کے ساتھ بغلگیر ہو رہے ہوں۔ ایک ڈھانچہ عورت کا تھا۔ ابھی تک اس جسم سے ریشمی کپڑے کی کچھ دھجیاں لپٹی ہوئی تھیں۔ سبز منکوں والی ایک چھوٹی سی تعویز نما تھیلی اس کے گلے میں پڑی تھی۔ تھیلی کھلی ہوئی تھی اور خالی تھی۔ یقیناً یہ تھیلی اتنی حقیر اور کم مایہ تھی کہ جلاد نے بھی اسے اتارنا قبول نہ کیا تھا۔ دوسرا ڈھانچہ مرد کا تھا۔ ان لوگوں نے دیکھا کہ اس کی ریڑھ کی ہڈی دہری ابھری ہوئی ہے۔ اس ڈھانچے نے عورت کے ڈھانچے کو اپنے بازوؤں میں سختی سے بھینچا ہوا تھا۔ اس کی ایک ٹانگ بھی دوسری سے چھوٹی تھی اس کی گردن پر ایسا کوئی نشان نہ تھا۔ جس سے یہ سراغ ملتا کہ اسے پھانسی دی گئی تھی۔ وہ یہاں آیا اور مر گیا تھا۔

جب انہوں نے اس ڈھانچے کو اس ڈھانچے سے علیحدہ کرنے کی کوشش کی جسے اس نے تھام رکھا تھا، تو وہ مٹی کی صورت اختیار کر کے زمین پر بکھر گیا!

Acc.No. 3834
LIBRARY

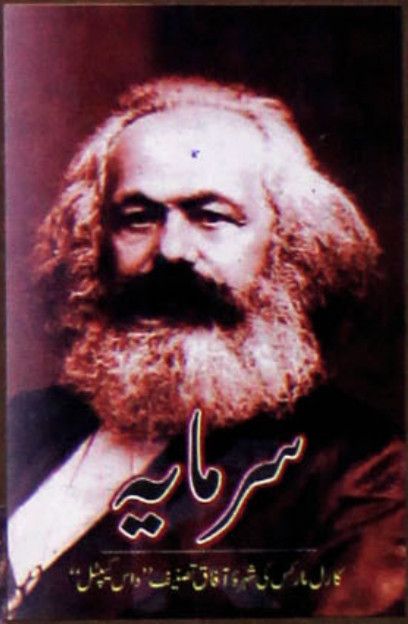

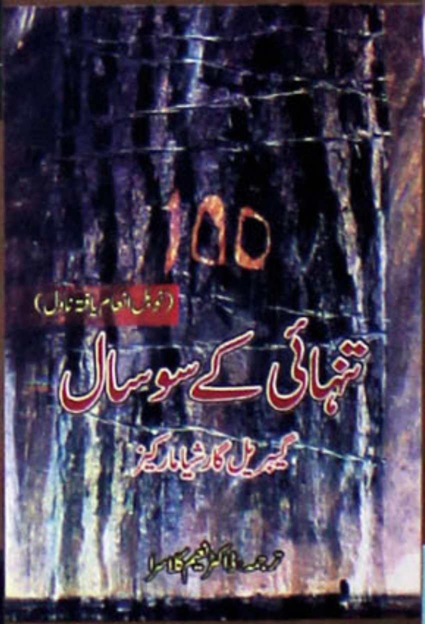

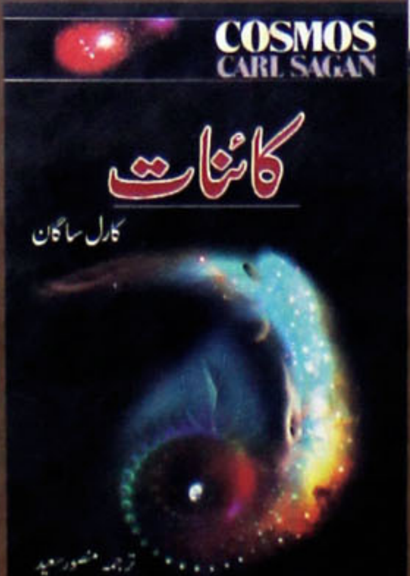

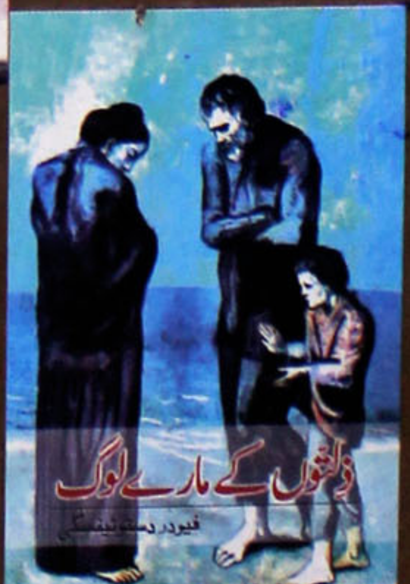

فکشن ہاؤس

بک سٹریٹ 39- مزنگ روڈ لاہور، پاکستان

Ph: 042- 37249218, 37237430

E-mail:fictionhouse2004@hotmail.com

ISBN 978-969-562-122-6

9789695621226